Qānūn-i Virāsat - Mufīd al-Vārisīn

قانونِ وراثت

مُفِیدُالوارثین

Hasanī, Asghar Husayn

از

حضرت مولانا سیّد اصغر حسین صاحب

مع ضمیمہ

از مولانا رشید احمد صاحب

ناشران

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب

قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی

ناشران:-

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب

قرآن محل — مقابل مولوی مسافرخانہ — کراچی

طابع:-

مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

قیمت مجلد ——————— تین روپے

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق سبحانہ تعالیٰ شانہ کی ذات جو حمد و ثنا کی اصلی مستحق ہے اس کی حمد کسی ناچیز و ناکارہ سے کیسے ہو سکتی ہے۔ جب اس کا برگزیدہ اور برحق رسول سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین خود فرماتا ہے کہ میں حق ثنا ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے اپنا مدعا شروع کرتا ہوں۔ بندہ نے اپنے طفلانہ شوق سے اردو کے دو چار مختصر رسالے لکھے تھے نادانقوں کو ان کا عیب نظر نہ آیا۔ بزرگوں نے چشم پوشی فرمائی۔ اس لئے جرأت ہوگئی اور روز بروز ان کی تعداد بڑھتی گئی گو حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔ انہیں رسالوں میں ایک مختصر رسالہ **میراث المسلمین** ہے۔ اس کی نسبت بعض حضرات نے فرمایا کہ مضمون کسی قدر بڑھا دیئے جاویں تو بہتر ہو۔ مجھے بھی مناسب معلوم ہوا لیکن چونکہ اس پر بڑے بڑے مقتدر علماء نے اظہارِ خوشنودی کے علاوہ تصدیق و تصحیح بھی فرمادی تھی۔ اور میری دانست میں وہ رسالہ نہایت مقبول و متبرک ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس میں کچھ اضافہ کر کے مخدوش کرنا اور ترتیب توڑنا گوارا نہ ہوا بلکہ مستقل مفصل رسالہ فرائض کا بنام **مفید الوارثین** لکھ دیا جس کو میراث المسلمین کی شرح کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی پہلے رسالہ کی طرح مقبول فرمائے اور میرے شفیق بزرگان مدظلہم العالی کی تصدیق و تصحیح سے مزین کرادے۔ آمین۔

احقر نے مثل اپنے دیگر رسالوں کے یہ رسالہ بھی محض اردو خوان ناواقف کم استعداد مسلمانوں کے لیئے لکھا ہے لمبی لمبی عبارتیں اور موٹے موٹے الفاظ لکھے ہیں اور ایک ایک بات کو مکرر سہ کرر یاد دلایا ہے اور کئی کئی طرح سمجھایا ہے۔ اگر اہلِ علم کبھی مطالعہ فرمادیں تو اس طولِ فضول اور تکرار بے سود سے نہ گھبرائیں یہ عبارتیں آپ کے نزدیک طول و فضول معلوم ہوتی ہیں۔ اس لیئے کہ آپ پہلے سے ان مسائل کو سمجھے ہوئے ہیں کسی ناواقف کم استعداد سے پوچھیئے کہ اس کو باوجود اس قدر صراحت اور طول کے بھی بہت سے شک رہ جائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ اہلِ فہم حضرات اگر چاہیں تو انہیں قواعد کو اس سے مختصر الفاظ و عبارت میں بخوبی سمجھا سکتے ہیں۔ لیکن اس پر بندہ قادر نہیں۔ قاعدہ کلیہ کا سمجھنا چونکہ عوام پر دشوار ہوتا ہے۔ اس لیئے جہاں تک ممکن ہوا ہے جزئیات لکھ دیئے ہیں۔ چنانچہ جس جگہ پوتی کا حال لکھا گیا ہے کہ وہ اپنے برابر والے اور نیچے کے پوتے کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے۔ وہاں آپ کو یہ بات بخوبی ظاہر ہو جائے گی اگرچہ اور بھی جابجا اس کی رعایت کی ہے ایک ایک قاعدہ کی کئی کئی مثالوں سے یہ فائدہ ہے کہ بہت سے مسائل جزئیہ کا ذکر آجائے اور اگر کوئی مثال کسی کے حسب حال نکل آئے تو فائدہ ہو بجائے اس کے کہ آخر میں بہت سے مسئلے اور سوال و جواب بڑھائے جاتے، مثالوں کی تعداد بڑھادی ہے۔ اس سے قاعدہ بھی سمجھ میں آجائے گا اور بہت سے مسائل بھی خاص طور سے معلوم ہو جائیں گے۔ چونکہ اصل غرض اس کتاب سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے جو فرائض سے بالکل ناواقف اور باقاعدہ اس کو حاصل کرنے سے عاجز ہیں اس لیئے وہی مسائل اور امور ذکر کیئے ہیں جو ضروری[۱] اور عام فہم تھے باقی الوسع

---

[۱] دیکھو صفحہ ۵ پر

عام فہم کر دیئے گئے ہوں۔

علاوہ بہت سے مختلف امور کے خاص تقسیم ترکہ کی نسبت کتاب سے معلوم ہو جائے گا کہ کس وارث کو کتنا حصّہ پہنچتا ہے اور کس کو کتنا۔ اب اگر ایک نام کے بہت سے وارث ہوں تو ان میں باہم تقسیم کرنے کے لیئے سہام لگانے کا پورا قاعدہ یا اگر میراث تقسیم ہونے سے پہلے یکے بعد دیگرے چند وارث مر گئے ہوں ان کا مناسخہ۔ یہ باتیں اس کتاب میں نہیں لکھی گئیں۔ کیونکہ ناواقف اور عام لوگ ان کو سمجھ نہیں سکتے اور جو طالب علم باقاعدہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ کتب عربیہ سے حاصل کرتے ہیں۔ آج تک کسی کو نہیں دیکھا کہ اُردو کی کتابیں دیکھ کر پورا فرائض دان بن گیا ہو۔ کتب عربیہ میں بلکہ اردو کے رسالوں میں بھی جب بیٹے پوتے کو لکھ دیتے ہیں کہ اسی طرح نیچے تک (یعنی خواہ پوتا ہو یا پوتے کا پوتا ہو یا اس کا بھی پوتا پڑپوتا ہو سب کا یہی حکم ہے۔ ایسے ہی باپ دادا کے ذکر میں لکھتے ہیں (ان علا

(یعنی اگرچہ اوپر تک جائے یعنی دادا اور اس کا دادا اور پھر اس کا دادا) مہم جیسے کم عقل ناواقفوں کو اس اوپر اور نیچے کے اشارہ کو سمجھنے میں شاید دقّت ہو۔ اس لئے احقر نے بجائے اس کے بیٹا پوتا سکڑ پوتا لکھ دیا ہے اور بعض جگہ صرف پڑپوتے تک لکھ کر چھوڑ دیا ہے اور باپ دادے میں پڑدادا یا سکڑدادا تک لکھ کر باقی چھوڑ دیا ہے

سلہ بعض جگہ پابندی نہیں ہو سکی اور کسی جگہ کوئی نکتہ و لطیفہ اپنی طالب علمانہ طبیعت سے مجبور ہو کر لکھ دیا ہے تاکہ اہل علم بھی کتاب کو بے لطف نہ سمجھیں سلہ دوبارہ طبع ہوتے کے وقت دوستوں کے اصرار سے مناسخہ کی بحث کا اضافہ کر دیا گیا سلہ البتہ عصبیات کی بحث میں دوسری طرح سمجھا دیا ہے ۱۲ ؛

چونکہ دنیا میں خصوصاً اس زمانہ میں ایسے بہت کم لوگ ہیں جن کے پڑدادا یا سکڑ دادا میراث لینے کے لئے زندہ بیٹھے ہوں اور نہ کوئی ایسا خوش قسمت ہے کہ اپنی زندگی میں پوتوں کے پوتے اور پھران کے پوتے دیکھ لے لہذا اولاد میں پڑپوتے اور سکڑ پوتے سے زیادہ اور باپ دادا میں پڑدادا اسکڑ دادا سے زیادہ لکھنا فضول سمجھا۔ اہل علم خود جانتے ہیں اور ناواقفوں کو اس سے زیادہ جاننے کی حاجت نہیں۔ جو قول مفتیٰ بہ اور جمہور علمائے حنفیہ کا معمول بہا ہے۔ احقر نے ہر جگہ وہی لکھا ہے اختلاف وخلاف لکھ کر لوگوں کا ذہن پریشان نہیں کیا۔

اثنائے تحریر رسالہ میں ایک معتبر کتاب شیعہ مذہب کی مل گئی تھی۔ ارادہ تھا کہ حاشیہ پر جا بجا اہل سنت اور شیعوں کا اختلاف ظاہر کردوں تاکہ ساتھ ساتھ دونوں فرقوں کے فرائض کا بیان ہو جائے۔ لیکن چونکہ رسالہ پہلے ہی سے بہت طویل ہو گیا تھا اس لئے کچھ ارادہ ڈھیلا ہوا اور پھر اس خیال نے بالکل ہی ارادہ فسخ کرادیا کہ اہلسنت کو اس کی ضرورت نہیں اور شیعہ صاحب میرے لکھے ہوئے کا کیوں اعتبار کریں گے بشرط حیات ڈیڑھ سال[ل] کے بعد بعض باتوں میں تغیر کرکے اور کچھ مضامین بڑھا کر احقر انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس کو ازسر نو مرتب کرے گا جن صاحبوں کو اس میں کسی مضمون کی ضرورت معلوم ہو یا کوئی غلطی نظر آئے براہ عنایت بلا تکلف احقر کو مطلع فرمادیں ممنونیت کے ساتھ انشاء اللہ اسی طرح اصلاح کردی جائے گی المؤمن مرآۃ المؤمن کے یہی معنی مشہور ہیں اور مومنین صالحین کی یہی شان ہے۔

[ل] اتفاقات تقدیر سے پندرہ برس کے بعد دوبارہ طبع کی توفیق ہوئی اور مخلص حضرات نے جو اصلاح

یہی بڑا احسان ہے کہ دیندار لوگ اس ناچیز رسالہ کو ملاحظہ کی عزت بخشیں۔ اس کے معاوضہ میں ناظرین سے حسب دستور دعا کی استدعا کرنا بے موقعہ ہے۔ ہاں اگر وہ از خود کرم فرما کر دعائے خیر سے یاد فرمادیں تو بعید از نوازش نہ ہو۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مومن کسی کے لئے دعا کرتا ہے ایک فرشتہ اس کے لئے کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھ کو بھی یہی نعمت نصیب کرے۔

ایک وہ زمانہ آوے گا کہ دنیا میں میرا کہیں نشان نہ ہوگا۔ میری شکستہ قبر کا کہیں پتہ نہ ملے گا۔ البتہ کتاب کو اگر خدا تعالیٰ نے شرف قبول بخشا تو یہ اس وقت بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوگی اور آپ کی دعا میرے عذاب کے تخفیف کا ذریعہ اور رفعت درجات کا سبب بنے گی۔

اب اصل کتاب کو شروع کرتا ہوں اور دیباچہ کو اس دعا پر ختم کئے دیتا ہوں۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ٥

کتبہ فقیر سید اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی عفی عنہ

۲۵ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب میراث و فرائض کے امور ضروریہ کا بیان

فصل اوّل علم فرائض کی فضیلت

علم فرائض نہایت شریف اور قابل قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کی تعلیم فرمائی ہے اور ہر ایک وارث کے حصّے کو جدا جدا مقرر و معیّن فرما دیا ہے اس لئے اس کو فرائض کہتے ہیں (کیونکہ فریضہ کہتے ہیں لغت میں امر مقرر شدہ و طے شدہ کو۔ فرائض اس کی جمع ہے)، اور اس مضمون کو بیان کر کے خدا تعالیٰ نے فرمایا[1] کہ اس طرز کی تقسیم کی حکمتوں کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان[2] احکام کی تعمیل کریں گے، ہم ان کو جنّت میں جگہ دیں گے (جو اصل مقام حیات جاوید اور فلاح اخروی کا ہے اور جس کا ہر اہل ایمان طالب ہے)

اور جو لوگ ہماری بات کو نہیں مانیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہونگے (جو غضب خداوندی کا مقام ہے اور جس سے خائف رہ کر پناہ مانگنا ہر مومن کا کام ہے) اور ان

[1] سورۂ نساء رکوع دوم ۱۲ [2] یقول الاقوال من قولہ اشارۃ الی المواریث ۱۲۔ تفسیر کبیر ۱۲

احکام کے خاتمہ پر فرمایا[1] کہ ہم یہ صاف و صریح احکام اپنی طرف سے اس لئے مقرر فرماتے ہیں تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہو جاؤ (کیونکہ مالِ میراث کے بارہ میں عدل و انصاف سے کام لینا بڑا مشکل ہے۔ ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے) پس جب یہ علم اور اس کے بموجب عمل کرنا حسب ارشاد حق تعالیٰ شانہ باعثِ ہدایت و دخول جنت ہے اور اس سے ناواقف رہنے میں گمراہی کا خطرہ لگا ہوا ہے اور اس کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دوزخ لکھا ہوا ہے تو اس کے سیکھنے سکھلانے اور عمل کرنے میں جس قدر فضیلت اور جس قدر تاکید ہوگی وہ اہلِ عقل سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے حاصل کرنے اور تعلیم کرنے کی نہایت تاکید اور اس پر ترغیب فرمائی ہے۔

آپ ؐ نے ایک فصیح و بلیغ پر درد و رقت آمیز مؤثر وعظ میں فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ فرائض کو سیکھ لو اور (یکے بعد دیگرے) لوگوں کو سکھلاؤ۔ وہ وقت قریب ہے کہ وحی کا دروازہ بند ہو جائے گا (یعنی آپ کی وفات کے بعد وحی اور رسالت و نبوت سب ختم ہو جائے گی) اور علم کے معدوم ہونے کا وہ زمانہ آئے گا کہ دو آدمی ضروری مسئلے میں جھگڑتے ہوں اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا۔[2]

دوسرے موقع پر فرمایا[3] کہ اے لوگو فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ نصف علم ہے۔ سب سے پہلے جو علم میری امت سے اٹھالیا جائے گا وہ علم فرائض ہے۔ آپ ؐ کے اس ارشاد کی تصدیق آنکھوں سے نظر آرہی ہے جو لوگ علمائے دین کہلاتے

---

[1] خاتمہ سورہ نساء ۱۲- اصغر حسین [2] امام احمد ترمذی و نسائی نے [3] حدیث (باقی دیکھئے صفحہ ۱۰ پر)

ہیں ان میں بھی بہت سے اس متبرک علم سے عاری ہیں۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے بہت سے دیندار لوگ جو صوم و صلوٰۃ وغیرہ کے اکثر ضروری مسائل سے باخبر اور ادھر اُدھر کی بہت سے قصوں سے واقف ہوتے ہیں وہ فرائض کا ایک بھی مسئلہ نہیں جانتے

(بقیہ صفحہ ۹) کو بیان کیا ہے اور حاکم نے تصحیح کی ہے ۱۲ سے فرائض کو نصف علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند وجوہ سے فرمایا (۱) آدمی کی دو حالتیں ہیں ایک زندگی دوسری مرنے کے بعد۔ دیگر علوم میں زندگی کے پیش آئندہ واقعات اور متعلقہ احکام کا ذکر ہوتا ہے اور فرائض میں بعد الموت کی حالت کا اس لحاظ سے فرائض نصف علم ہوا (۲) معاملات اور ملک کے بعض اسباب تو اختیاری ہیں جیسے خرید و فروخت وغیرہ اور بعض غیر اختیاری جیسے میراث جن میں لینے والے اور دینے والے کا کچھ چارہ نہیں خواہ مخواہ ایک کی ملک سے نکل کر دوسرے کی ملک ہو جاتا ہے فرائض میں چونکہ غیر اختیاری سبب سے مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے لہذا فرائض نصف علم ہوا اور باقی نصف وہ ہے جس میں اسباب اختیاری سے مالک ہونے کی بحث ہے (۳) اس کی صورتیں اور پیش آنے والے مسائل کی تعداد اور ذخیرہ میں گویا نصف حصہ دیگر مسائل کا ہے اور نصف فرائض کے مسائل کا (۴) احکام شرعیہ بعض قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور بعض قیاس و اجتہاد سے اور فرائض کے مسائل سب قرآن و حدیث سے مستنبط ہیں لہذا ایک خاص قسم اور بمنزلہ ایک نصف کے ہوئے (۵) چونکہ اس کے سیکھنے اور بتلانے میں بڑی مشقت و محنت ہوتی ہے پس گویا علم فرائض نصف علم ہے جس قدر محنت تمام علوم پر کرنی ہوتی ہے اس قدر اس تنہا پر (۶) ثواب اس میں چونکہ کثیر ہے اس لئے تمام علوم کے برابر ثواب اس میں حاصل ہوتا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ فرائض کا ایک مسئلہ بتانے پر دوسرے قسم کے سو مسئلوں کے برابر ثواب ہوتا ہے ۱۲ من شروح الحدیث و بعضہا من کشف الظنون ؎

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات وتاکیدات کا اثر ہر زمانہ میں آپ کی امت کے علمائے کاملین پر بخوبی ہوا اور ان لوگوں نے خود بھی توجہ فرمائی اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور رغبت دلائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے عالم فرائض زید بن ثابت تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود و ابن عباس اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین اس فن میں خاص امتیاز رکھتے تھے فرائض کی مشکلوں کو حل کرتے تھے اور قواعد و مسائل فرائض تعلیم فرماتے اور لوگوں کو توجہ دلاتے تھے۔ عول کا ضروری اور مفید قاعدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا اور تمام صحابہؓ کے اجماع سے منظور ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے لوگو! فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جس طرح قرآن مجید کو سیکھتے ہو۔ کبھی فرماتے تھے کہ مسلمانو! فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اس کو فرائض بھی سیکھ لینا چاہیئے یعنی جس طرح قرآن مجید سیکھنا ضروری ہے ایسے ہی فرائض بھی ضروری ہے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو شخص قرآن سیکھے اور فرائض نہ سیکھے وہ ایسا ہے جیسا بے چہرہ کا سر ہو یعنی بدون فرائض کے علم بے رونق اور

---

[1] ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اختلاف کیا تھا ۱۲ [2] یہ روایت دارمی شریف میں ہے یہ اس زمانہ کی نصیحت ہے جب لوگ معانی و مطالب و احکام قرآن مجید کو دل سے سیکھتے اور شوق سے یاد کرتے تھے اس زمانہ میں قرآن کریم کی توجہ ہے نہ فرائض کا خیال ۱۲

بے زینت بلکہ بے کار رہتا ہے۔ علمائے مجتہدین اور ان کے بعد کے علماء نے بھی اس ضروری علم کی طرف کچھ کم توجہ نہیں فرمائی۔ ہر شخص نے صحابہؓ کے اصول کو لے کر اسی کے مطابق ضابطے اور قاعدے تمہید کئے اور مسائل جزئیات اور احکام کو تحریر فرمایا فقہائے حنفیہ نے اس میں خاص حصہ لیا اور دیگر علماء نے بھی کوتاہی نہیں فرمائی چنانچہ علم فرائض علم فقہ کا ضروری جزو بن کر تمام کتب فقہ میں داخل ہو گیا اور اس کے علاوہ گیارھویں صدی تک تقریباً ستر مستقل کتابیں اس فن میں لکھی گئیں۔ جن میں چالیس کے قریب اصل کتابیں اور چوبیس شرح اور پانچ چھ حاشیے ہیں ان شرح وحواشی میں دو تین کے سوا باقی سب فرائض سراجی کے متعلق ہیں۔ جو امام سراج الدین بن محمود حنفی سجاوندی کی تالیف ہے[1] اور اس لئے اس کو فرائض سجاوندی بھی کہتے ہیں۔ گیارھویں صدی کے بعد بھی حسب حیثیت زمانہ بہت سی تصانیف ہوئیں اور آخری زمانہ میں فارسی کی مختصر کتابیں اور پھر اردو کے بعض رسائل لکھے گئے اور دیکھئے قیامت تک کس قدر کتابیں لکھی جاتی ہیں اور علماء کی کس درجہ توجہ اس طرف رہتی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ علوم شریعت میں سب سے پہلے یہی علم دنیا سے مفقود و معدوم ہو جائے گا جیسا کہ پیشینگوئی فرمائی جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے۔

---

[1] یہ کتاب وقت تصنیف سے آج تک نہایت مقبول و متداول اور ہمیشہ درسیات میں داخل رہی ہے شہرت و قبول کی یہ بھی کافی دلیل ہے کہ بیس۲۰ پچیس۲۵ شروح اور شرحوں پر حواشی لکھے گئے اور محشی و شارح بھی کوئی معمولی اہل علم نہیں بلکہ علامہ تفتازانی جیسے علمائے نامدار اور سید شریف جرجانی جیسے فخر روزگار ہیں اصل کتاب کی طرح سید صاحب کی شرح کو بھی قبولیت عامہ نصیب ہوئی اور اس پر متعدد حاشی لکھے گئے۔۱۲

فصل دوم میراث و فرائض کی حقیقت

یہ خاک کا پتلا جو بعض دفعہ ہمچو من دیگرے نیست کا نعرہ مارنے لگتا ہے بالکل معدوم تھا اس موجود حقیقی جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کو موجود کیا اور رحم مادری ہی سے اس کے لیے ضروری سامان مہیا کرنا شروع کر دیا۔ آنکھ، ناک، دل، دماغ سارے اعضاء جو ایسی نعمتیں ہیں کہ دنیا کی کوئی نعمت ان کے مقابل نہیں ہو سکتی۔ اسی اندھیری کوٹھری میں اس کو عطا فرما دیئے۔ غذا کا سامان، سانس لینے کا راستہ ایسی حکمت سے رکھا کہ بڑے بڑے عاقلوں کی عقل چکر کھا گئی جب باہر آنے کے قابل ہوا اور دنیا میں آیا تو اس کے پاس کچھ نہ تھا بالکل خالی ہاتھ۔ غریب لوگ کس شمار میں ہیں وہ بڑے بڑے جاہ و حشمت والے رئیس اور ملک و دولت والے عظیم الشان بادشاہ جن کے غرور و تکبر کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں رہتا جب پیدا ہوئے تو سر پر ٹوپی تھی نہ پاؤں میں لنگوٹا نہ بدن پر چیتھڑا۔ غور کرو یہ سب سامان کس نے دیئے اور کیوں دیئے ہمارا کوئی حق اس کے ذمے واجب تھا چھوٹی سے لے کر بڑی تک سب چیزیں اس نے مرحمت کیں جس کو ہم بھول گئے اور محض اپنے فضل و عنایت سے دی نہ کسی کا حق واجب تھا نہ احسان، نہ معاوضہ نہ تاوان۔ بہت سی چیزیں تو اس کے لئے ہزاروں برس پہلے سے تیار تھیں اور اس سے پہلے آنے والوں کے استعمال میں آ رہی تھیں اور اس کی آمد کی منتظر تھیں۔ آسمان۔ زمین۔ دریا۔ پہاڑ۔ ہوا۔ آگ۔ چاند اور سورج جیسے عظیم الشان مخلوقات گویا دست بستہ کھڑے تھے کہ آنے کے ساتھ ہی خدمت میں

مصروف ہو گئے اور پوری طرح زمین پر پاؤں بھی نہ رکھا تھا کہ تمام اسباب راحت و ضرورت رفتہ رفتہ ایسی طرح مہیا ہو گئے کہ اس کو اصلی منعم کا خیال بھی نہ آیا اور اپنے ظاہری اختیار اور قبضہ و قدرت کو دیکھ کر پورا مختار اور اصلی مالک ہونے کا خیال بندھ گیا۔ لیکن بہت جلد اس کو اپنی خام خیالی معلوم ہو گئی اور اس کا یہ گمان غلط نکلا اور اس بارونق سرائے کے مستعار اسباب سے جی بھر کر نفع نہیں اٹھایا تھا کہ کوچ کا نقارہ بجا اور رخصت کی گھنٹی نے چونکا دیا اور جبراً روانگی کا سامان شروع ہو گیا۔ اس سرائے ناپائیدار میں گو اتفاقیہ آیا تھا اور کبھی کبھی آہستگی سے کان میں یہ آواز آجاتی تھی کہ یہ سب چیزیں چند روزہ اور مستعار ہیں ہمیشہ یہاں رہنا نہیں ان چیزوں سے دل نہ لگانا لیکن یہاں آکر کچھ ایسی دلچسپی ہو گئی تھی کہ دنیا چھوڑنے اور یہاں سے جانے کو دل ہی نہ چاہتا تھا۔ بہت ہاتھ پاؤں مارے حیلے حوالے عذر معذرت سب ہی کچھ کیے مگر شنوائی نہ ہوئی ؎

خدا کے حکم کے آگے کسی کی چل نہیں سکتی گھڑی وعدے کی جیسے آن پہنچی ٹل نہیں سکتی

وعدہ برابر ہو گیا حکم ناطق آگیا سارے سامان دھرے رہ گئے اور یہ روانہ ہو گیا نہ کوئی چیز ساتھ لی نہ کچھ ہمراہ جیسے تنہا شکم مادر سے باہر آیا تھا اسی طرح بیک بینی و دو گوش چل دیا ؎

تھا جو مشغول ہوس تعمیل فرمان چھوڑ کر چل دیا وہ آج سب ہستی کے سامان چھوڑ کر

بظاہر سمجھا یہ جاتا ہے کہ دو چار گز کپڑا ساتھ لے گیا لیکن غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بھی اس کا نہیں۔ اس مہمان سرائے دنیا میں جو چیزیں اس کو مستعار دی گئی تھیں اس کی طرف سے سب بے کار ہو گئیں کیونکہ وہ ایسی جگہ نہیں گیا جہاں سے واپس آئے اب تو وہ کبھی سلام و پیام بھی نہ بھیجے گا لوٹ کر آنے کا تو ذکر کیا ہے۔ اب فرمایئے کہ یہ تمام سامان اور ساری چیزیں کس کو دی جائیں جس میں کچھ بھی عقل ہو گی وہ فوراً کہہ دے گا۔ کہ اصلی و

---

[1] دیکھیے صفحہ ۱۵

حقیقی مالک کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے دلوا دے اور جس طرح مرضی ہو صرف کرے پس
اس علیم و حکیم مالک حقیقی کے حکم سے ان پسماندہ چیزوں پر دوسرے لوگوں کا استحقاق اور ملک
ثابت ہونے کا نام **میراث** ہے اور موجودہ رشتہ داروں کے جو حقوق اور حصے خدا
تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں یہی **فرائض** ہیں۔

اس رحمٰن و رحیم مہمان نواز کی مہربانی دیکھو کہ اس کی پسماندہ چیزیں ابتداء ہی
سے بطور خود تقسیم نہیں کیں بلکہ کچھ عرصہ تک اسی رخصت ہونے والے مسافر کو اختیار
دے دیا تھا کہ جس طرح مناسب سمجھے اپنے والدین اور رشتہ داروں پر اپنا مال تقسیم
کر جائے (یعنی دین محمدی کے ابتدائی زمانہ میں مال چھوڑنے والے شخص پر واجب تھا کہ
موت کے قریب اپنے والدین اور اقربار کے لئے اپنی مرضی سے مناسب طریقہ پر وصیت
کر جائے کہ اس قدر فلاں کو دیا جائے اور اس قدر فلاں کو) لیکن اس قدر عرصہ کے تجربہ
سے جب خدا تعالیٰ نے لوگوں کو دکھلا دیا اور یقین کرا دیا کہ پورا عدل و انصاف انسانی
طاقت سے باہر ہے۔ رواداری و لحاظ و مروت کی وجہ سے کچھ نہ کچھ بے انصافی ہو جاتی
ہے تو اس انسانی مسافر و مہمان کے ہاتھ سے یہ اختیار نکال لیا اور اس کام کا خود ہی
متکفل ہوا اور اس قدر اہتمام کیا کہ بلا واسطہ ملک فرشتہ مقرب اور بلا تشریح نبی مرسل
ہر ایک مسافر آخرت کے پسماندہ مال کو اپنے خاص حکم سے تقسیم فرما کر اس کے پسماندوں کے
حصے خود مقرر و منضبط فرما دیئے (یعنی وارثوں کے لئے وصیت کرنے کا حکم منسوخ

(متعلقہ صفحہ ۱۴) مسئلہ:- اگر بالفرض کوئی مردہ زندہ ہو کر واپس آجائے تو وارثوں کے پاس سے اپنا
مال واپس لے سکتا ہے ۱۲ در مختار سلہ فرائض جمع فریضہ کحدائق جمع حدیقۃ والفریضۃ
بمعنی المفروضۃ ای مقدرۃ او معلومۃ او مقطوعۃ عن غیرہم ۱۲ فتح الباری

فرما کر صاف صاف حصے وارثوں کے قرآن مجید میں تجویز فرما دیئے۔ میراث و فرائض کی حقیقت کے بیان سے آپ کے خیال میں آگیا ہوگا کہ میراث و توریث کوئی اختیاری امر نہیں بلکہ ایسا حق ہے کہ بلا اختیار مورث اور وارث کے خواہ مخواہ ثابت ہو جاتا ہے۔ جب پہلا شخص مرجائے گا تو جس جس شخص کو جس جس مقدار میں اس کا قائم مقام اور نائب بنادیا ہے بن جائیگا خواہ مرنے والا اس کو پسند کرے یا نہ کرے اور لینے والا اس پر راضی ہو یا نہ ہو اگر وارث کسی وجہ[1] سے چاہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے مال سے حصہ نہ پاؤں اور اس کا مالک نہ بنوں تو اس کی آرزو سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب وہ شخص مال چھوڑ کر مرے گا تو یہ خود بخود شرعاً اس کا مالک اور وارث ہو جائے گا خواہ قبول کرے یا نہ کرے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ مالک ہونے اور لینے کے بعد کسی دوسرے کو عطا کر دے اور خود نہ رکھے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اگر مورث چاہتا ہے کہ فلاں وارث میرے مال سے محروم رہ جائے اور اس کو حصہ نہ ملے تو اس کی خواہش سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ شخص جو شرعاً وارث ہے ضرور مالک ہو جائیگا اور جس قدر حصہ اس کو شرعاً پہنچتا ہے پہنچے گا۔

اگر بالفرض اس مورث نے عاق نامہ بھی تحریر کر دیا کہ فلاں وارث سے (بیٹا ہو یا بیٹی یا اور کسی قسم کا وارث ہو) فلاں وجہ سے ناراض ہوں وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رکھا جائے تو بھی وہ شخص شرعاً محروم نہ ہوگا اور حصہ مقررہ فرائض اس کو پہنچے گا۔ ایسے ہی اگر خلاف قاعدہ شرعی اپنے مال اور ترکہ کی نسبت زبانی یا تحریری فیصلہ کر دیا۔ کہ میری وفات کے بعد اس طرح تقسیم ہو یعنی شرعی حصوں سے کم و بیش مقرر کر دیا تو یہ فیصلہ

---

[1] مثلاً کسی شخص نے اپنے وارث سے جھگڑے اور لڑائی کے وقت قسم کھائی کہ اگر میں تیرا کچھ بھی مال میراث میں لوں تو زوجہ کو طلاق ہے اب اس مورث کے انتقال پر یہ شخص بلا اختیار اس کے مال کا مالک ہو جائیگا اور زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی۔

اس کا بالکل ناقابلِ اعتبار اور باطل ہوگا۔ میراث حسب قاعدہ شرعی تقسیم ہوگی۔ اور اس ظلم کا گناہ بے لذّت اس کے سر پر رہے گا۔ ضرورت اور مجبوری میں کسی وارث کو محروم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ موجودہ سامان جائیداد جن لوگوں کو دینا چاہتا ہے زندگی ہی میں ان کو دے کر ان کا قبضہ اور تصرف کرا دے۔ اس کے مرنے کے بعد جب کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث جاری ہوگی نہ کسی کو حصّہ ملے گا۔

لیکن جب تم کو یہ معلوم ہے کہ اس سراپا احتیاج فقیر و مفلس انسان کو جو کچھ نقد و جنس، مال و متاع، زمین و مکان خدائے تعالیٰ نے مستعار دیا تھا اس کے رخصت ہونے کے بعد خود ان چیزوں کا انتظام فرما دیا ہے تو تم نہایت افسوس کرو گے اس ناشکرہ ناسپاس شخص کی حالت پر جو خلاف حکم مالک حقیقی ان چیزوں میں تصرّف کرے۔ اور اس احکم الحاکمین کے قواعد انتظام کو توڑ کر تدبیر اور حیلوں سے بلا اجازت شریعت اصلی وارثوں کو محروم کر دے یا ان کے حصّے میں خلل ڈالے تعت ہے اس کے افعال ناشائستہ پر اور نفرین ہے اس کی حرکات ناشائستہ پر۔ ایک صحیح حدیث شریف کا مضمون ہے کہ بعض لوگ تمام عمر اطاعت خداوندی میں مشغول رہتے ہیں لیکن موت کے وقت میراث میں وارثوں کو ضرر پہنچاتے ہیں (یعنی بلا وجہ شرعی کسی حیلے سے محروم کر دیتے ہیں یا حصّہ کم کر دیتے ہیں) ایسے شخصوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا دوزخ پہنچا دیتا ہے[۱]۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم فرما دیں گے۔

---

[۲] یہاں تک کہ اگر کوئی وارث اپنے حق کو لینے سے گریز کرے تو حاکم و قاضی کو اختیار ہے کہ جبراً اس کے مکان میں پہنچا دے ۱۲ حاشیہ شریف　[۱] مشکوٰۃ شریف از احمد و ترمذی و ابو داؤد وغیرہ

ھندوستان کے بعض جاہل مسلمانوں میں لڑکیوں اور نکاح ثانی کرنے والی عورتوں کو میراث سے محروم رکھنے کی کافرانہ اور نہایت معیوب رسم اب تک جاری ہے شادی، غمی وغیرہ تقریبات میں کچھ نقد وجنس ان کو دے کر بطور اترک تنوتی معاوضہ ادا کردیا جاتا ہے اور میراث وترکہ پر مرد قابض ومالک رہتے ہیں بعض اضلاع میں جب منجانب سرکار انگریزی اراضی کا جدید بندوبست ہوتا تھا تو وہاں کے مسلمان رئیسوں اور زمینداروں سے دریافت کیا جاتا تھا کہ تم بقاعدہ شریعت ترکہ تقسیم کرانا چاہتے ہو یا حسب رواج سابق صرف بیٹوں کو جایداد دلوانا چاہتے ہو تو اکثر ناخداترس و ناعاقبت اندیش لوگ منوجی[1] کے قاعدے اور مشرکان عرب کے رواج کو قانون خداوندی اور شریعت محمدی پر ترجیح دے کر اپنی جایداد ومال کو رواج کے موافق تقسیم کرانا پسند کرتے تھے اور عورتوں کو محروم[2] لکھوا دیتے اس طرح قانون پاس ہوجاتا تھا اور ان لوگوں کے انتقال پر اسی طرح عملدرآمد اور داخل خارج ہوتا تھا۔ اور وہ غافل لوگ احکام خداوندی کے خلاف کرنے کی سزا میں اور شریعت محمدیہ سے منہ پھرانی وسرکشی کرنے کے وبال میں فوراً دوزخ[3] میں داخل ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ احکام میراث کی نافرمانی کرنے کی نسبت خدا تعالیٰ نے صاف يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ فرمادیا ہے اب دیکھئے وہاں سے نکلتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واضح اور صریح حکم کو پس پشت ڈال کر ایک کافرانہ رسم پر عملدرآمد کرنا

---

[1] ہنود کا مشہور پیشوا گذرا ہے ۱۲ [2] بیوہ اگر نکاح ثانی نہ کرے تو کھانا کپڑا شوہر کی جایداد سے ملتا ہے ورنہ بالکل محروم کردیتے ہیں افسوس ۱۲ [3] اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل فرمائے گا جہاں وہ مدتوں رہے گا اور نہایت ذلیل کرنے والا عذاب پائے گا ۱۲

کوئی معمولی خطا نہیں ہے نہایت سرکشی اور اعلیٰ درجہ کا جرم ہے بلکہ کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے ہزار افسوس ہے ایسے مسلمانوں کی حالت پر اور نہایت حسرت ہے ان کی غفلت پر علمائے اہل اسلام اور دیگر مسلمانوں سے جہاں تک ممکن ہو ایسی رسم کو مٹانا اور ان مسلمانوں کو سمجھا کر عذاب آخرت سے بچانا لازم و ضروری ہے۔ پہلے ظاہر ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام سامان اور سب نعمتیں بلا ہماری قدرت و اختیار کے اور بلا کسی قسم کے استحقاق کے محض اپنے فضل و کرم سے دفع تکلیف اور رفع ضرورت کے لیے چند روزہ مستعار عطا فرما دی تھیں پس اگر انسان کے مرنے کے بعد ایسے لوگوں کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا جاتا جن کو اس رخصت ہونے والے سے کچھ بھی علاقہ نہ ہوتا اور بالکل غیر ہوتے تب بھی کوئی بے انصافی اور ظلم نہ ہوتا لیکن اس کے فضل کے قربان جائیے کہ اس نے ان چیزوں کے عطا فرمانے میں علاوہ انسانی اور اسلامی تعلق کے ہمیشہ کسی خاص تعلق و خصوصیت کا لحاظ فرمایا ہے اور بالآخر قرابت و رشتہ داری کے تعلق پر میراث کو منحصر کر دیا تاکہ انسان نادان کو ان مستعار چیزوں کے چھوٹنے کا زیادہ غم نہ ہو (جن کو عرصہ دراز کے استعمال اور مدت طویل کے قبضے کی وجہ سے اپنی ذاتی ملک سمجھنے لگا تھا) اور یہ سمجھ کر تسلی پائے کہ خیر مجھ سے چھوٹی تو میری اولاد و دیگر عزیز و اقربا کے کام آئے گی[1] یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

---

[1] اور پھر اس پر یہ مزید احسان کہ میراث کا مال جو وارثوں کو پہنچتا ہے اس میں بھی میت کو مثل صدقہ کرنے کے ثواب ہوتا ہے۔ کذا فی المسلم و شرحہ نووی ۱۲

انبیاء کے وارث نہ ہونے کا بیان

انبیاء علیہم السلام کی دوربین اور حقیقت شناس نظروں پر غفلت کا پردہ نہیں تھا۔ خداوند تعالیٰ کے مالک بمتصرف حقیقی ہونے کا مشاہدہ اور یقین کامل ان کو حاصل اور اسباب دنیا کے مستعار ہونے اور انسان کے مسافرانہ حالت کا نقشہ ان کو پیش نظر رہتا تھا۔ خود بھی یہی سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم فرماتے تھے۔ ہمارے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو دنیا سے بس ایسا ہی تعلق ہے جیسے ایک سوار تھوڑی دیر درخت کے سایہ میں ٹھہرے اور چل دے اور فرمایا کہ دنیا میں ایسے بسر کرو جیسے کوئی مسافر کسی جگہ ٹھہر جائے یا راستہ پر چلا جاتا ہو۔ لہٰذا انبیاء کو اس سامان دنیا سے کچھ بھی دلچسپی نہ ہوتی تھی نہ زندگی میں یہ حسرت تھی کہ ہمارے اقرباء کا متروکہ تم کو دیا جائے اور نہ بوقت وفات اپنے سامان کے چھوٹنے کا کچھ قلق و افسوس ہوتا تھا۔ اس لئے ان کو کسی طرح تسلی کی ضرورت نہ ہوئی کہ مال ان کے وارثوں پر تقسیم کیا جائے اس لئے قانون الٰہی میں نہ انبیاء کا پس ماندہ مختصر اسباب و ترکہ تقسیم ہو کر ان کے وارثوں کو پہنچتا ہے اور نہ ان کو اپنے اقرباء کی میراث سے حصہ ملتا ہے چنانچہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کا یہ حال بایں الفاظ ظاہر فرمایا :-

انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ یعنی ہم نبیوں کے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں اس کا حکم صدقہ کی مانند ہے یعنی تمام مسلمانوں کا حق ہے ایسے امور میں صرف کیا جائے جس سے عام مسلمانوں کو نفع پہنچے

اور خاص اپنی نسبت یہ ارشاد فرمایا لا یقسم ورثتی دینارًا ما ترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة یعنی میرے وارث کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کریں گے جو کچھ میری عورتوں کے ضروری خرچ اور جائداد کے کارکن کی اجرت کے بعد باقی رہے وہ صدقہ ہے چنانچہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں اسی ارشاد پر عمل ہوا درہم و دینار نہ آپ نے چھوڑا نہ کسی نے تقسیم کیا آپ کی پیشین گوئی پوری ہوگئی کسی قدر زمین اور درخت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے اس کو تقسیم کرانے کا ارادہ کیا تھا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے تقسیم ہونے اور میراث میں دیئے جانے کی درخواست بھی فرمائی تھی لیکن جب ان بزرگ بیبیوں کو خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس کی نسبت معلوم ہو گیا تو کسی نے پھر اس کا خیال نہیں کیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تو پھر تمام عمر اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ زمین کی پیداوار میں سے آپ کے ارشاد کے موافق آپ کی ازواج

سلہ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں چنانچہ ابوبکرؓ نے بھی فرمایا ہے الانبیاء لا یرثون۔ بعض علماء کے نزدیک یہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے چنانچہ عمرؓ کے قول سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم میراث سے مخصوص و مستثنیٰ ہیں باجماع صحابہ بعد اتفاق علماء سلہ اخرجہ النسائی ولم یثبت الرتبة بلفظ نحن کما ہو مشہور وقولہ لا نورث بفتح الراء علی البناء للمجہول والنون وروی بالکسر لکان معنی وصدقة مرفوع علی الخبریة وادعی الشیعة انہا منصوبة علی ان ما فی [illegible] نافیة ان البعض یحتمل ان یکون قولہ ما ترکنا صدقة مفعولا ثانیا لقولہ لا نورث ای لا نورث الشئ الذی ترکنا صدقة درجا وجھان بان الروایة ثابتة بالرفع ویؤیدہ قولہ علیہ السلام ما ترکت بعد نفقة نسائی ومؤنة عاملی فهو صدقة وایضا فی الاختصاص الثانی لا یبقی خصوصیة الانبیاء لان من جعل ما لہ صدقة ان ترثہ ورثة کان نبیا او لم یکن کذا فی بالعربیة لان المستفتین ہذہ الحاشیة عارفون بالعربیة و فتح کبیر سلہ میرے معنی یہ ہیں کہ میرے زبانی صفحہ ۲۲ پسا

مطہرات کا نفقہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہتا وہ رفاہ عام کے کاموں اور جہاد وغیرہ کے ساز و سامان میں صرف ہوتا رہا اور آپ کے عزیز و اقارب تو اسول وغیرہ کو بیش قرار وظیفے اور بڑی بڑی تنخواہیں مال غنیمت وغیرہ سے ملتی رہیں حضرت ابو بکر و عمر کے بعد حضرت عثمان اور حضرت حسن کی خلافت میں بھی اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

انبیا علیہم السلام کی میراث وارثوں پر تقسیم نہ ہونے میں ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء چونکہ بہ حیثیت نبوت و بہ لحاظ ہدایت تمام امت کے روحانی باپ ہوتے ہیں اور سب کے ساتھ یکساں علاقہ اور ان پر مساوی شفقت رکھتے ہیں۔ ہذا ان کے پسماندہ مال و ترکہ کو صدقہ عامہ قرار دیا گیا جو بلا اعتبار حر و عبد اور بغیر فرق صالح و فاسق اور بدون لحاظ قریب و بعید عام مسلمانوں کے مصالح میں خرچ ہو اور سب کے کام آوے کیونکہ ذرہ ذرہ تقسیم کرنا دشوار ہوتا اور اگر خاص جماعت اقربا کو میراث پہنچتی تو اس کے ساتھ علاقہ خاص کا اظہار ہو کر دیگر امتیوں کے لئے ایک طرح دل شکنی کا باعث ہوتا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر اقربا کی میراث انبیاء کو دلوائی جاتی تھی تو یہی علاقہ خاص ثابت ہوتا جو شفقت عامہ کے بظاہر مخالف تھا۔ نیز چونکہ انبیاء علیہم السلام احکام خداوندی کو بلا کسی غرض کے پہنچانے والے اور ناصح مشفق ہوتے تھے اور بآواز بلند کہتے تھے کہ ہم اپنی نصیحت و ابلاغ و خیر خواہی کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے ہم تم سے مال طلب نہیں کرتے۔ اب اگر وہ کسی وارث کی میراث میں سے حصہ پاتے تو دشمنوں کو کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھئے اپنی

(بقیہ صفحہ (۲۱) وارثوں کو ایک دینار بھی تقسیم نہ کرنا چاہئے جو کچھ ازواج کے نفقے اور کارکنوں کی اجرت کے بعد بھی باقی رہے وہ صدقہ ہے۔ عامل جو اس روایت میں ہے اس کے چند معنے ہو سکتے ہیں۔ کارپرداز۔ خلیفہ۔ خادم۔ قبر کھودنے والا۔ حراث۔ کاردنت لطائف الحدیث و تفصیل المقام فعلیک بفتح الباری ۱۲ منہ فیہ نظر کما لایخفی ۱۲

امت سے مال حاصل کیا، کیونکہ انبیاء کے اقرباء بھی تو ان کی امت میں داخل ہوتے ہیں اور جب انبیاء کی میراث ان کے وارثوں کو پہنچتی تو مخالفین کو شبہ ہونے کی گنجائش تھی کہ اپنے عزیزوں کے لئے مال جمع کر کے رکھ گئے۔ اب اس اعتراض اور شبہے کی جڑ کٹ گئی نہ کسی سے مال لیتے ہیں وہ دیتے ہیں اور اگر بالفرض لیں اور جمع بھی کریں تو اس سے ان کو کوئی ذاتی نفع نہ پہنچے بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہو جائے۔

اعتراض: حضرت زکریا[۲] علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی یا خداوند تعالیٰ مجھ کو ایسی اولاد عطا فرما جو میری وارث ہو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں میراث جاری ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ[۳] یعنی سلیمان علیہ السلام اپنے والد داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے معلوم ہوا کہ یہ انبیاء کو ان کے

---

[۱] احکام خداوندی کی حکمتوں کا حصر و شمار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انبیاء کے وارث نہ ہونے کی دو تین مصلحتیں احقر نے نقل کی جو اس مقام کے مناسب تھی علاوہ ان کے علمائے محققین نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چونکہ ایک اعلیٰ قسم کی حیات اخروی حاصل رہے ہیں اور عام لوگوں کے مانند مردہ شمار نہیں ہوتے اور اسی حیات کا اثر ہے کہ ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اور اسی حیات کی تاثیر ہے کہ ان کے اجسام مبارک گلنے سڑنے سے محفوظ رکھے گئے اور ہمارے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات اخروی چونکہ سب سے زیادہ قوی اور روشن تھی اس لئے اس پر اس کے علاوہ اور بھی بعض ثمرات مرتب ہوئے مثلاً یہ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات کے بعد نکاح ثانی کرنا اسی طرح حرام رہا جیسا کہ آپ کی حیات میں حرام تھا اور ازواج مطہرات کا نان و نفقہ بھی گویا آپ کے ذمہ واجب رہا، اس لئے آپ نے ازواج سے فرما دیا تھا کہ مجھے اپنی وفات کے بعد سب سے زیادہ تمہاری فکر ہے اور تمہارے ساتھ احسان و سلوک وہی کریگا جو نہایت سعید ہوگا۔ ایک یہ بھی مصلحت تھی کہ انبیاء کے وارثوں کو کبھی ان کی موت کی آرزو کا خیال اور وسوسہ بھی نہ آئے۔ کیونکہ کبھی آدمی کے دل میں یہ خیال (باقی صفحہ ۲۴ پر)

عزیزوں کی میراث پہنچتی ہے کیونکہ داؤد و سلیمان علیہما السلام دونوں باپ بیٹے نبی تھے
جواب[۱]:- ان مواقع میں مال و اسباب کا وارث ہونا مراد نہیں بلکہ وہ علمی وراثت
مراد ہے جو ایک سے دوسرے نبی کو پہنچتی ہے۔ زکریا علیہ السلام کی بھی یہی دعا تھی کہ مجھ
کو ایسی اولاد مرحمت ہو جس کو نبوت بھی عطا فرمائی جائے تاکہ حکمتہائے ربانی اور علوم خداوندی
کو مجھ سے بطور میراث کے حاصل کرے اور میرے بعد لوگوں کو سنبھالے۔ یہ جواب[۲] بھی
دیا جا سکتا ہے کہ ان آیات میں میراث کے مشہور و معروف معنی مراد نہیں بلکہ بعض جگہ
صرف جانشین کرنا اور بعض جگہ دینا اور کسی جگہ لینا مراد ہے لیکن یہ جانشینی اور دینا لینا بطور

(بقیہ صفحہ ۲۳ سے آگے) آجاتا ہے کہ اگر فلاں ہو تو مر جائے تو اس کا ترکہ اور مال مل جائے گو وہ اس خیال کو
بہت جلد اپنے سینہ سے نکال دے یعنی بمقتضائے بشریت ممکن تھا کہ کبھی انبیاء کے وارثوں کے دل میں بھی اس قسم کا خیال
آکر ان کے لئے مضر اور باعث ہلاکت ہو پس اللہ تعالیٰ نے میراث میں ان کا کچھ حق ہی نہ رکھا اور اس خفیف نقصان کو
برداشت کرا کر ایک بہت بڑے وبال سے بفضل خاص محفوظ کر دیا فائدۃ لطیفۃ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ
الصَّدَقَۃَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّا لَا نَاْکُلُ الصَّدَقَۃَ۔ یعنی مجھ پر اور میرے اقرباء پر صدقہ حرام ہے اور دوسرے موقعوں پر فرمایا
کہ ما ترکنا صدقۃ یعنی انبیاء جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ان دونوں باتوں کو ملانے سے معلوم ہو گیا کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کو آپ کی میراث لینا حرام ہے کیونکہ صدقہ ان لوگوں پر حرام کر دیا گیا اور نبی کی چھوڑی
ہوئی میراث ہے ۱۲ از کتب المحققین ۱۲ [۱] سولھواں پارہ شروع سورہ مریم ۱۲ [۳] سورہ نمل رکوع دوم ۱۲ صفحہ ہذا
[۲] جو علماء فرماتے ہیں کہ وارث ہونا صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے دیگر انبیاء کا یہ حکم
نہیں ہے ان پر اعتراض پڑتا ہے ان کو جواب کی صورت ہے ۱۲ [۳] واورثنا بنی اسرائیل ہم نے بنی اسرائیل کو
فرعون کی قوم کا جانشین بنا دیا فورث من عباد نا منزل کا تلقیا ہم جنت اپنے پرہیزگار بندوں کو دیتے ہیں کُنا
نحن الوارثین۔ آخر ہم ہی لینے والے ہیں ۱۲

میراث نہیں چنانچہ قرآن مجید میں ان آیات کے علاوہ دوسری جگہ بھی دینے لینے اور جانشین کرنے کے معنی موجود ہیں ؛

اعتراض: حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی لونڈی اُمّ ایمن آپ کو میراث میں حاصل ہوئی تھیں جنہوں نے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کو پرورش کیا ہے اور جن کا نکاح آپ نے اپنے متبنٰی زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ نیز آپ کو اپنی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضؓ کا مال کثیر میراث میں پہنچا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دوسروں کے مال سے میراث اور حصّہ مل سکتا ہے ؛

جواب: - اُمّ ایمنؓ چونکہ آپ کے والد ماجد کی لونڈی تھیں اور ہمیشہ خدمت میں رہیں اس لیے سمجھا گیا کہ آپ کو میراث[1] میں پہنچی تھیں ورنہ فی الحقیقت وہ والد ماجد کے انتقال کے بعد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا صاحب اور والدہ صاحبہ کا حق اور حصہ ہو گئی تھیں ان دونوں صاحبوں نے بوجہ شفقت آپ کی خدمت میں رکھا اور گویا آپ کو دے دیا اور پھر آپ نے ان کو آزاد فرمایا۔ علاوہ ازیں یہ قصہ اس زمانہ کا ہے جب آپ کو ظاہری اعتبار سے باضابطہ نبوت و رسالت عطا نہیں ہوئی تھی اس زمانہ میں اگر آپ کو میراث مل بھی جاتی تو کچھ تعجب نہ تھا کیونکہ بہت سے احکام و خصوصیات جو نبی ہونے کے بعد لگ جاتے ہیں نبوت سے پہلے نہیں موجود ہوتے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مال حواسباب زندگی ہی میں آپ کی نذر کر دیا تھا تا کہ لوگ فقیری اور مفلسی کا طعنہ نہ دے سکیں (سورہ والضحٰیؓ میں اسی کی طرف اشارہ ہے) خدیجہ رضؓ کی وفات کے بعد نہ کچھ ان کا ترکہ رہا نہ آپ کو میراث میں پہنچا جو کچھ تھا وہ ہمیشہ سے آپ ہی کا تھا ؛

---

[1] الصالحات میں اسی اعتبار سے لکھ دیا گیا ہے کہ ام ایمن آپ کو میراث مل گئی تھیں ۱۲ منہ [2] وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى اور آپ کو تنگدست پایا پس غنی کر دیا: اس کا مفصل بیان الصالحات میں احقر نے لکھ دیا ہے ۱۲ منہ

فصل سوم میراث کے اسلامی احکام نازل ہونیکا بیان

زمانہ جاہلیت کا ذکر

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جو غایۃ درجہ کے شرک و کفر اور ناشائستگی کا زمانہ لوگوں پر گذرا ہے اس کو جاہلیت کہتے ہیں زمانہ جاہلیت میں جہاں اور طرح طرح کی ظالمانہ رسمیں اور جاہلانہ خیالات رمثلاً لڑکیوں کا زندہ درگور کردینا۔ غلاموں کے ساتھ سختی اور تشدد کرنا ان کو چوپاؤں کے مانند ذلیل اور گویا غیر ذی روح جنس سمجھنا، یتیموں کا مال کھانا، طرح طرح کے باطل معبودوں کی پرستش کرنا) شائع اور رائج تھے وہاں ایک پر ستم طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ مرنےوالے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے جو پورے مرد۔ جوان۔ میدان جنگ میں جانے کے قابل ہوں۔ عورتوں اور بچوں اور ضعیفوں کو میراث نہیں ملتی تھی۔ مفلس و بے کس بیوہ اور معصوم و یتیم واجب الرحم لڑکے اور لڑکیاں روتے چلاتے رہ جاتے اور جوان قوی مالدار چچا اور بھائی آکر آنکھوں کے سامنے سب مال پر قبضہ کر لیتے تھے۔ ان کی آہ کا سننے والا اور ظالموں کے پنجے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا۔ آخر ان ضعیف مظلوموں کی آہ کا دھواں آسمان کو چیر کر عرش پر پہنچا اور اہل عالم کی حرکات دیکھ کر غیرت خداوندی کو جوش آیا رحمۃ للعلمین مبعوث ہوئے اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا۔ یتیموں کے مال۔ عورتوں کے دیگر حقوق۔ داد و ستد کے معاملات کی بتدریج اصلاح ہو رہی تھی کہ میراث کا نمبر پہنچا۔

جاہلیت میں مردوں کو دو تین علاقوں کی وجہ سے میراث پہنچتی تھی۔

علاقۂ نسب:- یعنی میت کی اولاد میں یا آباؤ اجداد میں داخل ہونا،
عہد معاہدہ یعنی دو شخصوں کا باہمی اقرار کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے رنج و راحت موت و حیات میں شریک رہیں گے ایک پر کسی قسم کا تاوان لازم ہوگا تو دوسرا ادا کریگا جو زندہ رہے وہ مرنے والے کی میراث پائے گا۔

متبنیٰ کر لینا:- جو شخص کسی غیر کی اولاد کو بیٹا بنا لیتا وہ دونوں باہم حقیقی باپ بیٹے کی مانند سمجھے جاتے۔ اور ایک دوسرے کا وارث ہوتا ابتدائے اسلام میں بھی انہیں علاقوں کی وجہ سے میراث ملتی رہی اور ایک علاقہ مواخات کو زیادہ کر دیا گیا یعنی جس مہاجر اور انصاری کو آپ باہم بھائی بنا دیتے ان میں ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا۔ اگرچہ فی الحقیقت یہ بھی عہد معاہدہ ہی کی ایک قسم ہے۔ اور کچھ دنوں بعد یہی لازم ہو گیا کہ ہر شخص بوقت وفات اپنے والدین اور اقربار کے لئے اپنی رائے سے مناسب سمجھ کر وصیت کر جائے اور اپنے مال میں سے حصہ مقرر کر جائے چنانچہ اس آیت میں بھی حکم ہے کتب[۲] علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف

جب اس صیغے کی اصلاح منظور ہوئی حسب قاعدۂ خداوندی بتدریج عمل درآمد شروع ہوا کیونکہ دفعتہً سخت حکم پر عمل کرنا نہایت شاق اور گراں ہوتا ہے سب سے زیادہ ضروری حکم سب سے پہلے نازل ہوا اور ارشاد فرمایا گیا کہ عزیز و اقارب جو مال چھوڑ کر مر جاتے ہیں اس میں جیسے مردوں کا حق ہے اسی طرح عورتوں کا حق ہے۔

---

[۱] چونکہ متبنیٰ کرنا بھی عہد معاہدہ کی ایک قسم ہے لہذا دو قسمیں کہا ۱۲ منہ [۲] احقر نے شرح حدیث رباتی صفحہ ۲۸ پر)

روایت :- اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ حضرت اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ایک زوجہ مسماۃ ام کحہ چھوڑی اور تین بیٹیاں ۔ حضرت اوس رضؓ نے جن دو شخصوں کو اپنے مال کا کارپرداز اور وصی بنا دیا تھا۔ انہوں نے حسب رواج جاہلیت کل مال اوس رضؓ کے چچازاد بھائیوں خالد اور عرفطہ کو دے دیا اور زوجہ اور بیٹیاں روتی رہ گئیں۔ ایسے بے کس اور غریب مسلمانوں کا چارہ گر اور مددگار ذات بابرکات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کون ہو سکتا تھا۔ وہ وڑی گھبرائی ہوئی خدمت شریف میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ شوہر کے کارپردازوں نے نہ مجھ کو کچھ دیا نہ میری بیٹیوں کو۔ آپ کو یہ حال نارسن کر نہایت افسوس ہوا لیکن (جیسا آج کل بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے) آپ خود مختار حاکم اور خدا کی خدائی میں شریک نہ تھے اور اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ فرما سکتے تھے اس لئے احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرمایا۔ آپؐ نے اوس رضؓ کی زوجہ کو تسلی دے کر فرمایا اپنے مکان کو لوٹ جاؤ اور جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ ہو صبر کرو۔ اور جیسا کہ آپ ہمیشہ واقعات اور معاملات کے حکم کے لیے منتظر رہا کرتے تھے اور اسی طرح حسب موقع وضرورت تیئس برس میں رفتہ رفتہ قرآن مجید نازل ہوا ہے اجناب احکم الحاکمین کے حکم کا انتظار فرما رہے تھے کہ یہ ارشاد نازل ہوا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۰ آخر آیت

(بسلسلہ صفحہ ۲۷) ۱۱ور تفسیر کبیر میں ہے کہ دو ملاقتے بڑھے ایک مواخاۃ ۲ سرا ہجرت یعنی دو مہاجر باہم میل ملاپ رکھتے ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا ۱۲ ۳ لازم کیا گیا ہے تم پر جس وقت کسی کو تم سے موت پیش آوے اگر مال چھوڑ جائے وصیت کرنا واسطے والدین اور قرابت مندوں کے بطور پسند ۱۲ سعد البقرہ رکوع ۲۲ (باقی صفحہ ۲۹ پر)

اس حکم سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ترکہ اور میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ مردوں کی طرح عورتوں کا بھی اس میں کوئی حق مقرر ہے۔ اگرچہ اس زمانہ کے لئے یہ حکم نہایت عجیب اور چونکا دینے والا تھا لیکن اس خوبی سے فرمایا گیا کہ نشاق اور ناگوار نہیں گذرا۔

اس مجمل حکم سے ایک قسم کا شوق پیدا ہوگیا کہ دیکھئے عورتوں کے لئے کیا حصہ مقرر ہوتا ہے اور چونکہ ظاہر الفاظ سے یہ شبہ بلکہ گمان غالب ہوتا تھا کہ عورتوں کو برابر کی شریک اور بالکل مردوں کے مانند حصہ دار بتایا جائے گا۔ اس لئے پیچھے نازل ہونے والے حکم سے عورتوں کا مردوں سے آدھا حصہ سن کر گرانی نہیں ہوئی بلکہ خاص تسلی یا خوشی حاصل ہوگئی۔ فسبحان اللہ العلیم الحکیم ٥

اس حکم کو سُن کر آپؐ نے اوسؓ کے کارپردازوں کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حق بھی میراث میں مقرر فرمادیا ہے لیکن ابھی تک مقدار اور حصہ مقرر نہیں فرمایا البتہ تم اوسؓ کے مال کو بجنسہٖ حفاظت سے رکھنا ایک حبہ خرچ نہ کرنا عنقریب کوئی حکم ہو جائے گا۔

اس قصّے کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا اور ہنوز کوئی حصّہ خاص معین نہیں فرمایا گیا تھا کہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے ایک جلیل القدر انصاری صحابی شوال ۳ سنہ ہجری میں احد کی مشہور لڑائی میں ۱۲ زخم لگ کر

(بسلسلہ صفحہ ۲۸) ؎ بعض روایات میں دو بیٹیاں اور ایک صغیر لڑکا ہے ۱۲ ؎ خلاصہ روایات التفاسیر عبارتہا فی اہملو کو نہلوا خویہ او انیے عم اوصیین نلحرتت وجرا التوفیق الی کلی حقائمیہ باللہ دالا غنی ؎ یعنی مردوں کے لئے بھی والدین اور عزیزوں کے ترکہ میں حق مقرر شدہ ہے اور عورتوں کے لئے بھی خواہ یہ ترکہ قلیل ہو یا کثیر ۱۲

شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی نے حسب دستور قدیم کل مال پر قبضہ کر لیا زوجہ اور دو بیٹیاں محروم رہ گئیں۔

مسلمانوں کا ماوا ملجا اور بیکسوں کا فریاد رس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہ تھا ہی نہیں۔ ان کی زوجہ بھی لڑکیوں کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں فریاد کرتے آئیں اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے شوہر سعد بن ربیع کی یہ دو لڑکیاں ہیں ان کے والد نے غزوہ اُحد میں حضورؐ کے قدموں پر جان نثار کر دی جو کچھ ان کا ترکہ اور مال تھا۔ وہ سب ان لڑکیوں کے چچا نے لے لیا اور ان کے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ اب ان کے نکاح کی فکر ہے اور جب تک کسی قدر مال نہ ہو عزت کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا کیا علاج کریں۔ آپ نے اس کے تصفیہ کو بھی خدا تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ملتوی رکھا اور سعد بن ربیع کی زوجہ کو یہ ارشاد فرما کر رخصت کر دیا کہ عنقریب اللہ تعالےٰ اس کا فیصلہ فرما دیں گے۔

یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ میراث میں عورتوں کا بھی حق ہے صرف حصہ اور مقدار معتین ہونے کا انتظار تھا انتظار اشد من الموت ہوتا ہے اور صاحب الغرض مجنونؔ[1] مشہور ہے سعد بن ربیعؓ کی زوجہ کچھ عرصہ تک صبر کرنے کے بعد پھر روتی ہوئی خدمت مبارک میں آئیں۔ ان کا رونا رحمت الٰہی کے لئے بہانہ بن گیا اور میراث کا سب سے آخری اور قطعی صاف اور مشرح حکم يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. آخر رکوع[2] نازل

---

[1] حاجت وضرورت میں آدمی دیوانے کی مانند ہو جاتا ہے ۱۲ [2] سے ۢ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً سے آخر رکوع تک حضرت جابر کے حال کے متعلق ہے یہاں مجازاً تمام رکوع کا شان نزول قصہ زوجہ سعد بن ربیع کو بیان کیا گیا ہے جیسے بعض روایتوں میں پورے رکوع کا شان نزول قصہ جابرؓ کو کہا گیا ہے ۱۲

ہو گیا جس میں زوجہ اور بیٹیوں کا حصہ بھی مقرر فرما دیا گیا ہے اور تمام وارثوں کے نہایت وضاحت سے یقینی اور قطعی حصے مقرر فرما دیئے گئے ہیں جنمیں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل میں سعد بن ربیع کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کے مال میں سے دو ثلث[1] لڑکیوں کو دے دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو اور جو کچھ باقی رہے وہ تمہارا ہے۔

اِسلام کے اس پُر حکمت اور سب سے آخری قاعدۂ میراث کے مطابق جو سب سے پہلی میراث تقسیم ہوئی ہے وہ یہی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی میراث تھی۔

اس کے بعد آپ نے اوس رضؓ کے مال میں سے بھی دو حصے تین بیٹیوں کو اور آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی چچازاد بھائیوں کو دلوا دیا اور اسی قاعدہ پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔

اب صیغۂ میراث کی اصلاح کامل ہو گئی اور کسی ناگواری کے بغیر عورتوں کا حق ثابت ہو کر نصف حصہ مقرر ہو گیا۔ یہ وہ حکم تھا جس نے عورتوں کی حالت کو بالکل بدل دیا اور اس انسانی فرقے میں جسے اہل عالم نے غیر ذی روح کے درجے میں ڈال رکھا تھا اس اسلامی حکم نے روح تازہ پھونک دی جیسے کہ دیگر احکام قرآنی نے اس مسکین اور قابل قدر جماعت کی خاص عزت وقعت قرار دی ہے ورنہ اہل دُنیا خصوصاً اہل عرب نے ان کو صرف ذریعۂ نسل اور سامان نشاط سمجھ رکھا تھا زمانہ جاہلیت میں اول تو کسی کو کبھی عورتوں کو میراث دینے کا خیال ہی نہ آیا اور اگر اتفاق سے عرب

---

[1] ذوی الثلثین کے متعلق جو ابن عباسؓ اور علماء میں اختلاف ہے اس کی نسبت سعد بن ربیعؓ کے قصے سے جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ دو بیٹیوں کا وہی حصہ ہے جو دو سے زیادہ کا ہے گو اس پر مختلف وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے لیکن سب سے بہتر یہ حدیث اور شان نزول ہے۔ چنانچہ محدثین اور مفسرین نے اس قصۂ دختران سعدؓ کو (باقی صفحہ ۳۲ پر)

کے ایک عاقل اور مصلح شخص عامر بن جشم کو خیال بھی آیا۔ تو اس نے بالکل مردوں کی برابر کر کے پورا حصہ کر دیا۔ جس پر چند روز ان کے پیرو اور تابع لوگوں نے عمل کیا اور پھر یہ قاعدہ بالکل متروک اور نسیاً منسیاً ہو گیا۔ ایسی ہی مثالوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عقول انسانی ہزار بلند پروازی کریں۔ لیکن اس احکم الحاکمین اور حکیم مطلق کی مصالح اور حکمتوں کی برابری نہیں کر سکتیں :

سوال :۔ یہ ظاہر ہے کہ عورت چونکہ خود مال حاصل کرنے سے عاجز ہے۔ لہذا وہ زیادہ قابل رحم اور مستحق مال ہے۔ تجارت، زراعت مثل مردوں کے نہیں کر سکتی۔ نیز شوہر کی خدمت اور بچوں کی پرورش میں مصروف رہتی ہے علاوہ ازیں وہ خلقتہً ضعیف ہے اور پھر حمل کی گرانی، پیدائش کی تکلیف، دودھ پلانے کی محنت اس کو بالکل ہی ناتواں بنا دیتی ہے نیز بوجہ ناقص العقل ہونے کے وہ اکثر فریب کھاتی ہے اور مال ضائع ہو جاتا ہے ان امور کے لحاظ سے عورتوں کو مردوں سے زیادہ حصہ دیا جانا مناسب تھا۔ ورنہ کم از کم برابر تو ضرور دیا جاتا یہ کیسا انصاف ہے کہ نصف کر دیا گیا :

جواب :۔ عورتوں کو خرچ کی بہت کم ضرورت ہوتی ہے عام حالت یہ ہے کہ نہ اپنا ضروری خرچ ان کے ذمہ ہوتا ہے نہ اولاد کا بلکہ شادی ہونے تک ماں باپ ان کی پرورش کرتے ہیں اور نکاح کے بعد ان کا تمام خرچ شوہر کے ذمے واجب ہو جاتا ہے

(بسلسلہ صفحہ ۳۱) جمہور کے استدلال میں شمار فرمایا ہے اور اوس بن ثابت کی میراث کے قصے سے لفظ فوق کو زائد کرنے کی خاص وجہ بھی معلوم ہو گئی یعنی چونکہ مورد اور مصداق نص اور شان نزول کے ایک ہو اور نہیں دو سے زائد بیٹیاں موجود نہیں لہٰذا ان کا حکم ذکر کیا گیا اور فوق اثنتین فرمایا گیا اور حکم دو بیٹیوں کا بھی دو ثلث ہے و ذکر دا الزیلعی لفظ فوق وجہاً بعضہا افضل من بعض ولکن لم ارمن تعرض لما ذکرتہ فللّٰہ الحمد ۱۲

اور پھر شوہر سے علاوہ میراث کے مہر کی بھی مستحق ہیں اور ہر قسم کے زائد خرچوں سے آزاد ہیں اس حالت میں تو نصف حصّہ بھی زیادہ معلوم ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ خود اپنے اور اولاد زوجہ کے تمام مصارف اس کے متعلق ہوتے ہیں۔ اولاد کی پرورش کے مصارف ان کی تعلیم کے اخراجات سب وہی دیتا ہے۔ شادی نکاح وغیرہ کے بڑے بڑے خرچوں کا بار وہی اٹھاتا ہے۔ شادی غمی اور تقریبات کا وہی متکفل ہوتا ہے مہمانوں کی میزبانی نہ کرے تو بخیل کہلاتا ہے۔ عام صورتوں میں خیرات اور چندہ بھی اسی سے طلب کیا جاتا ہے جتنی بیبیوں سے نکاح کرے ان کا مہر سر پر سوار رہتا ہے۔ معاملات رکھنے اور ملنے ملانے کی وجہ سے کبھی کبھی تاوان و نقصان بھی اسی کے سر پڑتے ہیں۔ مکان و دکان، لباس و نشان جس قدر ہیں کل کے خرچ ہیں سب اسی کے اوپر ہیں بخلاف عورت کے کہ کوئی بھی خرچ اس کے ذمّے نہیں چنانچہ یہ امر کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں خصوصاً اس زمانہ اور اس دیس میں پوری طرح اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں عورتوں کو مردوں سے نصف حصّہ ملنے کو اگر کوئی شخص زیادہ سمجھ لے تو چنداں تعجب نہیں نصف[1] حصّے کو خلاف انصاف سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔

جواب دوم[2]:۔ عورت کم عقل ہے اگر زیادہ مال ہوگا تو زیادہ ضائع کرے گی اور اس کے لئے کثرتِ مال باعث وبال ہو جائے گا اور طرح طرح کے فساد کرے گی۔ اس لئے کم مال دلا کر فساد سے بھی بچا لیا اور مستحق و حقدار قرار دے کر محرومی اور ناقدری سے

---

[1] عورتوں کو مردوں سے آدھا حصہ ملنے کی ایک واعظانہ وجہ یہ ہے کہ حوا علیہا السلام نے گندم کے تین حصے کر کے ایک کھا لیا اور ایک چھپا کر اپنے لئے رکھ دیا اور ایک آدم علیہ السلام کو کھانے کے لئے دیا گویا اپنا دو چند حصہ لیا منجانب اللہ اس کی یہ سزا دی گئی کہ ان کی تمام بیٹیوں کا حصہ نصف کر دیا گیا اور مردوں کا دو چند۔"

نجات بخشی۔

غرض اس آخری حکم نے میراث کے ان تمام احکام کی میعاد کو ختم کر دیا۔ جو چند روز کے لیے جاری کر دیئے گئے تھے اور سب اس کی وجہ سے منسوخ سمجھے گئے مہاجرین و انصار کی باہمی میراث کا قصہ ختم ہوا متبنیٰ کو ترکہ ملنے کا طریقہ معدوم ہوا۔ اور وارثوں کے لیئے وصیت ناجائز قرار دی گئی۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمادیا۔[1]

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ فَلَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ اب اسباب و علاقہ میراث صرف تین رہ گئے۔

(۱) **نسب** (۲) **نکاح** (۳) **ولاء** (یعنی باہمی معاہدہ وعہد اور غلام آزاد کرنے والے کا حق) اور تمام وارثوں کے وہ مختلف احکام اور حصے مقرر ہو گئے جو ہمیشہ کے لئے واجب العمل اور قیامت تک نافذ و جاری رہنے والے ہیں۔

یہ احکام میراث جو قرآن مجید کے نصف صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ ایسی بلیغ و فصیح اور مفید و مختصر عبارت میں ادا کر دیئے گئے ہیں اور فرائض و میراث کے مسائل و واقعات کے دفتر کے دفتر اس خوبی سے اس میں بھر دیئے ہیں کہ سمجھنے والے عش عش کرتے ہیں کہ الفاظ کا یہ اختصار و وضاحت اور معانی و مطالب کی حکمت طاقت

---

[1] یہ ارشاد آپ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مستحق کو اس کا پورا حق عطا فرمادیا ہے پس اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی، نسائی، ابن ماجہ دار قطنی نے روایت کیا ہے اور بخاری نے بھی ایک باب کا اس کو عنوان بنایا ہے۔ امام شافعی صاحب نے اپنی کتاب اُمّ میں اس حدیث کا متواتر ہونا ظاہر فرمایا ہے ۱۲

انسانی سے باہر ہے وہی ذات احکم الحاکمین ہے جس نے اس حسن انتظام سے مختلف حالات کے مناسب وارثوں کے مختلف حصّے تجویز فرمائے اور پھر ان کو اس خوبی سے بیان فرمایا۔ کہ وہ احکام جو بڑی بڑی عبارتوں میں بیان نہ ہوتے تنایہ مختصر آیتوں میں ادا ہو گئے بلکہ ایک ایک آیت اور ہر ہر لفظ میں متعدد احکام موجود ہیں۔

سلہ بطور مثال چند عام فہم امور ذکر کئے جاتے ہیں اوّل نہایت شفقت سے یوصیکم اللہ کہہ کر احکام کو شروع فرمایا اللہ تعالیٰ نہایت خیر خواہی سے تمکو حکم دیتے ہیں اور وارثوں میں سے پہلے اس قسم کے وارثوں کو بیان کرنا شروع کیا۔ جو بلاواسطہ میت سے علاقہ رکھنے والے ہیں اور پھر ان میں سب سے پہلے اولاد کا ذکر فرمایا جس سے میت کو سب سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور اس کو نہایت عزیز رکھتا ہے اور لخت جگر سمجھتا ہے اس کے بعد والدین کے حصّے ذکر فرمائے جو بلاواسطہ میت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اولاد کی بہ نسبت ان سے کم محبت ہوتی ہے۔ تیسرے نمبر پر شوہر اور زوجہ کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ ان سے اگرچہ میت بلاواسطہ غیر علاقہ رکھتا ہے لیکن باہم ایک دوسرے کا جز نہیں ہیں بخلاف اولاد اور والدین کے جب وارثان بلاواسطہ ہو گئے تو بھائی بہن کے حصّوں کو ذکر فرمایا جو میت سے بالواسطہ علاقہ رکھتے ہیں اور خاص ایسے بھائی بہنوں کا ذکر فرمایا جو صرف میت کی ماں میں شریک ہوں کیونکہ حضرت جابر رض آپ کے مشہور صحابی بیمار تھے اور اسی قسم کے بھائی بہنوں کی نسبت سوال کرتے تھے وان کان رجل یورث سے آخر رکوع تک حضرت جابر رض کے سوال کے جواب میں نازل ہوا ہے اسی نسبت سے بعض روایات میں کامل رکوع اور ابتدائے آیات کا شان نزول بھی قصّہ جابر رض کو بیان کر دیا گیا ہے۔ جب ایسے بھائی بہنوں کا حال معلوم ہو گیا تو لوگوں نے ایسے بھائی بہنوں کا حال پوچھنا شروع کیا جو صرف باپ میں شریک ہوں اور ماں باپ دونوں میں شریک ہوں یعنی حقیقی ہوں اس کے جواب میں سورۂ نساء کا آخری حکم ایسے بھائی بہنوں کی نسبت بھی نازل ہوا چونکہ جابر رض کے سوال کے جواب سن کر لوگوں نے اس قسم کے بھائی بہنوں کا سوال کیا تھا اسی تعلق سے بعض روایات میں خاتمہ سورۂ نساء کا شان نزول قصّہ جابر رض کو بیان کیا گیا و ہذا التطبیق بین الروایات لا یفہم الا من اوتی علما نافعا و فاد رکا لطیفۃ اور اولاد کے حصول میں اول بیٹوں کا حصہ بیان فرمایا۔ (باقی صفحہ ۴۰ پر)

باوجودیکہ ان احکام کی بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ظاہر ہیں اور کچھ نہ کچھ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن چونکہ عقل انسانی پوری مصلحت شناسی سے عاجز و قاصر ہوتی ہے بعض احکام کی حکمتیں بعض لوگوں کے ذہن و خیال میں نہیں آتیں کبھی عین منفعت کو مضرت سمجھنے لگتے ہیں اور کبھی سراسر مضرت کو منفعت۔ اس لئے انہیں احکام کے ذکر میں چند مرتبہ متنبہ کر دیا گیا کہ لوگ اپنے عزیز و اقارب میں سے نفع بخش اور نقصان رساں کو نہیں جانتے ربظاہر قوی و جوان دیکھ کر میراث دیتے تھے معلوم نہیں یہ ضعیف کس درجہ پر پہنچ جائے اور اس قوی کا کیا حال ہو جائے اور معلوم نہیں کون کس سے پہلے مر جائے) اور کم و بیش حصوں کی مصلحتیں اور حکمتیں نہیں پہچانتے۔ خدائے تعالیٰ ان سب باتوں سے خوب واقف اور سب سے زیادہ عالم ہے۔ اسی کے فرمانے پر اعتقاد رکھو اور سمجھو کہ دین و دنیا میں سے زیادہ نافع احکام اور مفید صورتیں تجویز نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ان الفاظ سے تنبیہ و تسکین فرمائی ہے اباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً فریضۃ من اللّٰہ ان اللّٰہ کان علیما حکیما ۝

فصل چہارم۔ ترکہ اور میراث کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان سے آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ فی الحقیقت انسان کسی چیز کا مالک نہیں۔ مالک و متصرف رب العالمین ہے لیکن بندہ کی ضرورتوں پر لحاظ کر کے کام نکالنے کے لئے مختلف ذریعوں سے اس کو بہت کچھ سامان دے دیا ہے جس کو

(بسلسلہ صفحہ ۳۵) کیونکہ مرد کو ایک فضیلت و شرافت عورتوں پر حاصل ہے ملاطفت اس میں یہ ہے کہ جن لوگوں کے دل پر عورتوں کو میراث ملنے کا حکم باقتضائے طبیعت شاق گذرتا ہو ان کو ایک قسم کا جواب مل جائے (باقی صفحہ ۳۷ پر)

نہ یہ ہمراہ لایا تھا نہ ساتھ لے جائے گا۔ البتہ بعض ذریعے اور اسباب ایسے ہیں کہ ان سے سامان اس کو حاصل ہوا ہے اس کو شریعت نے اس کا مملوک اور اس شخص کو مالک قرار دے دیا ہے۔ مثلاً خرید۔ فروخت۔ میراث۔ ہبہ وغیرہ سے جو چیزیں اس کے تحت تصرف میں آئی ہیں وہ اس کی مملوک اور یہ ان کا مالک کہلاتا ہے اور اگر کسی سے مستعار لے کر یا چوری اور غصب وغیرہ کرکے کوئی چیز حاصل کرے شرعاً ملک نہیں اور یہ اس کا مالک نہیں گو اس سے بلا تکلف اسی طرح آرام و نفع اٹھاتا ہے جیسے اپنی مملوک چیزوں سے۔
پس وہ تمام مال جس پر شریعت نے اس کے ملک اور مملوک ہونے کا حکم لگا دیا ہے اور غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق نہیں اور میت اس کو چھوڑ کر رخصت ہو گیا ہے وہ سب ترکہ اور مال میراث کہلائے گا خواہ اس کو باپ دادا اور ماں وغیرہ کسی رشتہ دار کی طرف سے میراث میں پہنچا ہو یا زوجہ یا شوہر کی جانب سے ملا ہو یا اس نے اپنا روپیہ اور محنت لگا کر خرید اور حاصل کیا ہو۔ غرض جو چیزیں بوقت مرگ آخری دم میں اس کی خاص

اور تسلی ہو جائے کہ بس اور کیا چاہتے ہو مرد کو عورت سے دوچند دلوا دیا گیا۔ اگر اس طرح ابتدا فرماتے کہ عورت کو مرد سے نصف ملے گا تو یہ خوبی باقی نہ رہتی۔ اس طرز میں ایک دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ جب صرف بیٹا ہو اس کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ کیونکہ اول یہ قاعدہ ہوا کہ مرد کو عورت سے دوچند ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیٹی جب تنہا ہو تو اس کو نصف ملتا۔ پس بیٹا اگر تنہا ہے تو اس کو نصف کا دوچند یعنی کل مال مل جائیگا جو ذوی الفروض کے بعد باقی رہے۔ اگرچہ یہ حکم احادیث صحیحہ سے بھی معلوم ہو گیا ہے لیکن نص قرآنی اور آیات قرآنی بھی اس سے خالی نہیں ۱۲ من اسفار المحققین۔

؎۲ یعنی تم یہ نہیں جانتے کہ تمہارے والدین اور اولاد میں سے تمہارے لئے زیادہ نافع کون ہے۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے ہیں جو بڑا علیم و حکیم ہے ۱۲

مملوک تھیں خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وُہ چیزیں زمین، باغ، مکان، نقد زیور، کپڑا، جانور ہوں یا گھر کا اسباب و آرائش کا سامان۔ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ میں داخل ہے اور سب چیزوں سے وارثوں کا حق متعلق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہیں وُہ بھی اس میں داخل ہیں اور اگر میت کی جیب میں ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو حق نہیں کہ بلا اجازت وارثوں کے اس کو منہ میں ڈالے کیونکہ وہ وارثوں کا ہے کسی ایک آدمی کا حصہ نہیں۔

بعض لوگ دریافت کیا کرتے ہیں کہ صاحب وہ مال تو اس کے باپ کی طرف سے نہیں پہنچا تھا۔ بلکہ خود اس نے اپنی کمائی سے خریدا تھا پھر اس کے بھائی کو حصّہ کیوں دیا گیا لہٰذا مطلع ہونا چاہیئے کہ بوقتِ وفات جس قدر مال میت کے پاس ہوتا ہے سب میں میراث جاری ہوتی ہے۔ بھائی کے مال و ترکہ میں سے اگر بھائی اور بہنوں کو کچھ دیا جاتا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں دیا جاتا کہ ان کے باپ کا مال ہے بلکہ اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کے بھائی نے چھوڑا ہے۔

جو مال میت کو ایسے ذریعہ سے ملا ہو کہ شریعت نے اس پر ملک ہونے کا حکم نہیں لگایا یا غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ میں داخل نہ ہوگا۔ پس

(۱) جو چیز میت نے کسی سے عاریۃً (مانگی ہوئی) لی تھی یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھی، ان میں میراث جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ میت کی ملک نہیں۔

(۲) اگر میت نے کسی کا مال غصب (لوٹ) یا چوری یا خیانت کر کے رکھ لیا۔ تو اس میں

لہ: بیع قبل ادا ءالضمان اگر میت نے قبضہ کر لیا تھا اور قیمت ادا نہیں کی تھی تو اس شے کو بائع واپس نہیں لے سکتا یہ ترکہ میں داخل ہوگی اور اس کی قیمت بقاعدہ قرض ادا کی جائے جس کا حال فصل ۲ قرض میں مذکور ہوگا۔

میراث جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ شریعت نے ان پر مالک ہونے کا حکم نہیں لگایا بلکہ دوسرے لوگ ان چیزوں کے مالک ہیں۔

(۳) علیٰ ہذا القیاس جو چیز میت نے خرید لی تھی لیکن قیمت ادا نہیں کر سکا اور اس شے پر قبضہ بھی نہیں کیا تھا بلکہ بائع ہی کے پاس موجود تھی اور میت نے اس کے سوا کوئی مال بھی نہیں چھوڑا وہ ترکہ میں داخل نہ ہوگی۔ ایسے ہی وہ چیز جس کو بعوض دَین کے رہن کر دیا تھا اور اس دین کے ادا کرنے کے لئے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا میت کے ترکہ میں داخل نہیں اور میراث ان میں جاری نہ ہوگی یعنی جب میت کے پاس اور کچھ مال ہی نہیں ہے تو وہ بائع جس نے اپنی چیز کی قیمت نہیں پائی۔ اور وہ قرضخواہ اور مرتہن جس کا قرض ابھی موصول نہیں ہوا ان چیزوں کو جو ان کے قبضہ میں موجود ہیں فروخت کرا کر سب سے پہلے اپنا حق لے سکتے ہیں ان کا حق ادا ہو جانے کے بعد فروخت شدہ کی قیمت میں سے کچھ باقی رہے تو وہ ترکہ سمجھا جائیگا۔ اور اس میں تجہیز و تکفین قرض و وصیت حسب قاعدہ جاری ہوں گے۔ اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو عزیز و اقربار اپنے پاس سے تجہیز و تکفین کریں۔

(۴) بیت المال سے (یا فی زمانہ سرکار پاکستان سے) جو وظیفہ یا پنشن ملتی ہے وہ جب تک وصول نہ ہو جائے اس وقت تک ملک میں داخل نہیں ہوتی۔ لہٰذا میت کا جو وظیفہ اور پنشن وقت وفات تک واجب شدہ ہے اور ہنوز وصول نہیں ہوا وہ ترکہ اور میراث میں داخل نہ ہوگا اور بطور میراث کے اس میں وارثوں کے حصے اور حقوق جاری نہ ہوں گے۔

سوال:۔ آج کل جو چند ماہ کی واجب شدہ پنشن بعد وفات سرکار سے

وصول ہوتی ہے وہ اگر وارثوں کا حق نہیں تو پھر کس کو دی جائے اور اگر وارثوں کا حق نہیں تو ان کو وصول کرنا سرکار سے جائز ہے یا نہیں۔

جواب[۱]:- وظیفہ اور پنشن جس کو سرکار سے عطا ہو جائے اسی کا ملک اور حق ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا انعام ہے اجرت نہیں۔ اب مستحق کی وفات کے بعد سرکار کو تو یہ یقین ہوتا ہے کہ میت اس مال کو نہیں لے گا اسی ارادے سے عطا ہوتا ہے کہ اس مستحق میت کے وارث اس کو باہم تقسیم کر لیں۔ لہٰذا از طرف سرکار بھی وارث اس کے مالک ہوں گے اور باہم تقسیم کریں گے اور آئندہ کے لئے اگر یہ پنشن جاری رہے تو سرکار میں جس کا نام لکھ کر عطا کی جائے وہی مستحق ہوگا (جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا)

(۵) جس چیز کے ساتھ شرعاً کسی کا حق نہیں لیکن میت نے اپنی طرف سے اس شے کو کسی کے نامزد کر دیا ہے اور ابھی اپنی ملک سے نکال کر اس شخص کی ملک اور قبضے میں نہیں دیا۔ میت کے انتقال کے بعد اس شے میں میراث جاری ہوگی اور سب وارثوں کا حق سمجھی جائیگی جس کے نامزد[۲] کی تھی۔ اس کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مثلاً زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لئے نقد و جنس بہت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے کی شادی میں صرف کروں گا یا بیٹی کے لئے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز میں دونگا اتفاق سے زید کا انتقال ہو گیا تو اس سب مال و اسباب و زیور میں جملہ وارثوں کا حق ہوگا۔ اس بیٹے اور بیٹی کا کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا۔ بلکہ بقاعدۂ فرائض جس قدر اس کا حق ہے وہی ملیگا مثلاً مسجد تعمیر کرنے کے لئے یا کنواں بنانے کے واسطے یا فی سبیل اللہ

---

[۱] یہ جواب از افادات علمائے محققین ہے غلط خیال نہ کرنا چاہیئے احقر اس پر نتیجہ ظاہرہ متفرع کرتا ہے کہ اگر میت مقروض ہو تو اس روپیہ میں قرضخواہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور وصیت وغیرہ کے نفاذ میں اس مال کا شمار و اعتبار نہ ہوگا ۱۲

(دیکھئے صفحہ ۴۱)

تقسیم کرنے کے ارادے سے روپیہ رکھا تھا یا اینٹ پتھر وغیرہ خرید کر ڈال لئے تھے۔ یا حج کرنے کے واسطے اشرفیاں خرید کر رکھی تھیں اور قضائے الٰہی سفرِ آخرت پیش آگیا۔ تو یہ سب چیزیں داخل ترکہ ہو کر میراث میں تقسیم ہوں گی البتہ اگر ان چیزوں کے سرانجام کرنے کی وصیت کر گیا ہو تو بموجب قواعدِ وصیت اس پر عمل کیا جائے۔

(۶) جاگیریں[۱]، مدارس اور خانقاہ وغیرہ کو سلاطین گذشتہ نے واسطے اخراجات طلبہ و مساکین و فقراء و دیگر کسی شخص خاص کے نامزد فرما دی یا بطور مددِ معاش نسلاً بعد نسل عطا کر دی ان میں میراث جاری ہوگی اور نامزد شدہ شخص کے وارثانِ شرعی میں تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر خاص وجوہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ شاہانِ سابق نے خاص اپنے مال سے وقف کر کے ان کو صرف متولّی مقرر کیا تھا تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی اور حق تولیت اسی شخص کو پہنچے گا جو قابل و لائق ہو جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔

تنبیہ: یہاں تک بیان ہوا کہ میّت کی تمام مملوکہ چیزوں میں میراث جاری ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ حقوق جو میّت کو حاصل ہیں اور جن کا اس کو مالک کہہ سکتے ہیں ان میں سے بعض میں میراث جاری ہوتی ہے مثلاً

(۱) میّت نے مشترکہ مکان میں حصہ لیا تھا جس میں سب حصہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے اس راستے میں آمد و رفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اس کے وارثوں کو بھی حاصل رہے گا اور اس حق میں میراث جاری ہوگی۔ یا کوئی مزروعہ زمین خریدی تھی

[۱] بسلسلہ صفحہ ۴۰ لیکن وارثوں کو وصیت کر دی کہ جب میرا ترکہ تقسیم ہو تو فلاں شے فلاں وارث کے حصے میں لگا دینا تو اس وصیت کو پورا کر دینا بہتر ہے بشرطیکہ وہ اس کے حصے سے زیادہ نہ ہو اور دوسرے مستحق وارث اس پر راضی بھی ہوں ۱۲ منہ تحقیق اس کی شامی حاشیہ درمختار میں ہے اور تفصیل مولانا عبدالحی صاحب رح کے فتاویٰ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔

جس میں سب شرکار کو ایک چشمے یا کوئیں سے زراعت کو پانی دینے کا حق تھا میت کا یہ
زکہ اس کے وارثوں کو پہنچے گا اور میراث جاری ہوگی۔

(۲) میت کے پاس جو چیز رہن تھی اور جب تک قرض وصول نہ ہو جائے اس کے
روکنے کا حق حاصل تھا اس کی وفات کے بعد وارثوں کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک
قرض وصول نہ ہو اس شئے مرہونہ کو مالک کو واپس نہ دیں۔

اور بعض حقوق ایسے ہیں جن میں میراث جاری نہیں ہوتی مثلاً

(۱) زید کے ہمسایہ کا مکان فروخت ہوا اور زید نے حق شفعہ کا دعویٰ کر کے مکان لینا چاہا
ابھی مکان اس کو نہیں دلایا گیا تھا کہ قضا آ گئی اور قبر میں جا کر حق ملک اور حق شفعہ
سب بھول گیا۔ اب اس کے وارثوں کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ شفعہ کا دعویٰ کر کے خریدار
سے مکان لے لیں بلکہ وہ حق شفعہ بھی میت کے ساتھ دفن ہو گیا اب وہ مکان خریدار
ہی کے پاس رہ جائے گا۔

البتہ اگر کبھی دوبارہ یہ مکان فروخت ہو تو اس وقت دوبارہ از سر نو اس کے
وارثوں کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

(۲) میت نے جو چیز کسی سے دو ماہ کے لیے مستعار لی تھی اور وہ دو ماہ ختم ہونے سے
پہلے مر گیا اب وارثوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ دو ماہ تک اس چیز سے نفع اٹھا کر واپس دیں بلکہ
بعد وفات میت فی الحال اصل مالک اپنی چیز واپس لے سکتا ہے۔

(۳) میت نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی تھی کہ تین روز تک مجھ کو واپس کر دینے
کا اختیار ہے بعد وفات میت کے وارثوں کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ شرط کی وجہ سے اس
شے کو واپس کر سکیں خواہ تین روز ختم ہو گئے ہوں یا نہ ہوتے ہوں۔ البتہ اگر اس

شے میں کوئی عیب نکل آوے تو وارث اس کو واپس کر سکتے ہیں۔

(۴) اگر میت مورث کسی قوم کا سردار یا شہر و محلہ کا امام یا خانقاہ کا سجادہ نشین تھا یا کسی وقف کا متولی تھا تو یہ حق اس کے وارثوں کو نہ پہنچے گا نہ سب کو نہ کسی ایک کو بلکہ جو شخص اہلیت اور لیاقت ان امور کی رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق سے اس کو مقرر کر دیں یا حاکم وقت کی طرف سے معین کر دیا جائے وہی حق دار ہو جائے گا۔ میت کی طرف سے بطور وراثت کے نہیں بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کر دینے کی وجہ سے یہ نہ چاہیئے کہ بلا لحاظ اہلیت خواہ مخواہ مورث کی جانشینی کو مایہ فخر سمجھ کر یا حصول زر کا ذریعہ خیال کر کے اس کے عہدہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(۵) من جانب سرکار و حاکم وقت میت کی جو پنشن اور وظیفہ مقرر تھا اب بعد وفات میت بطور میراث کے اس کے وارث اس کے مستحق نہ ہوں گے۔ ہاں اگر حاکم وقت آئندہ اپنی خوشی سے جاری رکھے تو وہ جس کو عطا فرمائے اور مستحق سمجھے وہی شرعاً حق دار سمجھا جائے گا۔

الحاصل بعض حقوق اور وہ تمام مال جس پر کسی دوسرے کا حق ثابت نہ ہو اور شریعت نے میت کو زندگی میں اس کا مالک بنا دیا ہو اور میت اس کو چھوڑ کر مر جائے شرعاً ترکہ کہلاتے ہیں (یعنی میت نے ان کو چھوڑ دیا) اسی ترکہ میں میراث جاری ہوتی ہے لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ پوری نہ کر دی جائیں ترکہ میں میراث جاری نہ ہو گی:-

دُوسرا باب جو چیزیں میراث پر مقدم ہیں

تین چیزیں ایسی ہیں جن کا خرچ تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔ ان پر مال صرف کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں میراث جاری ہوگی اور وارثوں کا حق ہوگا اور اگر میت کا ترکہ انہیں چیزوں کے خرچ میں ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں۔ تجہیز تکفین۔ دین یعنی قرض۔ وصیت۔ اب ان تینوں کو تین فصل میں بیان کیا جاتا ہے :۔

فصل اول تجہیز تکفین کا بیان

میت کے ترکہ میں سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے مگر یہ کام بہت سیدھے سادے شرعی طریقہ سے سنت[1] کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے پارچوں کی تعداد و مقدار سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جس کو وہ اکثر پہن کر گھر سے باہر نکلنا اور لوگوں کے سامنے آنا اور بازار و مسجد وغیرہ میں پہن کر جاتا ہو نہ اس قدر کم قیمت اور ردی کفن دیں جس سے اس کی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دے دیں کہ جس میں اسراف ہو اور وارثوں کے حق میں نقصان آ دے ایسے ہی معمولی خام قبر بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب۔ غسّال کی اجرت اور

---

[1] یہ طریقہ مالابدمنہ۔ مفتاح الجنۃ۔ بہشتی زیور۔ مسافر آخرت میں ملاحظہ کرو۔

گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسی طرح حسب حیثیت متوسط درجہ کا کریں قبر کے لئے اگر عام مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے یا کسی خاص وجہ سے اجازت نہ ہو تو قبر کے لئے زمین خرید لی جائے۔ اس کی قیمت بھی دیگر سامان تجہیز و تکفین کے مانند ترکہ میں سے محسوب ہوگی۔

کفن دفن کے سامان میں فضول خرچی کرنے سے یا تو وارثوں کے حصے میں کمی آتی ہے اور اگر میت کا مال صرف قرض ادا کرنے کی مقدار یا اس سے کم ہے۔ تو قرضخواہوں کا حق تلف ہوتا ہے۔ کیونکہ کفن دفن کے سامان میں جس قدر زیادہ صرف ہوگا مال کم رہتا جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ

(۱) اگر میت کا مال قرض سے کم یا بالکل قرض کے برابر ہو تو کفن دفن کے سامان میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہرگز جائز نہیں ÷

(۲) اگر میت کے ذمے قرض ہی نہیں یا مال قرض سے زیادہ ہے تو اگر سب وارث بالغ ہیں اور سب کی اجازت سے صرف کیا گیا ہے تو سب کے حصے میں محسوب ہوگا ÷

(۳) اگر وارث نابالغ ہیں تو ان کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ ان کے حصے میں کمی نہ آئے گی بلکہ اجازت دینے والے بالغ لوگوں کے ذمے اس فضول خرچی کا تاوان ہوگا ÷

(۴) اگر سب نے اجازت نہیں دی تو جس جس نے اجازت دی ہے اس کے ذمے اس کا تاوان پڑے گا ÷

(۵) یہ بڑا چادرہ جو جنازے کے اوپر ڈھانپ دیا جاتا ہے کفن میں داخل نہیں اور ایسے ہی وہ جانماز جو کفن کے کپڑے میں سے امام کے لئے بچا لی جاتی ہے کفن

میں داخل نہیں اور فضول ہے۔ پس اگر میت کے پاس ادائے قرض سے زیادہ مال نہ ہو یا وارث نابالغ ہوں تو یہ جانماز اور چادر بنا کر قرض خواہوں اور یتیموں کا نقصان کرنا ہرگز جائز نہیں سخت ممنوع ہے بعض ناواقف لوگ اس مسئلے کو سُن کر ہنسیں گے لیکن یہ سن کر ان کی آنکھیں کھل جائیں گی کہ معتبر کتب شریعت میں یہاں تک لکھا ہے کہ اگر میت زیادہ مقروض ہو تو وارثوں پر قرض خواہ جبر کر سکتے ہیں کہ صرف دو ہی کپڑوں میں دفن کر دو یعنی کفن مسنون سے بھی ایک کپڑا (کفنی یا تہمد) کم کرا سکتے ہیں پھر ان زائد چادروں اور جانمازوں کی کیا حقیقت ہے۔

تنبیہ:۔ جیسے کفن دفن میں فضول خرچی ناجائز ہے اور اجازت دینے والے بالغوں کے حصے پر اس کا تاوان پڑتا ہے اسی طرح دیگر صدقات وخیرات جو میت کے وفات کے بعد کئے جاتے ہیں غلّہ اور کپڑے پیسے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ یہ ہرگز مصارف تجہیز وتکفین میں محسوب نہ ہوں گے۔ بلکہ کرنے والے اور اجازت دینے والے بالغوں کے ذمے تاوان واجب ہوگا۔ اس معاملہ میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ بعض دفعہ میت کے وارثوں میں چھوٹے چھوٹے بے خبر قابل رحم یتیم بچے ہوتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار رسوم کی پابندی اور مال مفت دل بے رحم سمجھ کر خوب جا و بیجا صرف کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب اپنے سر دھرتے ہیں کبھی یہ ہوتا ہے کہ سلے ہوئے تیار شدہ تمام یا اکثر کپڑے میت کی طرف سے خدا واسطے دے دیئے جاتے ہیں حالانکہ خود وارث ان کے محتاج اور مستحق ہوتے ہیں۔ شوہر مر جاتا ہے اور زوجہ اور بچے رہ جاتے ہیں تو زوجہ صاحبہ بے دھڑک اس کے مال میں فاتحہ ورود کرتی ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ یہ مال معصوم بچوں کا حق ہے اگرچہ وہ اُن کی ماں ہے لیکن ان کے مال کو

بلاضرورت خرچ کرنے کی مختار نہیں۔

میّت کی طرف سے صدقہ کرنا بے شک بہت پسندیدہ اور باعث ثواب ہے میت منتظر رہتی ہے اور حقیر سے حقیر چیز بھی اس کو ثواب پہنچانے کے لئے خالص نیت سے خدا واسطے دی جائے تو اس کو اس عالم میں نہایت نفع پہنچاتی ہے۔ عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے یا درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہ عرض کرتے تھے کہ ہمارے صدقہ وخیرات سے ہمارے والدین کو نفع ہوگا یا نہیں تو آپ ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے تھے کہ ہاں نفع ہوگا ان کی طرف سے صدقہ کرو لیکن یہ صدقات اسی وقت پسندیدہ و نافع ہو سکتے ہیں کہ شریعت کے موافق ہوں۔ شریعت حکم کرتی ہے کہ یتیموں اور غریبوں کے مال پر ہاتھ صاف مت کرو بلکہ جس کسی کو توفیق ہو اپنے حلال مال سے صدقہ کرے اور دل سے یا زبان سے کہہ لے کہ فلاں میت کو اس کا ثواب پہنچ جائے :

(۷) یہ جو کئی جگہ وارثوں اور خرچ کرنے والوں پر تاوان لازم ہونے کا بیان ہوا یہ اس وقت ہے کہ میّت نے ان امور کی وصیّت نہ کی ہو۔ اگر اس نے وصیّت کی تو اس کا حکم وہی ہے جو وصیّت کے بیان میں آوے گا کہ ثلث مال سے اگر پورا ہو سکے تو کردیں ورنہ وارثوں کو اختیار ہے۔ مثلاً اپنی حیثیت[1] سے زیادہ بیش قیمت کفن کی وصیّت کر گیا تو اس کی حسبِ حیثیت معمولی درجے کے کفن کا خرچ اس کے ترکہ میں سے لے کر اب باقی مال کو دیکھیں کہ حیثیت سے بڑھ کر دینے میں جس قدر مال زیادہ خرچ ہوگا وہ اس باقی ماندہ مال کے ثلث میں سے پورا ہو سکتا ہے یا نہیں اگر پورا ہو سکتا ہے تو زیادہ خرچ کرکے اس کی وصیت کے موافق کفن دے دیا جائے اور اگر

[1] اس کی تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

وہ خرچ جو حیثیت سے زیادہ دینے میں بڑھے گا ثلث سے پورا نہیں ہو سکتا ۔ تو وارثوں کو اختیار ہے خواہ زیادہ خرچ برداشت کر کے اس کی وصیت کے موافق کفن دیں یا حسب حیثیت متوسط درجے کا کفن دیں۔ اور اگر خلاف سنت وصیت کی ہے۔ مثلاً مرد نے کہا کہ مجھ کو پانچ کپڑے کفن میں دینا عورت نے کہا کہ مجھ کو سات آٹھ کپڑے دینا تو خلاف سنت اختیار کر کے اس قسم کی وصیت کو پورا کرنا ہرگز جائز نہیں چنانچہ میت کے بیان میں اس کا ذکر آوے گا ؛

مسئلہ :- اگر کوئی شخص فی سبیل اللہ میت کے لئے اپنے پاس سے کفن دینا چاہتا ہے یا قبر کی اجرت دینا چاہتا ہے تو وارثوں پر اس کا قبول کرنا لازم[1] نہیں خواہ میت مقروض ہو یا نہ ہو قرض خواہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم دوسرے شخص کے دیئے ہوئے کو قبول کیوں نہیں کرتے اور میت کا مال کفن میں خرچ کر کے ہمارا کیوں نقصان کرتے ہو۔ اس لئے کہ بقدر تجہیز و تکفین شریعت نے میت کے لئے اس کے مال میں بعد مرگ بھی حق مقرر فرما دیا ہے۔ اس میں قرضخواہوں کو دست اندازی جائز نہیں۔ البتہ اگر وارث خدا واسطے کے کفن کو خوشی سے منظور کر لیں تو جائز ہے علیٰ ہذا القیاس وارثوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ میت کو کسی عام قبرستان اور گور غریباں میں دفن کریں بلکہ اگر چاہیں تو بمقدار قبر زمین خرید کر اس میں دفن کریں کوئی وارث ہو یا قرض خواہ اس سے مانع نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے عام گورستان میں دفن کر دیں تو جائز ہے ؛

---

[1] البتہ اگر بعض وارث نابالغ ہوں تو قبول کرنا ضروری ہے لیکن بالغ وارث کہیں کہ ہم اپنے مال سے تجہیز و تکفین کر دیں گے تو بھی دوسرے کو قبول کرنا ضروری نہیں رہتا ۱۲ منہ

(۲) اگر کوئی غیر شخص یا کوئی خاص وارث عمدہ کفن اپنی طرف سے دیدے تو مضائقہ نہیں ۔ یا یوں کہے کہ متوسط درجے کے کفن کا خرچ ترکہ میں سے لے لو اور باقی زیادہ خرچ میں اپنی طرف سے دوں گا تب بھی جائز ہے ؛

(۳) اگر اتفاق سے درندوں نے قبر اکھیڑ ڈالی اور کفن ضائع کر کے مردے کو نکال ڈالا یا کفن چور نے مردے کو نکال کر برہنہ ڈال دیا تو دوبارہ بھی کفن کا خرچ اصل ترکہ مال سے دلایا جائے (ایسی صورت میں غسل و نماز دوبارہ نہیں کیا جاتا)

(۴) عورت کا اگر شوہر موجود ہے تو عورت کا خرچ اس کے ذمے واجب ہے عورت کے ترکہ میں سے اس کا خرچ نہ لیا جائے ۔ اور اگر شوہر نہیں تو حسب معمول مرنے والی کے ترکہ سے خرچ کیا جائے ؛

(۵) اگر میت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہیں چھوڑا جس سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے تو اس کے وارثوں سے بموجب حصہ میراث چندہ جمع کیا جائے یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو زیادہ میراث ملتی اس سے اسی حساب سے کفن دفن کا چندہ زیادہ لیا جائے اور جس شخص کو کم میراث ملتی اس سے اب اسی اندازے سے کفن دفن کا خرچ کم لیا جائے ؛

(۶) اگر میت کے کوئی رشتہ دار نہ ہو یا ہوں مگر مفلس محتاج ہوں یا اس جگہ موجود نہ ہوں مسافت بعیدہ پر ہوں تو تمام خرچ بیت المال (یعنی اسلامی بادشاہ کے خزانے) سے دلایا جائے ؛

(۷) اگر اسلامی حکومت اور بیت المال موجود نہ ہو تو اہل محلہ و اہل شہر میں ان لوگوں پر واجب ہو گا جن کو اس میت کے حال کی اطلاع ہوئی وہ سب چندہ کر کے اس کا سامان کریں ۔ اگر خود ان سب سے بھی نہ ہو سکے تو ان پر واجب ہے کہ دوسرے مسلمانوں

سے چندہ مانگ کر اس مرد مسلمان کی تجہیز و تکفین کریں لیکن چندہ اسی قدر جمع کرنا چاہیئے جو ضروریات کفن و دفن کو کافی ہو جائے۔ سوال کے روپے سے کفن کی چادر جا نماز بنانا جائز نہیں بلکہ ضروری خرچ کے بعد جو کچھ باقی رہے شرعاً اس چندہ کا لوٹانا اور واپس کرنا واجب ہے۔ الغرض میراث پر جو چیزیں مقدم ہیں ان میں سب سے اول تجہیز و تکفین ہے۔ جب تک اس کے خرچ سے کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ قرضخواہوں کو کچھ مل سکتا ہے نہ وارثوں کو پہنچ سکتا ہے۔

فصل دوم قرض کا بیان

جب تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے تو قرض ادا کیا جائے کیونکہ جیسے زندگی میں بدن کا لباس قرض سے مقدم ہے اور دائن اس کو نہیں لے سکتا اسی طرح بقدر کفن دفن حق میّت ہے دائن کی رعایت سے وہ حق تلف نہ ہوگا۔

ف: بعض کتابوں میں لکھا ہے ایک قرض ایسا بھی ہے جو تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہے مثلاً وہ شے جو قرضخواہ کے پاس رہن ہے یا وہ چیز جس کو میّت نے خرید لیا تھا لیکن قیمت ابھی ادا نہ کی تھی اور اس پر قبضہ کیا تھا بلکہ اصل مالک اور بائع کے قبضے میں تھی ان صورتوں میں قرضخواہ اپنا قرضہ اور بائع اپنی قیمت ان چیزوں سے وصول کر سکتا ہے اور یہ تجہیز و تکفین سے مقدم ہیں لیکن آپ کو ترکہ اور مال میراث کی تعریف سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو چیزیں تجہیز و تکفین سے مقدم ہیں اور جن پر غیر کا حق لگا ہوا ہے وہ حقیقت میں ترکہ ہی نہیں۔ ترکہ وہی ہے کہ میت اپنی وفات کے وقت خالی

از حقوق غیر چھوڑے پس ترکہ[1] میں کوئی ایسا حق نہ ہوا جو تجہیز و تکفین سے مقدم ہو۔ اب ادا کرنے کے قاعدے لاحظ کرو۔ قرض کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) اول وہ جو صحت میں (یعنی مرض الموت سے پہلے) میت کے اقرار سے ثابت ہو (یا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو یا عام طور سے لوگوں کے مشاہدے اور معائنہ سے ثابت ہو (مثلاً سب کے سامنے زید نے ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کرکے ہندہ سے نکاح کیا ہے تو ہندہ کا ایک ہزار روپیہ زید کے ذمے بہ بالمشاہدہ ثابت ہو گیا یا سب لوگوں کے سامنے زید نے کسی سے غلّہ خرید اتھا یا کپڑا خرید اتھا یا سب لوگوں کو عام طور سے معلوم ہے کہ زید کے مرض میں فلاں عطار یا فلاں ڈاکٹر سے دوا قرض لی جاتی تھی (۲) دوم وہ جس کا مرض الموت میں میت نے اقرار کر لیا۔ مثلاً کہا کہ فلاں شخص کا اس قدر روپیہ میرے ذمے واجب ہے یا میں نے اس کی فلاں شے ضائع کر دی تھی اس کی قیمت میرے ذمے واجب ہے اور صرف میت کا اقرار ہی اقرار ہے گواہوں سے یا عام مشاہدے سے یہ بات ثابت نہیں۔ جب قرض کی دو قسمیں[2] معلوم ہو گئیں۔ تو اس کے ادا کرنے کے قواعد سُن لو۔

(۱) اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونوں قسم کے قرضوں کی ادائیگی کے لیے کافی ہے تو بلا تکلف دونوں قسم کے قرض ادا کر دیئے جائیں۔

(۲) اگر صرف ایک ہی قسم کا قرض ہے اور مال کافی ہے تو بھی بلا تکلف قرض ادا کر دیا جائے

---

[1] چنانچہ باب اول کی فصل چہارم کے نمبر ۳ میں اس کا بیان گزر چکا ہے ۱۲ [2] زیادہ قسمیں بنانے میں حکم سمجھانا ذرا دشوار ہوتا لہٰذا دو قسمیں بنا دی گئیں (ملاحظہ فقہیہ ۱۲

(۳) اگر مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں اور قرض ایک ہی قسم کا اور ایک ہی شخص کا ہے تو جو کچھ مال تجہیز و تکفین کے بعد باقی رہے وہ اس کو دے دیا جائے باقی کو وہ اگر چاہے معاف کر دے۔ یا آخرت پر موقوف رکھے وارثوں کے ذمے اس کا ادا کرنا لازم نہیں ؛

(۴) اگر ایک ہی قسم کا قرض ہے مگر کئی آدمیوں کا ہے تو سب کو وہ مال دے دیا جائے کہ حصہ رسد تقسیم کر لیں یعنی جس کا قرض زیادہ ہو زیادہ لے اور جس کا قرض کم ہو وہ اسی حساب سے کم لے۔

مثال (۱) حصہ رسد تقسیم ہونے کی :- زید کے ذمے تین سو روپیہ عمرو کا واجب ہے پچاس بکر کا ڈیڑھ سو خالد کا۔ پانچ سو قرض ہوا- اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف اڑھائی سو روپیہ باقی رہا- تو ڈیڑھ سو روپے عمرو کو دیئے جائیں (یعنی اس کے قرضے سے نصف) اور پچیس بکر کو (یعنی اس کے قرض کا نصف) اور پچھتر خالد کو (یعنی ڈیڑھ سو کا نصف)

مثال (۲) زید کے ذمے پانچ روپے عبد اللہ کے واجب ہیں۔ دو روپے احمد حسن کے تین روپے معید خاں کے کل دس روپے قرض ہوئے اور زید کی تجہیز و تکفین کے بعد صرف دو روپیہ چھ پیسے باقی رہے (یعنی آٹھ چونیاں اور چھ پیسے) تو پانچ روپے والے کو ایک روپیہ (یعنی چار چونیاں) اور دو روپے والے کو پانچ آنے دیئے جائیں (یعنی ایک چونی اور چار پیسے) اور تین روپیہ والے کو ۱۲؍ دیئے جائیں۔

قاعدہ (۵) اگر دونوں قسم کا قرضہ ذمے پر واجب ہے اور مال دونوں

کی ادائیگی کو کافی نہیں ہے تو پہلے اول قسم کے قرض ادا کئے جائیں۔ ان میں سے جو کچھ باقی رہے وہ دوسرے قسم کے قرض میں ادا کیا جائے۔ اور اگر دوسرے قسم کے قرض خواہ کئی آدمی ہوں تو اس باقی ماندہ کو بحصہ رسد تقسیم کرلیں ؛

(۶) جب مال اس قدر کم ہو کہ قسم اول کے قرضوں کے لئے بھی کافی نہیں تو بس قسم اول ہی کے قرضخواہوں کو دے دیں اگر ایک ہی شخص کا قرض ہے تو سب مال وہی لیگا اور اگر چند آدمی قسم اول کے قرض خواہ ہوں تو جو کچھ مال ہے اس کو بحصہ رسد تقسیم کرلیں جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے ؛

(۷) جب مال قسم اول کے قرضوں کے لئے کافی نہ ہو یا ان کو کافی ہو کر اور کچھ باقی نہ رہے تو ان دونوں صورتوں میں قسم دوم کے قرضخواہ محروم رہیں گے اب ان کو اختیار ہے کہ معاف کرکے ثواب و اجر حاصل کریں یا معاملہ آخرت پر موقوف رکھیں۔ میت کے وارثوں پر جبر نہیں کرسکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو البتہ اگر ان کو وسعت ہو تو مناسب بھی ہے کہ قرض ادا کرکے اپنے عزیز میت کو سبکدوش کرادیں ؛

واضح ہو کہ زوجہ کا دَین مہر[1] بھی ایسا ہی قرض ہے جیسے دوسرے لوگوں کے قرض اور اس کا ادا کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے دوسرے لوگوں کا قرض ادا کرنا، جب تک اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہ رہے تو نہ وصیت جاری ہوسکتی ہے نہ کسی کو میراث ملتی ہے۔

---

[1] اگر مقدار مہر گواہوں سے یا لوگوں کے مشاہدے سے معلوم ہے تو قرض کی قسم اول میں داخل ہے اور اگر صرف اقرار ہے تو عورت کے خاندان کے رواج کی مقدار مہر قسم اول میں داخل ہے جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ قسم دوم میں داخل ہے۔ واللہ اعلم فافہم

قرض کی ایک تیسری قسم بھی ہے یعنی خدا تعالیٰ کا جیسے زکوٰۃ و کفارہ واجب شدہ قضا نماز، روزے کا فدیہ وغیرہ۔ جب پہلی دونوں قسموں کا قرض ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی رہے اور میت نے اس قسم کے قرضوں کے ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو تجہیز و تکفین و ادائے قرض قسم اوّل و دوم کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اس کے ایک ثلث (ایک تہائی) میں سے ان قرضوں کو ادا کیا جائے اگر ایک ثلث میں ادا نہ ہو سکیں تو ثلث سے زیادہ مال خرچ کر کے ان کو ادا کرنا وارثوں کے ذمے پر لازم نہیں بلکہ ان کو اختیار ہے خواہ ثلث مال سے زیادہ خرچ کر کے اس کو پورا کریں یا نہ کریں۔

پہلی دو قسموں کے قرض اور اس کی قسم سوم میں یہ فرق ہے کہ ان کا ادا کرنا میت کی وصیت پر موقوف نہیں تھا اور یہ قسم سوم یعنی حقوق اللہ زکوٰۃ و صلوٰۃ و حج وغیرہ میت کی وصیت پر موقوف ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ اول و دوم قسم کے قرض کے ادا کرنے میں کوئی حد نہیں تھی اگر کل مال بھی خرچ ہو جائے تو خرچ کر کے ادا کرنا ضروری تھا اور اس قسم کو تجہیز و تکفین اور ادائے قرض قسم اول و دوم کے بعد جو مال باقی ہے اس کے ایک تہائی میں سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ثلث سے زیادہ خرچ کرنا وارثوں کے ذمے پر لازم نہیں۔ تیسرا فرق ظاہر ہے کہ قسم دوم کا قرض جب ہی ادا کیا جاتا تھا کہ قسم اوّل کا قرض ادا ہو جائے یا اول قسم کا ذمہ ہی پر نہ ہو اور قسم سوم کا قرض جب ہی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم اول و دوم کے قرضہ اگر ہوں تو ادا ہو گئے ہوں۔ قرض کی یہ تیسری قسم چونکہ وصیت میں داخل ہے اور جب تک میت وصیت نہ کر جائے اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا اس لئے ہم اس کو وصیت کے بیان میں دوبارہ ذکر کریں گے۔

تنبیہ:- قرض کی نسبت احادیث میں نہایت سخت تاکید و تنبیہ وارد ہے جو لوگ قرض چھوڑ جاتے اور اس کی ادائیگی کے لئے مال بھی نہ ہوتا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جنازوں کی خود نماز نہ پڑھاتے بلکہ صحابہؓ سے فرمادیتے کہ تم لوگ نماز پڑھادو۔ اور اپنی دعا و نماز سے آپ ان کو محروم رکھتے۔ حالانکہ ان لوگوں کا قرض بھی کچھ حد سے زیادہ نہ ہوتا تھا اور وہ صرف ضرورت ہی میں قرض لیتے تھے۔ تاہم آپؐ اس قدر تشدد فرماتے تھے۔ آج فضول رسموں اور بے جا خرچوں کے واسطے لوگ بڑے بڑے قرض لیتے ہیں اور مرجاتے ہیں تمام مکان و اسباب کے فروخت و نیلام ہونے کے بعد بھی قرض ادا نہیں ہوتا اور وارث کچھ فکر نہیں کرتے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ مومن کی روح دخول جنت سے یا حصول ثواب سے روکی جاتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے بھائی کا انتقال ہوگیا اور چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے کیا میں ان پر مال خرچ کروں اور قرض ادا نہ کروں آپ[۱] نے فرمایا کہ تمہارا بھائی قرض کی وجہ سے مقیّد ہے قرض ادا کرد[۱]۔ اور اسی قسم کی بہت سی احادیث موجود ہیں۔ پس اوّل تو حتی المقدور قرض نہ لو اور اگر بہ مجبوری لو بھی تو اس کی ادائیگی کی بہت جلد فکر کرو اور مرنے لگو تو وارثوں کو سخت تاکید کر جاؤ کہ ادا کردیں بعض دفعہ میّت کے مال سے خوب رسمی دعوتیں اور خوب صدقات و خیرات کیے جاتے ہیں لیکن قرض کا کوئی خیال نہیں کرتا۔ جب وارث نابالغ ہوں یا قرض کے لئے مال کافی نہ ہو تو ایسا تصرف کرنا بالکل جائز نہیں۔ اگر کسی وارث کو ایصال ثواب کا خیال ہو تو اپنے مال سے جس قدر ممکن ہو صدقات و خیرات کرکے ثواب پہنچادے۔

---

[۱] مشکوٰۃ باب افلاس ۱۲

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر میت نے مال نہیں چھوڑا تو اس کے قرض کا ادا کرنا وارثوں کے ذمہ پر واجب نہیں ہاں محبت کا مقتضا اور بہتر و پسندیدہ یہی ہے کہ حسب مقدور اس کے ذمہ سے دین ادا کرکے اس کو راحت پہنچائیں اگر کوئی شخص ادا نہ کرے تو قرضخواہ دوسرے عالم میں انصاف خداوندی کے منتظر رہیں اور بہتر یہ ہے کہ معاف کر دیں۔ اس معافی کی وجہ سے ان کو اتنا بڑا ثواب حاصل ہوگا کہ اگر روز جزا ایں فیصلہ ہوکر مقروض کی حسنات اور نیکیاں بھی ان کو دلوا دی جائیں تو بھی اتنا بڑا ثواب نہ ہوگا۔ قرض کو معاف کرنے اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کی بہت بڑی فضیلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ لہذا معافی سب سے بہتر ہے:

روایت ایک بہت بڑا معاملہ دار آدمی تھا اس نے اپنے ملازموں سے کہہ رکھا تھا کہ جب کسی مقروض کے پاس تقاضا کرنے کے لئے جاؤ اور وہ سختی اور تنگدستی میں ہو تو اس کو مہلت دے دیا کرو اور اگر ادا ہی نہ کر سکے تو معاف کر دیا کرو، شاید اللہ تعالیٰ ہم پر بھی رحم فرما دے جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے سوا اس کا کوئی نیک عمل موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسا تو لوگوں کو معاف کر دیا کرتا تھا ہم نے بھی تیری خطا معاف کی اور جنت میں داخل کیا،

میراث پر جو تین چیزیں مقدم ہیں ان میں سے دو کا بیان ہو چکا یعنی تجہیز و تکفین اور قرض۔ اب وصیت کا بیان باقی ہے لیکن چونکہ قرض کی قسم دوم میں مریض کے اقرار کا ذکر آیا ہے اور مرض الموت میں جن غیر واجب شدہ امور کو میت لازم کر لیتا ہے۔ وہ وصیت میں داخل ہیں لہذا مناسب معلوم ہوا کہ قرض اور وصیت کے ذکر کے درمیان میں مرض الموت اور مریض کے اقرار کو بیان کر دیا جائے تاکہ قرض و وصیت کے احکام سمجھنے میں آسانی ہو:

فصل سوم مرض الموت اور مرض کے اقرار کا بیان

میراث کی حقیقت کے بیان میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو سامان و اسباب راحت بندہ کو مستعار عطا کئے ہیں بظاہر اس کو ان چیزوں کا پورا مالک و متصرف قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا حالت صحت و حیات میں ہر شخص کو پورا اختیار ہے کہ اپنا جس قدر مال و اسباب و جائداد جس کسی کو دینا چاہے دے جائے خواہ وہ لینے والا اس کا وارث ہو یا کوئی رشتہ دار ہو یا بالکل اجنبی کوئی دوست وغیرہ ہو۔ البتہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ جس چیز کو دینا چاہتا ہے اس کو تقسیم کر کے علیحدہ کرے اور جس کو دینا چاہتا ہے اس کو دے کر قبضہ کرا دے ورنہ اگر مشترک مال کو دے گا یا قبضہ نہیں دلا دے گا۔ تو یہ دینا معتبر نہیں ہوگا اور اصل مالک کی موت کے بعد اس کے وارث اس مال کے مستحق ہو جائیں گے۔ اس کا مفصل بیان میراث المسلمین میں ملاحظہ فرمائیے۔

لیکن جب اس مسافر بیکس کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو اللہ تعالےٰ دوسرے موجودہ وارثوں کو اس کے مال کا حق دار بنا دیتا ہے۔ اور جس دن سے مرض الموت یعنی وہ مرض شروع ہوتا ہے جس میں یہ مسافر دنیا سے رخصت ہو جائے گا اسی دن سے وارثوں کا حق اس کے مال میں کسی قدر لگ جاتا ہے اور مریض کو شرعاً پورا اختیار نہیں رہتا۔ بعض معاملات و تصرفات اس کے پوری طرح نافذ اور جاری ہوتے ہیں جن میں اصل مستحقین کی حق رسی ملحوظ ہو اور بعض تصرفات بالکل بے سود اور بیکار جاتے ہیں جن میں دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہو اور بعض تصرفات ثلث یعنی

تہائی مال میں جس قدر پورے ہوسکیں نافذ اور جاری کراتے ہیں اگر ثلث میں نہ ہوسکیں تو زیادہ مال خرچ کرکے ان کو پورا کرنا ضروری نہیں اس کی تفصیل آپ کو اقرار مریض اور وصیت کا بیان پڑھ کر معلوم ہوگی۔

زندگی میں ہرگز یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ کون سی بیماری ہے جس میں مریض دنیا سے رخصت ہوجائیگا۔ اور وہ مرض، مرض الموت کہلائیگا۔ کیونکہ جب تک بدن میں سانس ہے صحت کی امید ہے خواہ کتنا ہی شدید مرض ہو۔ اس کا یقین جب ہی ہے کہ آدمی مرجائے اور مرض الموت اسی کو کہتے ہیں جس میں بندہ دنیا سے رخصت ہوجائے۔ جن مرضوں میں مبتلا ہوکر مریض صحت یاب ہوگیا وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہوں گے اور ان مرضوں میں جس قدر تصرفات کئے تھے وہ سب نافذ اور جاری ہوں گے یعنی جو کچھ کسی کے لئے اقرار کیا تھا یا کسی کو کچھ دے دیا تھا یا قرض ادا کردیا تھا وغیرہ وغیرہ وہ سب صحیح اور درست ہوگا۔ خواہ وہ امراض شدید اور مہلک ہوں یا خفیف اور معمولی۔

جب کوئی شخص کسی مرض میں مبتلا ہوکر مرجائے تو جس روز سے مبتلا ہوا تھا اسی روز سے مرض الموت کی حالت شمار ہوگی اور اس مدت کے تصرفات پورے جاری ہوں گے۔ لیکن جو مرض سال بھر تک یا کچھ زیادہ رہا ہو اس کو ابتدا ہی سے مرض الموت شمار نہ کریں گے اور ابتدائے مرض سے اس کے تصرفات میں خلل نہیں آوے گا۔ بلکہ جس روز سے مرض شدید ہوکر ہلاکت کی نوبت پہنچی ہے اس روز سے مرض الموت شمار ہوگا اور اسی روز سے اس کے معاملات کو پوری طرح جاری نہ سمجھیں گے۔ پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ دق و سل وغیرہ میں مبتلا تھا اس کے بعد ایک ہفتہ کے لئے مرض شدید ہوکر اسی میں انتقال ہوگیا۔ تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا۔

اس سے پہلے معاملات بالکل جائز اور صحیح مثل صحت کے سمجھے جاویں گے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو عرصہ سے بواسیر کا عارضہ تھا یا مرع (مرگی) کے دورے ہو جاتے تھے اور اخیر میں ایک دفعہ مرض بڑھ کر انتقال ہوگیا تو جتنے دنوں آخر کے دورہ میں مریض ہو کر گھر میں پڑا رہا ہے بس وہی مرض الموت کے ایام ہیں۔ ابتدائے مرض بواسیر یا صرع سے مرض الموت نہیں سمجھیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس جس مرض میں مریض دبلا تکلف، نماز وغیرہ کے لیے مسجد میں جاتا تھا بازار سے اپنی ضروریات خرید لاتا تھا یا گھر میں کچھ کام کرتا رہتا تھا صاحب فراش نہیں ہوا تھا یعنی بستر سے نہیں لگ گیا تھا۔ وہ بھی ابتدا سے مرض الموت شمار نہ ہوگا۔

ایسے ہی عورت جس مرض میں اپنے گھر کے کاروبار کرتی تھی وہ مرض الموت شمار نہ ہوگا۔ مثلاً بہت دنوں سے تیسرے یا چوتھے روز بخار آتا تھا کوئی زیادہ مرض نہ تھا۔ تقدیر سے ایک مہینے کے بعد ایسا بخار چڑھا کہ دس روز تک نہ اترا تو بس یہ دس دن مرض الموت کے سمجھے جائیں گے۔ انہیں دنوں کے تصرفات پورے جاری نہ ہوں گے۔ ایک ماہ سے جو بخار آتا تھا وہ دن مثل صحت کے شمار ہوں گے اور ان کے تصرفات جائز و صحیح ہوں گے۔

غرض جس مرض میں مریض مر جائے اور وہ مرض سال بھر سے کم ہو اور اس میں اپنے معمولی و ضروری کاروبار نہ کر سکے اس کو مرض الموت کہتے ہیں۔

اگر جہاز یا کشتی پر سوار تھے اور اس قدر طوفان آگیا کہ حیات کی امید نہ رہی اور موت کا گمان غالب ہوگیا اور پھر جہاز و کشتی غرق ہو کر لوگ ہلاک ہوگئے تو جتنی دیر زندگی سے مایوسی رہی تھی وہ وقت ان لوگوں کے حق میں مثل مرض الموت کے

شمار ہوگا اور ایسی حالت میں جو کچھ معاملات کئے تھے ان کا وہی حال ہوگا۔ جو مرض الموت کے تصرفات کا عنقریب بیان ہونا ہے۔ لیکن اگر جہاز سلامت نکل آیا تو اس حالت مایوسی کے سب معاملات بالکل صحیح اور درست پوری طرح نافذ ہونگے یہ ایسی ہی صورت ہوگئی جیسے کوئی حالت مرض میں تصرفات کرے اور پھر شفا پاجائے تو اس کے سب معاملات مثل صحت کے شمار ہوتے ہیں۔

جس شخص کے قتل کا حکم ہوچکا ہے اور حوالات یا قید خانہ میں محبوس ہے اس کی یہ حالت مرض الموت کے مانند نہیں سمجھی جاتی اور اس کی حالت کے تمام معاملات مثل حالت صحت کے جاری و نافذ ہوں گے۔ البتہ جس وقت اس کو قید سے نکال کر مقتل کی طرف لے چلیں اور قتل کر ڈالیں تو قید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے مانند ہے اس حالت میں اگر اس نے کوئی تصرف مثل اقرار وغیرہ کے کیا ہو تو اس کا حال وہی ہوگا جو مرض الموت کے تصرفات کا ہوتا ہے۔ اور اگر اس روز کسی وجہ سے قتل ملتوی رہا یا قتل کا حکم بالکل منسوخ ہوگیا تو جیل سے نکل کر قتل گاہ تک آنے کی حالت مرض الموت کے مانند نہ ہوگی بلکہ مثل صحت کے سمجھی جائے گی اور اس حالت میں جو تصرفات کئے گئے تھے۔ وہ بالکل جاری اور صحیح و درست ہوجائیں گے۔

عورت اگر ولادت کی تکلیف میں مرگئی تو جس وقت سے درد زہ شروع ہوا تھا اسی وقت سے مرض الموت شمار ہوگا اور اس حالت کے تصرفات مثل مرض الموت کے سمجھے جائیں گے اور اگر تکلیف اٹھا کر صحیح و سلامت زندہ رہ گئی تو اس کی حالت کے تمام معاملات بالکل مثل صحت کے سمجھے جائیں گے۔

اگر طاعون سے وفات ہوئی ہے تو جس وقت سے بخار چڑھا تھا اسی وقت سے مرض الموت سمجھیں گے اگرچہ بخار میں پھرتا رہا اور کچھ کام بھی کرتا رہا ہو۔

جب مرض الموت کی تحقیق ذہن میں آ گئی تو مریض کے اقرار اور اس کے احکام کا حال سنو۔

حکم اوّل:۔ مرض الموت میں اگر کسی ایسے واجب شدہ حق کا اقرار کرے جس کا واجب ہونا عام طور سے لوگوں کو معلوم ہے گویا گواہ موجود ہیں تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور یہ قرض یا امانت وغیرہ جس کا اقرار کیا ہے بالکل اسی طرح لازم اور واجب الادا ہوگا جیسے صحت کے قرض یا امانت وغیرہ لازم ہوتے ہیں۔

حکم دوم:۔ اپنے شرعی وارثوں کے علاوہ اگر کسی کے لئے ایسے واجب شدہ حقوق کا اقرار کرے جن کا واجب ہونا لوگوں کے معائنہ اور مشاہدہ سے ثابت نہیں اور نہ گواہ موجود ہیں تو یہ اقرار بھی معتبر اور لازم ہوگا خواہ کتنے ہی مال کا اقرار کرے جب تک یہ قرض ادا نہ کیا جائے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا البتہ پہلے وہ قرض وحقوق ادا کئے جائیں گے جو صحت میں واجب ہوئے تھے یا مرض الموت ہی میں واجب ہوئے تھے لیکن ان کے گواہ موجود تھے یا لوگوں کو معلوم تھا جب وہ ادا ہو جائیں اور مال باقی رہے تو یہ ادا کئے جائیں جن کا صرف اقرار ہے باضابطہ گواہ اور لوگوں کو علم نہیں۔

حکم سوم:۔ اپنے کسی وارث کے لئے اگر کسی قسم کے قرض[۱] و امانت وغیرہ واجب شدہ حق کا اقرار کیا یا غیر واجب چیزیں اس کو دینے کے لئے وصیت کر گیا

[۱] لیکن امانت کو ضائع کر دینے کا اقرار درست ہے۔ چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا ۱۲ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

یا خود دے دی تو یہ باتیں نامعتبر ہوں گی اور اس اقرار وغیرہ سے کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (البتہ اگر باقی وارث اس تصرف اور اقرار کو جائز رکھیں اور منظور کرلیں بشرطیکہ عاقل بالغ ہوں تو جو کچھ اقرار وغیرہ کیا ہے۔ بعد تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے اگر مال باقی رہے تو اس میں سے) وہ سب حقوق پورے دیئے جائیں ۔

حکم چہارم:۔ مرض الموت میں جن غیر واجب شدہ حقوق کا بطور صدقہ و تبرع بہ نیّت ثواب یا بوجہ مروّت و رعایت اقرار کرے گا کہ میری طرف سے اس قدر دے دیا جائے وہ سب وصیت میں داخل ہیں۔ اسی طرح اگر اپنے نماز و روزہ حج وغیرہ کے پورا کرنے کی تاکید کی اور مال بھی چھوڑا ہے، تو یہ سب چیزیں وصیّت شمار ہوں گی اور تجہیز و تکفین اور ادائے دَین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اس کے ایک ثلث میں اگر پورے ہو سکیں تو کرنا ضروری ہے اسی کو وصیت کہتے ہیں جس کا مفصل بیان اب (چند احکام و مسائل بیان کرنے کے بعد) عنقریب شروع ہوتا ہے ۔

مسئلہ اوّل:۔ اگر مریض اپنی زوجہ کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دے دے تو واقع ہو جائے گی لیکن اگر عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر مر گیا تو زوجہ میراث سے محروم نہ ہوگی ۔

(۲) اگر زوجہ کے مرض الموت میں شوہر نے اس کو طلاق دے دی یا تو زوجہ نے طلاق مانگی یا خلع کر لیا تو خلع ہو جائیگا اور سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی ۔

(۳) اگر مرض الموت میں کوئی چیز خریدی اور قیمت ادا کر دی یا قرض لیا اور ادا کر دیا تو جائز و درست ہے۔ اگر مرنے کے بعد میّت کے پاس کچھ بھی نہ ہو تب بھی یہ ادا کردہ قیمت بائع سے واپس نہ لیں گے مگر شرط یہ ہے کہ خریدنا اور قرض لینا گواہوں سے ثابت ہو یا لوگوں کو معلوم ہو ۔

(۴) اگر مریض نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے فلاں وارث کی امانت[1] ضائع کر دی ہے اور اس کا تاوان میرے ذمہ پر واجب ہے اور لوگوں کو اس امانت رکھنے کا علم تھا یا گواہ موجود تھے تو اس ضائع شدہ مال کی قیمت مرنے کے بعد اس کے مال میں سے دلوائی جائے گی اور (مثل قرض قسم اول) تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال سے واجب الادا ہوگی۔

(۵) اگر مریض کا قرض کسی کے ذمے پر واجب تھا اور وہ قرض حالت صحت میں واجب ہوا تھا (یعنی مرض الموت سے پہلے) اور اب مرض الموت میں اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنا وہ قرض مقروض سے وصول پا لیا ہے تو یہ اقرار بالکل جائز اور درست ہے بشرطیکہ یہ مقروض شخص مریض کے ان وارثوں میں سے نہ ہو جو اس کے مال سے میراث پائیں گے وارث کی نسبت ایسا اقرار درست نہیں۔

(۶) اگر کسی شخص نے حالت مرض الموت میں نکاح کیا اور مہر عورت کے خاندان کے رواج اور دستور کے موافق مقرر کیا تو یہ مہر حالت صحت کے قرضوں کے مانند میت کے ذمہ لازم ہوگا اور تجہیز و تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہے اس میں سے ادا کیا جائے (ملاحظہ کرو دین کی قسم اول کا بیان) اور اگر مہر عورت کے خاندان کے رواج سے زیادہ مقرر کر دیا ہے تو جس قدر زیادہ ہے اس کا حکم مثل وصیت کے ہے۔

(۷) اگر مریض نے اپنے وارث کی زوجہ یا بیٹے کیلئے اقرار کر دیا تو جائز و درست ہے کیونکہ ناجائز وہ اقرار ہے جو وارث کے لئے ہو اور یہ اقرار وارث کے لئے نہیں اس کے بیٹے یا زوجہ کے لئے ہے مگر شرط یہ ہے کہ گواہ موجود ہوں۔

---

[1] مستعاری ہوئی چیز کا بھی یہی حکم ہے ۱۲۔ تفصیل ضمیمہ میں دیکھیے

(۸) اگر میت[1] نے کسی ایسے شخص کے لئے قرض یا کسی چیز کی قیمت یا امانت وغیرہ کا اقرار کیا جو مریض کا وارث نہیں ہے اور مریض کے وارثوں نے اس اقرار کو منظور کرلیا تو یہ اقرار جائز ہے اگرچہ پہلے سے اس قرض وغیرہ کا حال کسی کو معلوم نہ تھا اور گواہ موجود نہ تھے۔

(۹) اگر مریض نے اپنے کسی وارث کے لئے اقرار کیا کہ اس قدر قرض میرے ذمہ پر واجب ہے یا اس کی اس قدر امانت میرے پاس ہے اور پھر وہ وارث جس کے لئے اقرار کیا تھا مریض سے پہلے ہی مرگیا تو یہ اقرار بالکل صحیح اور درست ہے اگر گواہ بھی موجود ہیں تو قرض کی قسم اوّل میں داخل ہوکر واجب الادا ہوگا۔ اور اگر گواہ نہیں تو قسم دوئم میں شمار ہوکر ادا ہوگا۔ لیکن جس کے لئے اقرار کیا تھا وہ چونکہ مرگیا ہے۔ اپنے اقرار شدہ مال و امانت اس کی اولاد وغیرہ وارثوں کو دی جائے گی۔

شرح:۔ قاعدہ یہ ہے کہ وارث کے لئے اقرار جائز نہیں اور یہاں جائز ہوگیا وجہ اس کی یہ ہے کہ اقرار اس شخص کے لئے ناجائز ہے جو مریض کی موت کے وقت اس کا وارث ہو اور یہ شخص جب مریض سے پہلے مرگیا تو اس کا وارث ہی نہ ہوا البتہ اقرار جس وقت کیا گیا تھا اس وقت وارث تھا لیکن اس وقت کا اعتبار نہیں۔ اعتبار ہے مریض کے انتقال کے وقت کا۔ پس جو شخص بوقت وفات مریض زندہ ہو اور اس کا وارث ہو اس کے لئے اقرار جائز نہیں اور جو شخص[2] مریض کی موت کے وقت زندہ ہی نہیں رہا یا زندہ ہے مگر وارث نہ رہا تو اس کے لئے اقرار جائز ہوگا اس کی مثال کے لئے وصیت کے باب میں چھٹی شرط کی مثال دوئم ملاحظہ کیجئے۔

(۱۰) اگر مریض اقرار کرے کہ میں نے اپنی بیٹی سے جو مرگئی ہے اپنا قرض وصول کرلیا

---

[1] و [2] ضمیمہ میں دیکھئے

تھا اور مریض کا بیٹا یا دوسرے رشتہ دار نہیں مانتے تو یہ اقرار معتبر ہوگا اور بیٹی کے مال سے
قرض وصول نہ کیا جائیگا کیونکہ بیٹی اگرچہ وارث تھی مگر جب مرگئی تو وارث نہ رہی۔ لہٰذا اس
سے قرض وصول کر لینے کا اقرار معتبر ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی دوسرے وارث کی نسبت
قرض وصول ہونے کا اقرار ہو اور وہ مقروض وارث مرچکا ہو تو اقرار معتبر ہوگا ÷

(۱۱) مرض الموت میں اگر کسی اجنبی شخص کے لئے (یعنی جو وارث نہ ہو) قرض کا اقرار
کیا کہ میرے ذمہ پر اس کا اس قدر قرض واجب ہے یا اس کی فلاں شے کی قیمت
میرے ذمہ واجب الادا ہے اور یہ بات نہ لوگوں کو معلوم ہے نہ کوئی گواہ ہے تو یہ اقرار
اس کا صحیح و معتبر ہوگا قرض کی قسم دوم میں داخل ہوگا اور تجہیز و تکفین کے بعد قسم اول
کے قرض ادا کرنے کے بعد اگر کچھ مال باقی رہے تو اس میں سے ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح
اگر کسی خاص چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ گھوڑا یا یہ مکان یا زیور فلاں شخص کا ہے یا یہ
کہ فلاں شخص کی اس قدر امانت (روپیہ زیور کپڑا وغیرہ) میرے پاس ہے یہ بھی معتبر
ہوگا مگر قسم اول کے قرض کے بعد ادا کیا جائے گا ÷

(۱۲) اگر مرض میں اقرار کیا کہ فلاں عورت کا اس قدر روپیہ وغیرہ میرے ذمہ پر
واجب ہے پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا تو نکاح سے پہلا اقرار معتبر ہوگا اور قرض
کی قسم عہ دوم میں داخل ہو کر تجہیز و تکفین اور قسم اول کے قرض کے ادا کرنے کے بعد
جو کچھ مال باقی رہے اس سے وہ مال ادا کیا جائے جو اقرار سے واجب ہوا تھا ÷

(۱۳) شوہر کے مرض الموت میں اگر شوہر و زوجہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ حالتِ
صحت میں شوہر طلاق دے چکا ہے اور اس وقت عدت بھی گذر چکی ہے اور اس کے

عہ اگر گواہ نہیں اور لوگوں کو معلوم نہیں ورنہ قرض کی قسم اول میں داخل ہوگا ÷

بعد عورت کے لئے کسی قرض یا امانت وغیرہ کا اقرار کر لیا تو اقرار اور میراث کی وجہ سے جو مال عورت کو حاصل ہو گا ان میں سے جون سا مال کم ہو وہ عورت کو دلوا دیا جائے مثلاً میراث میں تو صرف سو روپے ملتے اور اقرار کیا ہے تین سو کا۔ تو صرف سو روپے میراث کے طور سے دلوائے جائیں گے۔ اور اگر میراث میں پانسو روپے ملتے اور اقرار کیا ہے دو سو کا تو صرف دو سو روپے دلوا دیں گے۔ کیونکہ ایسی صورت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید شوہر نے اقرار معتبر ہونے اور زوجہ کو مال دلانے کے لئے عدت گذرنے کا غلط اقرار کر لیا ہے تاکہ زوجہ وارث نہ رہے اور اس کے لئے اقرار صحیح ہو جائے اور مال مل جائے اس لئے شرعاً یہ انتظام کیا گیا کہ اقرار اور میراث میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے تاکہ لوگوں کو ایسے غلط اقرار سے فائدہ نہ ہو۔ اور ایسے اقرار نہ کریں ؛

(۱۴) اگر مریض کے ذمے یہ خود بھی اس قدر قرض ہے کہ اس کا تمام مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں اور اس نے اپنے مدیون (مقروض) کا قرض معاف کر دیا تو یہ بھی معافی معتبر نہ ہو گی اس لئے کہ اس مریض کے قرضخواہوں کی حق تلفی ہوتی ہے ؛

(۱۵) اگر کسی شخص نے حالت مرض میں اپنے کسی رشتہ دار کے لئے جو اس کی میراث سے حصہ پانے والا ہے اقرار کیا کہ اس کا اس قدر روپیہ میرے ذمے واجب ہے۔ تو یہ اقرار بالکل ناجائز و غیر معتبر ہے خواہ میت کے ذمہ قرض ہو یا نہ ہو اور ادائے قرض کے بعد مال باقی رہے یا نہ رہے ہر صورت میں وارث کے لئے جو اقرار کیا ہے بیکار اور باطل ہے ؛

(۱۶) اگر مریض نے کسی ایسے شخص کی نسبت جو اس کے ترکہ میں سے حصہ پاوے گا

یہ کہا کہ اس کے ذمہ پر میرا جو کچھ قرض تھا وہ میں نے وصول کر لیا تو یہ معتبر نہ ہوگا۔

قواعد مذکورہ سے یہ مسئلہ بھی آپ کی سمجھ میں آگیا کہ اگر کوئی عورت مرض الموت میں شوہر کو مہر معاف کردے یا اقرار کرے کہ میں نے اس سے اپنا مہر وصول کر لیا ہے حالانکہ نہ کسی کو خبر ہے اور نہ گواہ موجود ہیں، تو یہ معافی اور اقرار ہرگز معتبر نہ ہوگا۔

اس صورت میں اگر باقی وارث مہر وصول ہو جانے کی تصدیق کریں یا معافی کو منظور کریں تو معاف ہو جائیگا مگر معافی میں مذکورہ سابق شرط ضروری ہے یعنی باقی وارث عاقل بالغ ہوں نابالغوں کی اجازت اور منظوری معتبر نہیں۔

(١٧) اگر کسی مریض کے ذمہ اس قدر قرض ہے کہ اس کا مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں وہ اگر مرض الموت میں کسی قرضخواہ کا قرض پورا ادا کردے یا اپنی زوجہ کا مہر دیدے یا کسی کی واجب شدہ اجرت ادا کردے تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس سے دوسرے قرضخواہوں کے حق میں کمی آتی ہے۔

شرح :- جائز نہ ہونے سے یہ مطلب نہیں کہ اس کو قرض ادا کرنے سے اور مہر دینے سے روک دینگے اور ممانعت کریں گے نہیں اس وقت تو اس کو قرض ادا کرنے سے اور مہر و اجرت وغیرہ ادا کرنے سے منع نہیں کریں گے کیونکہ یہ کس کو معلوم ہے کہ یہ مرض الموت ہے یا نہیں لہذا اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ اگر اسی مرض میں مرجائے اور باقی مال قرضخواہوں کے لئے کافی نہیں ہے تو جن لوگوں کا قرض و مہر و اجرت اس

لہ میراث المسلمین مطبوعہ سابق میں لکھا گیا ہے کہ ثلث مہر اس صورت میں معاف ہو جائیگا یہ صحیح نہیں ثلث معاف ہونا بھی وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے اور کل کا بھی جس قدر وہ اجازت دیں گے معاف ہو جائے گا ١٢ منہ

نے ادا کی تھی ان سے واپس لیں گے اور میت کے باقی مال کے ساتھ ملا کر تمام قرضخواہوں کو حصہ رسد تقسیم کریں گے۔ انہیں کے ساتھ یہ لوگ بھی شریک رہیں گے جس سے قرض و مہر وغیرہ واپس کیا گیا ہے جس کا زیادہ قرض ہوگا اس کو زیادہ حصہ ملے گا جس کا کم ہوگا اس کو کم (زیادہ کم ملنے اور حصہ رسد تقسیم ہونے کا مفصل طریقہ فصل دوم قرض کے بیان میں ذکر ہوا)

(۱۸) مرض الموت میں جو دور دور کے رشتہ دار جمع ہو کر اپنے قیام و طعام کا خرچ مریض کے ذمہ پر ڈالتے ہیں اگر میت کی تیمارداری اور خدمت کے لئے ان کی واقعی ضرورت ہے تو یہ خرچ اس کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اگر ضرورت نہیں اور یہ رشتہ دار عزیز شرعی وارث اور حصہ دار بھی نہیں لیکن میت کی اجازت سے ان کی مہمانداری ہوئی ہے تو اس خرچ کا حکم مانند وصیت کے ہے اور اگر میت کی اجازت نہیں یا وہ رشتہ دار خود شرعی وارث اور حصہ دار بھی ہیں تو ان کے مصارف کا بار میت کے مال میں محسوب نہ ہوگا بلکہ ان کے ذمہ پر پڑے گا۔

(۱۹) اگر مرض الموت میں کسی ایسے شخص کو جو مریض کا وارث نہیں بطور تحفہ و ہدیہ کچھ دیدیا تو بالفعل دلوا دیا جائے گا لیکن اگر مریض اس مرض میں مر گیا اور معلوم ہوا کہ وہ مرض الموت تھا تو اس کا حکم مثل وصیت کے ہے۔

(۲۰) اگر کہا کہ میری طرف سے مسجد بنوا دینا یا مدرسہ میں اس قدر چندہ دینا یا فلاں شخص کو اس قدر مال دینا یہ سب وصیت ہے۔

(۲۱) مرض الموت میں اگر کہا کہ فلاں مکان یا فلاں باغ یا زمین وقف ہے اگر معلوم ہو جائے کہ اس کا مقصود اپنی طرف سے وقف کرنا ہے تو اس کا حکم وصیت

کا ہوگا اور اگر اس زمین و باغ وغیرہ کا اصلی اور قدیم حال بیان کرتا ہے تو کل باغ و مکان وغیرہ جس کا نام لیا ہے وقف ہوجائیگا ؛

فصل چہارم وصیّت کا بیان

میراث پر جو تین چیزیں مقدم ہیں ان میں دو کا ذکر پہلی اور دوسری فصل میں ہو چکا تھا۔ مناسب سمجھ کر تیسری فصل میں مریض اور اس کے اقرار کا حال لکھا گیا۔ اب تیسرے امر یعنی وصیّت کا بیان ہوتا ہے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابتدائے اسلام میں وصیّت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لئے اپنے مال میں سے حصے مقرر کر جانا بوقت موت ہر شخص صاحب مال پر واجب تھا وہ حکم منسوخ ہو گیا اور خدا ئے تعالیٰ نے خود ہی حصے مقرر فرما کر مال تقسیم کر دیا لیکن اپنے احسان و فضل سے ثلث مال میں اب بھی بندۂ ناچیز کا اختیار باقی رکھا تا کہ اس وقت فی سبیل اللہ مال خرچ کر کے اپنی عمر بھر کی تقصیرات مثل بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کر دے اور اگر اپنے کسی دوست یا بعید رشتہ دار یا خادم کو کچھ دینا چاہتا ہو تو اس ثلث میں سے دے کر دل خوش کر لے۔

جو باتیں میت کے ذمہ پر واجب نہیں تھیں اور اس نے مرض الموت میں بطور تبرّع (یعنی احسان و مروت و صدقہ) ان کو لازم کر لیا مثلاً کسی کا قرض معاف کر دیا یا کوئی خاص چیز یا مال اس کے لیئے مقرر کر دیا یا مرض الموت میں یا اس سے پہلے کوئی معاملہ کر کے اس کو اپنی موت سے متعلق کر دیا۔

مثلاً کہا ہے کہ میرے مرنے کے بعد مسجد بنوا دینا کنواں بنوانا یا مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ میں اس قدر روپیہ دینا یا فلاں شخص کو اتنا روپیہ دینا یا فقراء و مساکین کو طعام یا غلّہ یا کپڑے تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ فرائض و واجبات خداوندی مثل صلوٰۃ و زکوٰۃ جو اس کی غفلت سے قضا ہو گئے تھے ان کے ادا کرنے کے لیے ورثہ وغیرہ سے کہا یہ سب چیزیں وصیت شمار ہوں گی اور ثلث مال سے پوری کی جائیں گی۔

یعنی تجہیز و تکفین اور ادائے دین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا ہے اس کے تین حصے کر کے دو حصوں میں وارثوں کا پورا استحقاق ہے اور ایک حصے میں میت کا اختیار ہے۔ اگر اس نے مذکورہ بالا اقسام وصیت سے کوئی وصیت کی تھی تو مال کے ایک حصے یعنی ثلث میں پورا کریں۔

اگر وصیتیں پوری ہو کر کچھ مال اس ثلث میں سے بھی باقی رہ جائے تو وہ بھی وارثوں کا حق ہے اور اگر اتنی بڑی وصیت یا چند وصیتیں کر دی تھیں کہ ایک تہائی میں پوری نہیں ہو سکتی تو جس قدر ایک ثلث میں پوری ہو سکیں پوری کی جائیں باقی کا جاری اور نافذ کرنا اور ثلث مال سے زیادہ اس میں خرچ کرنا وارثوں کے ذمہ لازم و واجب نہیں ہے۔ کیونکہ باقی دو ثلث ان کا حق ہے البتہ اگر وہ اپنی اجازت اور خوشی سے اپنے حصے میں سے صرف کر کے میت کی وصیتوں کو پوری طرح جاری کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں ان کو اختیار ہے لیکن یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ سب وارث بالغ و عاقل موجود ہوں کیونکہ نابالغ و مجنون کی رضامندی معتبر نہیں اور غیر حاضر کا حال معلوم نہیں کہ اجازت دے گا یا نہیں۔

مسئلہ:- اگر کسی غیر موجود وارث کے پاس خط بھیج دیا کہ مورث نے چند وصیتیں کی ہیں جو ثلث مال میں پوری نہیں ہو سکتیں آپ ان کو پورا کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔

وارث نے جواب دیا کہ میں اجازت دیتا ہوں تو یہ اجازت معتبر نہ ہو گی جب تک کہ پوری تعیین اور تصریح سے اس کو وصیت کا حال اور مقدار نہ لکھی جائے۔

مسئلہ :- اگر مورث کی زندگی میں وارثوں نے ایک ثلث سے زیادہ وصیت کو منظور کر لیا اور اجازت دیدی اور اس کی موت کے بعد اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے تو پہلی اجازت معتبر نہ ہو گی اور وصیت پوری نہ کی جائے گی۔ وارثوں کی وہی اجازت معتبر ہے جو میت کی وفات کے بعد ہو کیونکہ اس کی وفات سے پہلے تو یہ اس دو ثلث کے پورے مالک نہیں تھے۔ اگر سب وارث حاضر ہیں بعض نے اجازت دے دی اور بعض نے ایک ثلث سے زیادہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی تو جن لوگوں نے اجازت دی ہے ان کے حصے میں سے خرچ کر کے جس قدر وصیت پوری ہو سکے گی پوری کرینگے دوسروں کے حصے میں خلل نہ آویگا۔ اسی طرح اگر موجودہ لوگوں نے اجازت دی ہے تو غیر حاضر لوگوں کے حصے میں کمی نہ آوے گی۔ اور ایسے ہی اگر بالغوں نے اجازت دیدی تو ایک ثلث سے زیادہ جو خرچ ہو گا وہ بالغوں کے حصوں میں سے لیا جائے گا۔ نابالغوں کو دو ثلث میں سے جو کچھ حصہ ملا ہے وہ بدستور قائم رہے گا کچھ کم نہ ہو گا۔

اس بیان سے شبہ ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کی اجازت معتبر ہے ان کے حصے میں سے بقدر ضرورت مال لے کر وصیت کو بالکل پورا کر دیا جائے خواہ کسی قدر مال صرف ہو۔ حالانکہ یہ مطلب نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ جب ایک ثلث میں وصیت پوری نہ ہو سکی۔ تو جن لوگوں نے اجازت دی ہے اور ان کی اجازت معتبر بھی ہے تو جس قدر ان کا حصہ ہے اسی حساب سے ان کے حصے میں سے مال زیادہ لے کر ایک ثلث کے ساتھ شامل کر لیں جس قدر وصیت اس میں پوری ہو سکے پوری کر دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ان کے حصہ کو صرف

کرکے وصیت کو بالکل کامل اور تمام کیا جائے شاید اس مثال سے مطلب آپ کے ذہن میں آجائے۔

مثال:- زید نے وصیت کی تھی کہ ایک سو اسی روپیہ لگا کر میری طرف سے ایک کنواں بنوا دیا جائے اس کے مرنے کے بعد تجہیز و تکفین اور قرض ادا کرنے کے بعد کل تین سو ساٹھ روپیہ باقی رہا۔ اس میں سے ایک ثلث یعنی ایک سو بیس علیحدہ کیا اور باقی دو سو چالیس اس کے موجودہ وارث یعنی بیٹا اور بیٹی کا حق ہے۔ اسی روپیہ بیٹی کو ملے گا اور ایک سو ساٹھ بیٹے کو، ایک ثلث علیحدہ کیا تھا اس میں وصیت پوری نہیں ہوسکتی بلکہ ساٹھ روپے کی کمی ہے۔

اگر بیٹا بیٹی دونوں اجازت دیتے تو بیس روپے بیٹی کے حصہ میں سے لئے جاتے اور چالیس بیٹے کے حصے سے اس لئے کہ بیٹے کو دو چند حصہ ملا ہے اس طرح ساٹھ روپیہ کی کمی پوری ہوتی ہے لیکن چونکہ بیٹی اجازت نہیں دیتی لہٰذا بیٹے سے چالیس روپیہ لے کر اس ایک ثلث کے ساتھ ملادینگے جو علیحدہ کیا گیا تھا جس کی مقدار ایک سو بیس روپیہ تھی اب ایک سو ساٹھ روپے میں جیسا کنواں بن جائے بنادیں یہ نہیں ہوگا جس قدر کمی ہے وہ سب بیٹے کے حصے میں سے لے کر ایک سو اسی ۱۸۰ روپے کا کنواں بنادیں۔

مسئلہ:- جس شخص کے کوئی وارث موجود نہیں اور قرض بھی نہیں وہ اگر کل مال کی وصیت بھی کردے تو جائز ہے۔

اگر ایک ثلث مال میں جو میت کو اختیار دیا گیا ہے اور اس کی وصیت وغیرہ جائز رکھی گئی ہے وہ اسی وقت ہے کہ یہ شرطیں پائی جائیں۔

شرط اول:- وصیت کرنے والا عاقل بالغ آزاد ہو اگر لڑکے یا مجنون یا غلام نے وصیت کی تو ثلث میں بھی نافذ و جاری نہ ہوگی کیونکہ لڑکا اور مجنون اپنے نفع اور

نقصان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے اور غلام کے پاس جو کچھ مال ہے وہ اس کا ملک نہیں۔ مولیٰ اور آقا کا مملوک ہے۔ لیکن اپنے تجہیز و تکفین کی نسبت نابالغ کی وصیت معتبر ہے:۔

(۲) وصیت کرنے والے کے ذمہ اس قدر قرض نہ ہو کہ اس کو ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے کیونکہ وصیت جب ہی ہوتی ہے۔ جب تجہیز و تکفین و ادائے قرض کے بعد مال باقی رہے پس اگر ایسے شخص نے وصیت کی جس کا مال ادائے قرض کے لئے کافی نہیں یا ادا کرنے کے بعد کچھ مال باقی نہیں رہے گا۔ تو اس کی وصیت بالکل باطل اور بے اعتبار ہوگی ÷

(۳) جس کے لئے[1] وصیت کرتا ہے وہ بوقت وصیت زندہ ہو میت کی وفات کے بعد اس کا زندہ ہونا شرط نہیں پس اگر کسی مردہ شخص کے لئے کی تو معتبر نہ ہوگی اور اگر زندہ شخص کے لئے وصیت کی لیکن وہ وصیت کرنے والے کے سامنے ہی مرگیا تو یہ وصیت جائز ہوگی اور جس کے لئے وصیت کی تھی اس کی جگہ اس کے وارث اس وصیت کے مستحق ہو جائیں گے (ملاحظہ ہو وصیت کی چھٹی شرط کی مثال دوم)

(۴) جس کے لئے وصیت کی ہے وہ وصیت کو لینے اور حاصل کرنے کے قابل ہو پس اگر کسی گھوڑے کے لئے وصیت کی یا مسجد کے لئے وصیت کی تو جائز نہیں البتہ اگر اپنے وصی یا وارثوں سے یوں کہے کہ تم فلاں گھوڑے پر یا فلاں مسجد پر اس قدر روپیہ یا فلاں چیز خرچ کر دینا تو جائز اور معتبر ہے ÷

(۵) جس چیز کی وصیت کی ہے وہ قابل تملیک شئے ہو خواہ وہ کوئی معین چیز مکان کپڑا زیور جانور وغیرہ ہو یا ایسا حق ہو جو مملوک ہو سکے مثلاً ایک مکان کی نسبت وصیت کی کہ زید کو اس میں اتنی مدت تک سکونت کرنے دینا یا فلاں مکان میں ہمیشہ فقیر اور مسافر

---

[1] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

رہا کریں اس صورت میں مکان وارثوں کی ملک ہو جائے گا مگر حق سکونت زید کو یا فقرا و مساکین کو حاصل رہے گا۔ پس اگر کسی ایسے حق کی وصیت کی جو قابل تملیک نہیں تو وصیت صحیح و معتبر نہیں ہوگی۔ مثلاً زید سے کہا کہ مجھ کو جو عمر پر مقدمہ ہتک عزت دائر کرنے کا حق حاصل تھا وہ تجھے بخشتا ہوں تو یہ صحیح نہ ہو گا۔

ایسے ہی اگر کوئی چیز ہو جس کا بالکل وجود ہی نہیں تو اس کی بھی وصیت صحیح نہیں مثلاً وصیت کی کہ ایک سال کے بعد جو میری گھوڑی کے بچہ پیدا ہوگا وہ زید کو بخشتا ہوں تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی۔

(۶) چھٹی شرط یہ ہے کہ جس شخص کے لئے وصیت کی ہے وہ میت کا وارث نہ ہو اگر وارث کے لئے وصیت ہوگی تو باطل اور غیر معتبر ہوگی۔ البتہ اگر باقی وارث اس کو جائز رکھیں اور منظور کرلیں تو معتبر ہو جائے گی۔

شرح یہ جو بیان ہوا کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں یہاں وہ وارث مراد ہے جو بوقت وفات میت شرعاً وارث ہو اور اس کے مال سے حصہ پا دے پس اگر کوئی شخص بوقت وصیت تو وارث تھا مگر مورث کی وفات کے وقت وارث نہیں رہا تو اس کے لئے جو وصیت ہوئی ہے وہ جائز ہوگی۔

مثال اوّل جب زید نے بھائی کے لئے وصیت کی تو چار وارث موجود تھے ایک والدہ ایک زوجہ ایک ہمشیرہ ایک بھائی۔ سب سمجھتے تھے کہ یہ وصیت باطل ہوگی مگر زید کے انتقال کے دو روز پہلے اس کے ایک بیٹا پیدا[1] ہو گیا اب یہ بھائی صاحب حصہ دار وارث تو نہ رہے (کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں میت کا بھائی محروم رہتا ہے) مگر زید نے

[1] پہلے سے کسی کو حمل کا حال معلوم نہ تھا۔

جوان کے لئے وصیت کی تھی وہ صحیح و معتبر ہوگی کیونکہ بوقت وفات زید کے وارث نہیں تھے

مثال دوم :- زید نے[1] اپنے بھائی کے لئے وصیت کی بظاہر اس کی وصیت کو سب ناجائز سمجھ رہے تھے مگر اتفاق سے زید کی حیات میں ہی اس کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو یہ وصیت جائز و معتبر سمجھی جائے گی اور اس وصیت میں جس قدر مال وغیرہ زید نے اپنے بھائی کے لئے مقرر کیا تھا وہ زید کے بھائی کی اولاد وغیرہ کو مل جائیگا۔ اگر بھائی نہ مرتا تو یہ وصیت باطل رہتی۔ البتہ میراث سے حصہ ملتا اب جبکہ بھائی مرگیا تو وہ وارث ہی نہ رہا اس لئے وصیت اس کے لئے جائز ہو گئی اور اس کے پسماندوں کو دی گئی (ملاحظہ ہو شرط سوم)

اسی طرح اگر کوئی شخص وارث تو کہلاتا ہے لیکن دوسرے کی موجودگی کی وجہ سے محروم ہے اس کے لئے بھی وصیت جائز و معتبر ہے۔ مثلاً زید کا چچا بھی موجود ہے اور بھائی بھی موجود ہے تو زید کا چچا بوجہ موجود ہونے زید کے بھائی کے محروم ہے۔ لہٰذا چچا کے لئے وصیت جائز ہے یا مثلاً میت کے بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی۔ تو پوتا چونکہ بیٹے کی موجودگی میں محروم رہتا ہے اس لئے پوتے کے واسطے اس صورت میں وصیت جائز ہوگی۔

اور اگر کوئی شخص پہلے سے وارث نہیں تھا اور اس کے لئے وصیت کر دی گئی تھی پھر بوقت مرگ میت وہ وارث ہو گیا تو یہ وصیت باطل ہوگی۔

مثال زید کے باپ دادا دونوں زندہ تھے چونکہ باپ کے ساتھ دادا وارث نہیں ہوتا اس لئے زید نے دادا کے لئے کچھ وصیت کر دی بظاہر جائز تھی تقدیر سے زید کی زندگی میں زید کے باپ کا انتقال ہو گیا اب باپ کی جگہ دادا وارث ہو گئے اور وصیت جو کچھ ان کے لئے کی گئی تھی وہ باطل ٹھہری۔

---

[1] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

مثال دوم:- زید کا بیٹا موجود لہذا ہمشیرہ محروم تھی اس کے لئے زید نے کچھ وصیت کردی بقضائے الٰہی زید کا بیٹا داغ مفارقت دے گیا تو زید کی ہمشیرہ وارث ہوگئی۔ لہذا اس کے لئے جو وصیت کی تھی وہ بیکار اور باطل ہوگئی۔

(۷) یہ شرط تو پہلے بار بار معلوم ہے کہ وہ وصیت ثلث سے زیادہ نہ ہو۔ اگر اتنی زیادہ وصیت کی ہے کہ ثلث مال میں پوری نہیں ہوسکتی تو صرف ثلث میں جاری ہو گی۔ ثلث سے زیادہ خرچ کرنا وارثوں کی رضامندی اور اختیار پر موقوف ہے اور اگر کوئی وارث ہی موجود نہ ہو تو ثلث سے زیادہ بلکہ کل مال کی وصیت بھی جائز و معتبر ہے (بشرطیکہ دین نہ ہو)

اہل اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے ثلث مال کی وصیت کی حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر گرم ہو رہی تھی۔ لیکن تشریف نہ لائے تھے کہ آپؐ کی تشریف آوری سے ایک ماہ پہلے براء رضی اللہ عنہ کو پیام اجل آپہنچا۔ آہ کیسی حسرت کا وقت تھا ادھر موت کا فرشتہ مہلت نہیں دیتا۔ ادھر شوقِ دیدار مرنے کی اجازت نہیں دیتا[1]۔ اس حالت میں نادیدہ مشتاق و جان نثار مجبور بحکم پروردگار نے وصیت کی کہ جب حضور انور تشریف لائیں تو میرا ثلث مال آپ کی نذر کر دیا جائے۔ براءؓ کے وارثوں نے ان کی آرزو کو پورا کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخلص خادم کے ہدیہ کو قبول فرما کر بکمال سیر چشمی از طرف خود ان کے وارثوں کو عطا فرما دیا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ۔

اگرچہ تقسیم ترکہ اور وارثوں کے لئے اب نہ وصیت کی ضرورت ہے اور نہ معتبر

[1] موت کہتی تھی چلو شوق یہ کہتا تھا کہ ٹھہر۔ مرنے والے پہ عجب ضیق کا اک عالم تھا

ہے شریعت نے خود حصّے مقرر فرما کر تقسیم کر دیا ہے۔ اگر ان کے خلاف وصیت کریگا تو ہرگز اعتبار نہ ہوگا اور گنا ہ بے لذت اور عذاب آخرت سر پر رہے گا۔ لیکن دیگر امور کے لئے وصیت کر جانا اب بھی مستحب ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان پر دو راتیں بھی ایسی نہ گذرنی چاہئیں کہ اس کے پاس وصیت نامہ لکھا ہوا موجود نہ ہو اور بعض امور کی وصیت کرنا واجب ہوجاتا ہے اور بعض دفعہ مکروہ اور حرام ہوتا ہے۔

واجب جس شخص کے ذمہ پر لوگوں کے قرض ہوں یا اس کے پاس امانتیں ہوں جن کی کوئی ایسی سند نہیں جس سے قرضخواہ اور مالک امانت کا دعویٰ کر کے وصول کرسکے یا اسی قسم کے اور معاملات ہوں جن میں بلا وصیت لوگوں کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اس پر لازم و واجب ہے کہ اگر وصیت کا موقع پائے تو وصیت کر جائے اور ان لوگوں کے حقوق کو تحریراً یا تقریراً ظاہر کر جائے اسی طرح جس شخص نے اپنی کوتاہی سے بلا عذر شرعی نماز روزے قضا کر دیئے ہوں یا واجب شدہ حج و زکوٰۃ ادا نہ کیا ہو اس پر بھی واجب ہے (بشرطیکہ مال موجود ہو) کہ ان امور کے ادا کرنے کی وصیت کر جائے۔ اگر وصیت کا موقع پایا اور وصیت نہ کی تو گنہگار رہ کر آخرت میں مستحق عذاب ہوگا۔ چونکہ قریب المرگ ہونے کی حالت میں وصیت کا موقع پانے کا یقین نہیں لہٰذا دینداری کی بات یہ ہے کہ انسان حالت صحت و حیات ہی میں اس قسم کے امور کی وصیت کردے۔

کسی شخص کے ذمہ پر واجب شدہ نماز روزہ کسی دوسرے شخص کے پڑھنے اور رکھنے سے ادا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ان کے ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ فدیہ دیا جائے ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گندم ہے جس کی مقدار انگریزی سیر سے تقریباً دو سیر ہے

اور ایک نماز[1] کا فدیہ بھی اسی قدر ہے۔ حج ادا کرنے کے لئے میت کے وطن سے کوئی شخص بھیجا جائے اور پورا خرچ دیا جائے لیکن اجرت اور تنخواہ کچھ نہ دی جائے ورنہ میت کی طرف سے حج ادا نہ ہوگا۔

زکوٰۃ کی جس قدر میت کی ہے حساب لگا کر ادا کر دی جائے۔ اسی طرح کفارہ اور صدقۂ فطر اور قربانی وغیرہ جن چیزوں کی وصیت ہو ادا کر دی جائیں۔ مفصل مسائل میت کی طرف سے حج وغیرہ ادا کرنے کے کتب فقہ سے معلوم ہو سکتے ہیں اور کسی قدر فتاوٰی محمدیہ میں لکھے گئے۔

مستحب: پسندیدہ اور مستحب ہے کہ وصیت کر جائے کہ میرا کفن دفن بطریق مسنون کیا جائے اور میرے مرنے پر نوحہ اور چیخنا چلانا موقوف رکھیں اور رسوم خلاف شرع عمل میں نہ لادیں[2]۔

امور ضروریہ اور واجبہ کے سوا اگر مال میں سے وصیت کرنا چاہے تو ہر حالت میں مستحب یہ ہے کہ ثلث مال سے کم کی وصیت کرے اگر اس کے وارثان شرعی پہلے سے غنی اور مالدار ہیں یا اس کی میراث میں سے اس قدر حصہ ملے گا کہ میراث پانے کے بعد بہت غنی اور دولت مند ہو جائیں گے تو مال میں سے مدارس و مساجد وغیرہ کے لئے یا ایسے وارثوں کے لئے جن کو حصہ نہیں پہنچے گا وصیت کر جانا مستحب ہے لیکن ثلث مال سے کم وصیت کرنا بہتر ہے۔

---

[1] مذہب حنفی میں قضا شدہ وتر کا بھی فدیہ دینا ضروری ہے پس ایک روز پنجگانہ نماز مع وتر کا فدیہ بارہ سیر گندم بوزن انگریزی ہوا ۱۲ [2] جس شخص کے عزیز و اقربا میں نوحہ کرنے کی عادت اور ناجائز رسوم کا رواج ہو اور اپنے مرنے کے بعد نوحہ وغیرہ کا گمان غالب ہو اس کے لئے ان امور کی ممانعت لازم اور ضروری ہے ۱۲

اور اگر وارثان شرعی پہلے سے بھی غنی نہیں اور مال بھی اس قدر زیادہ نہیں کہ میراث پاکر وہ لوگ دولت مند ہو جائیں تو مستحب یہ ہے کہ اپنے مال میں سے صدقہ و خیرات وغیرہ کی کچھ وصیت نہ کرے اور سب ترکہ وارثوں کے لئے چھوڑ دے کیونکہ جب یہ لوگ بھی مفلس اور حاجتمند ہیں تو ان کو بھی جو کچھ نفع اور فائدہ میت کے مال سے ہوگا اس کا ثواب اور اجر میت کو مثل صدقہ اور خیرات کے بلکہ اس سے بھی دوچند حاصل ہوگا۔[1]

جائز:- اگر کوئی وارث نہ ہو تو کل مال کی وصیت کر دینا جائز و معتبر ہے اور اپنے تجہیز و تکفین وغیرہ کے لئے ایسے تمام امور کی وصیت کر دینا جائز ہے جو شرعاً ممنوع و مکروہ نہ ہوں مثلاً یہ کہ فلاں جگہ دفن کرنا فلاں شخص نماز پڑھاوے وغیرہ وغیرہ

مکروہ و حرام:- مکروہ و حرام ہے ان امور کی وصیت کرنا جو خلاف سنت ہیں یا شریعت میں حرام و ناجائز ہیں یا ایسے لوگوں کے لئے وصیت کرنا جو معصیت خداوندی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں اور غالب گمان یہ ہے کہ اس کا مال بھی اسی میں صرف کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ[2] ارشاد فرما کر ایسی وصیت کرنے کی ممانعت فرما دی ہے جس سے وارثوں کو ضرر پہنچے اور اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) ثلث سے زیادہ وصیت کر جائے گو یہ پوری نہ کی جائے گی لیکن گناہ ہوگا۔ اور گناہ بے لذت۔

---

[1] لقولہ علیہ السلام فی سوال جابرؓ لو صیتہ انک لن تنفق نفقۃ الا اجرت فیہا الخ ۱۲ [2] یعنی بطریق مذکورہ بالا میراث تقسیم کیجائے بعد وصیت پورا کرنے اور دین ادا کرنے کے لیکن وصیت کرنیوالے کو وارثوں کا ضرر رساں نہ ہونا چاہیئے ۱۲

(۲) کسی شخص کی امانت کا یا قرض کا اقرار کر لے اور فی الحقیقت اس کے ذمہ پر واجب نہ ہو۔ بلکہ وارثوں کے حصہ میں کمی اور نقصان کرنا منظور ہو۔

(۳) اپنا قرض جو دوسروں کے ذمہ پر واجب تھا اس کے وصول پانے کا جھوٹا اقرار کرے ۱۲ تاکہ وارث اس سے نہ لے سکیں۔

(۴) کوئی نہایت بیش قیمت چیز بلا ضرورت صرف وارثوں کا نقصان کرنے کے لیے بہت کم قیمت میں کسی کے ہاتھ فروخت کر دے۔ یا کوئی ردی اور کم درجہ چیزیں بڑی بھاری قیمت میں خرید لے۔

(۵) ثلث مال کی وصیت کرے لیکن ثواب کی نیت اور کوئی ضرورت نہ ہو۔ وارثوں کا حصہ کم کرنا منظور ہو

(۶) بلا قصور وارثان زندگی میں سب مال کا فیصلہ کر کے وارثوں کو محروم کر جائے۔ یہ سب تصرفات[1] جائز و نافذ ہوں گے لیکن گنہگار اور عاصی ہو جائے گا بعض میں بہت زیادہ بعض میں کم۔

وصیت[2] کس طرح پوری کیجائے اور کون سی کیجائے اور کونسی نہ کیجائے

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کفن و دفن اور ادائے قرض و حقوق کے بعد جو مال باقی رہے۔ اس کے ایک ثلث میں وصیت جاری ہوتی ہے۔ پس اگر میت نے چند وصیتیں کیں جو ثلث مال میں انجام نہیں پا سکتی اور زیادہ خرچ کرنے کی وارثوں نے اجازت نہیں دی تو جو ضروری اور واجب امور کی وصیتیں ہیں ان کو پہلے پورا کیا جائے ان سے کچھ باقی رہے تو غیر ضروری

[1] سوائے نمبر اول کے چنانچہ بیان ہوا ۱۲
[2] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

وصیتیں پوری کی جائیں۔ مثلاً اپنی نماز کا فدیہ دینے کی بھی وصیت کی ہے اور ایک کنواں
بنوانے کی بھی وصیت کی ہے اور دونوں کام ثلث مال میں پورے نہیں ہو سکتے تو نمازوں
کا فدیہ ادا کریں اور چاہ بنوانا ملتوی رکھیں یا مثلاً اپنے قضا شدہ روزوں کے فدیہ کی
بھی وصیت کی اور قربانی ادا کرنے کی بھی وصیت کی تو روزوں کا فدیہ ادا کردیں۔ کیونکہ
روزے زیادہ ضروری فرض ہیں قربانی کم درجہ ہے فرض نہیں واجب ہے اسی طرح دوسری
چیزوں میں ضروری وصیتوں کو مقدم رکھیں گو وصیت کرنے والے نے یہ ترتیب نہ
رکھی تھی۔ (۲) اگر سب برابر درجہ کی وصیتیں ہیں۔ زیادہ ضروری اور غیر ضروری ہونے
کا فرق نہیں تو وصیت کرنے والے نے جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو پہلے پورا کیا جائے
پھر جو کچھ مال باقی رہے تو دوسری وصیت کو پورا کریں ورنہ نہ کریں۔ مثلاً روزے کا فدیہ ادا
کرنے کی وصیت بھی کی اور نماز کی بھی۔ یہ دونوں برابر ہیں (کیونکہ دونوں فرض ہیں) اس لئے
جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو مقدم کریں یا حج و زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی تھی اور
دونوں پورے نہیں ہو سکتے تو جس کی وصیت پہلے کی ہو وہ ادا کیا جائے (بعض معتبر
علماء کا قول ہے کہ حج و زکوٰۃ اگر دونوں ادا نہ ہو سکیں تو زکوٰۃ کو مقدم کر کے ادا کر دینا چاہیئے)
یا مثلاً ایک ہزار روپیہ کی وصیت مسجد کے لئے کی تھی اور ایک ہزار کی مدرسہ کے لئے
اور اب ثلث مال صرف ایک ہزار ہے تو جس کی پہلے وصیت کی تھی اس کو پورا کیا جائے

اب وصیت پورا کرنے کے متعلق مفید قواعد و مسائل ملاحظہ کرو:۔

(۱) اگر حج کی وصیت کی ہے تو اس کے وطن سے مکہ معظمہ تک آمد و رفت اور سواری
وغیرہ جملہ ضروریات کا خرچ دے کر کسی کو حج کے لئے بھیجا جائے اگر ثلث مال میں اس قدر
خرچ پورا نہ ہو سکے تو جس جگہ سے ممکن ہو بھیجا جائے۔ مثلاً بمبئی سے کسی کو بھیج دیں گے

تو بیس پچیس[۲۰][۲۵] روپے کی کفایت رہے گی اور اگر بہت ہی کم مال ہو تو جدہ سے کسی کو بھیج دیا جائے لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اجرت دینا جائز نہیں۔

(۲) اگر زید کی اولاد کے لئے ایک ہزار روپیہ کی وصیت کی تو وہ روپیہ زید کی اولاد میں تقسیم کر دیا جائے اور لڑکے اور لڑکی کو برابر حصہ دیا جائے اور جب تک زید کے بیٹا بیٹی میں سے کوئی بھی موجود ہوگا پوتا، پوتی اور نواسہ نواسی کو کچھ نہ ملے گا۔ گو عرف میں ان کو بھی اولاد کہتے ہیں مگر اصل اولاد بیٹا بیٹی ہیں ۔

(۳) اگر وصیت کی کہ پچاس روپیہ کا گندم فلاں شخص کو دے دینا یا فقیروں کو دے دینا تو اس کی جگہ نقد روپیہ دے دینا بھی جائز ہے ۔

(۴) علیٰ ہذا القیاس اگر پچاس روپیہ نقد کی وصیت کی تو میت کے گھر سے پچاس روپے کا غلہ دے دینا بھی جائز ہے ۔

(۵) اگر کسی جانور یا مکان وغیرہ کو فروخت کر کے قیمت کو صدقہ کرنے کی وصیت کی ہے تو اگر خود وہی چیز صاحبانِ وصیت کو دے دی جائے تو جائز ہے ۔

(۶) اگر کسی کپڑے وغیرہ کو صدقہ کرنے کی وصیت کی تو وارثوں کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کی قیمت صدقہ کر دیں اور اس کو رکھ لیں۔

(۷) اگر کہا کہ پانسو روپیہ دے کر حج کرا دینا اور صرف چار سو روپیہ میں ادا ہو گیا تو باقی روپیہ وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے۔

(۸) اگر حد سے زیادہ قیمتی کفن کی وصیت کی تو پوری نہ کی جائے بلکہ متوسط درجہ کا کفن دیا جائے (جس کا بیان گذر چکا ہے)

(۹) اگر کسی شخص نے ٹاٹ خرید کر رکھا اور وصیت کی کہ مجھ کو اس کا کفن دینا اور

مجھ کو طوق وزنجیر سے جکڑ کر قبر میں دفن کرنا تو یہ وصیت پوری نہیں کی جائے گی بلکہ بقاعدہ مسنون کفن دفن کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر باوجود وسعت کے یہ وصیت کی کہ مجھ کو صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردینا یا صرف دو کپڑے کفن میں دینا تو اس وصیت کو پورا نہیں کریں گے۔ بلکہ کفن مسنون دیں گے۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری نعش کو جانوروں کے کھانے کے لئے ڈال دینا یا آگ میں جلا دینا تو یہ حرام ہے ہرگز پوری نہ کی جائے۔

(۱۱) جب قرض اس قدر ہو کہ ادا ہونے کے بعد کچھ مال باقی ہی نہ رہے۔ تو ہر قسم کی وصیت بیکار اور باطل ہے اگر قرض خواہ اپنا قرض معاف کردیں تو جو کچھ مال رہ جائے اس کے ثلث میں وصیت پوری کی جائے :

فائدہ :- اگرچہ قرآن مجید میں وصیت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور دین کا پیچھے لیکن اس ترتیب سے بقاعدہ لغت عرب یہ نہیں سمجھا جاتا کہ ان چیزوں کے ادا کرنے میں بھی یہی ترتیب ہو بلکہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بتلا دیا کہ دین مقدم ہے اور وصیت اس کے بعد قال علیؓ رأیت رسول اللّٰہ بدأ بالدّین قبل الوصیّۃ۔ الفاظ قرآن میں ترغیب وتاکید کے لئے وصیت کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ اس کا پورا کرنا وارثوں پر بہت شاق گذرتا ہے اور خوف خداوندی کے سوا کوئی تقاضا کرنے والا اور محرک بھی نہیں ہوتا۔ دین اور قرض کے لئے تو قرضخواہ ہر وقت سر پر سوار رہتا اور وصول کرلیتا ہے۔

(۱۲) اگر وصیت کی کہ مجھ کو میرے مکان ہی میں دفن کردیا جائے تو یہ وصیت باطل اور ناقابل اعتبار ہے ہاں اگر سب وارث اجازت دیں تو دفن کردیا جائے۔

(۱۳) اگر کوئی میت کہے کہ یہ مال فلاں شخص سے میں نے بطریق ناجائز وصول کیا تھا تم

اس کو صدقہ کر دینا تو اس مال کا اصل مالک زندہ ہے تو مال اسی کو دیدینگے اور صدقہ نہ کرینگے اور اگر وہ مالک اور اس کے وارث بھی موجود معلوم نہیں تو مال کو صدقہ کر دیا جائے۔

(۱۴) جب کوئی میت کہہ جائے کہ فلاں بزرگ میری نماز پڑھائیں اور فلاں جگہ دفن کیا جاؤں اور فلاں قسم کا کفن دیا جائے تو ان وصیتوں کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ البتہ اگر پورا کر دیں تو بہتر ہے بشرطیکہ کوئی وجہ شرعی مانع نہ ہو۔

(۱۵) اگر کہا کہ مجھ کو فلاں بزرگ کے مقبرے میں دفن کرنا اور وہاں تک لے جانے میں صرف زیادہ ہوتا ہے تو اگر سب وارث اس خرچ پر راضی ہوں تو وصیت پوری کی جائے ورنہ نہیں۔

(۱۶) اگر میت کہہ جائے کہ میرے بعد اسقدر طعام پکا کر حاضرین کو کھلانا تو یہ وصیت نامعتبر ہوگی اگر یوں کہا کہ فقراء و مساکین کو یا کہا کہ طالب علموں کو کھلانا تو جائز ہے۔

(۱۷) اگر وصیت کی کہ زید میرے مکان میں رہا کرے تو جائز و معتبر ہے مکان میں رہنے کا زید کو مدۃ العمر اختیار رہے گا لیکن مالک نہ ہوگا اور وصیت کرنے والے نے اس مکان کے سوا کچھ مال ہی نہیں چھوڑا تو زید کو صرف ایک ثلث مکان میں رہنے کا حق حاصل ہوگا۔

(۱۸) اگر وصیت کی کہ فلاں شخص کو ایک گھوڑا یا فلاں قسم کا کپڑا یا برتن دیا جائے تو جس چیز کی وصیت کی ہے وہ متوسط درجہ کی میت کے مال میں سے دیدیں گے نہ بہت اعلیٰ قسم کی نہ کم درجہ کی اور اگر وہ چیز میت کے مال و اسباب میں موجود نہیں تو اس کی قیمت دیجائے۔

(۱۹) اگر یوں کہا کہ میرے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا زید کو دیدینا یا میری اشرفیوں میں سے پانچ اشرفیاں زید کو دیدینا اور میت کے مال میں یہ چیزیں موجود نہیں تو وصیت بالکل باطل اور بیکار ہو جائے گی۔

لے تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

(۲۰) اگر اپنے مقروض سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تم قرض سے بری ہو۔ یہ بھی مثل وصیت سمجھا جائے گا اور ثلث مال سے معاف ہو سکے تو معاف ہو جائے گا ورنہ وارثوں کی رضا پر موقوف رہے گا۔

(۲۱) اگر وصیت کی کہ میری کتابوں کو یا فلاں چیز کو دفن کر دینا تو یہ وصیت پوری نہ کی جائے۔ البتہ اگر وہ کتابیں یا چیزیں ایسی ہوں جن کو کوئی سمجھ نہیں سکتا اور نفع نہیں اٹھا سکتا یا ایسی لغو اور خلاف حق اور باطل مضمون کی کتابیں ہیں جن کے شائع ہونے میں بڑی خرابی ہے تو دفن کر دی جائیں ؛:

وصیّت سے پھر جانے کا بیان

جب وصیت کر دی اور عام طور سے لوگوں کو معلوم ہو گئی یا گواہ موجود ہیں۔ تو انکار کرنے سے وصیت باطل نہیں ہو گی اور یہ کہنا معتبر نہ ہو گا کہ میں نے وصیت نہیں کی۔ البتہ اگر یوں کہے کہ میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اس کو جاری کرانا نہیں چاہتا یا اس وصیت کو فسخ کرتا ہوں تو وصیت باطل ہو جائے گی گویا کی ہی نہیں تھی۔ جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے اس کو اس طرح وصیت کو باطل کر دینے کا پورا اختیار ہے اسی طرح اگر زندگی میں کوئی ایسا تصرف اور فعل کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی۔ مثلاً ایک زمین کی کسی کے لئے وصیت کی تھی۔ پھر اسی زمین میں اپنا مکان بنا لیا یا بکری کی وصیت کی تھی پھر اس کو فروخت کر دیا یا کسی کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اسی کو قطع کر کے کپڑے بنوائے تو ان سب صورتوں میں سمجھا جائے گا کہ وصیت سے رجوع کیا اور پھر گیا۔

اگر کسی خاص زمین یا خاص مکان یا کپڑے جانور وغیرہ کی وصیت کی تھی اور پھر وہ کسی طرح اس کے قبضہ سے نکل گیا یا ضائع ہوگیا یا مرگیا تو وصیت باطل ہوگئی۔ کیونکہ جس چیز کی وصیت کی وہ موجود ہی نہ رہی:

وصی کا ذکر

وصیت کرنے والا میت جس شخص کو اپنی موت کے بعد تصرفات جاری کرنے کے لئے اپنا نائب اور وکیل مقرر کر دے اس کو وصی کہتے ہیں۔ جس کو وصی بنا دیا تھا اگر اس نے زبان سے قبول کر لیا تب بھی اس پر لازم ہوگیا یا کوئی کام ایسا کیا جس سے معلوم ہوگیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے تب بھی وصی بن گیا۔ لیکن جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کر دے البتہ اس کی موت کے بعد اختیار نہ رہے گا۔ اگر ایک شخص کو بعض امور کا وصی بنایا اور دیگر امور کا کچھ ذکر نہیں کیا اور نہ ان کے لئے کسی کو وصی بنایا ہے تو تمام امور کا وصی یہی شخص سمجھا جائیگا۔ اگر تمام امور میں دو شخصوں کو وصی بنایا ہے تو ان دونوں کو باہم مل کر کام کرنا چاہیئے۔ صرف ایک شخص اگر تصرفات کریگا تو ناجائز ہوں گے۔ البتہ اگر تجہیز و تکفین کا انتظام اور میت کے اہل وعیال کی ضروریات کیا ایک شخص بھی انجام دیدے تو جائز و معتبر ہوگا۔

وصی بننا اور پھر دیانتداری سے کام کرنا نہایت ہی دشوار اور سخت مشکل ہے۔ لہذا اس سے حتی الوسع بچنا چاہیئے اور ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیئے اور اگر مقتضائے ضرورت و مصلحت کبھی اختیار کرے تو مواخذہ خداوندی اور عذاب آخرت سے ڈر کر پوری دیانتداری اور خیر خواہی سے کام کرنا چاہیئے مال مفت سمجھ کر بیجا صرف کرنا اور بلا پس و پیش مالکانہ تصرف کرنا ہرگز

نہ چاہیئے۔ البتہ اگر اس کے انتظام میں اپنے فکر معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدر ضرورت اپنے اخراجات اور ضروریات کے لئے وصیت کرنے والے کے مال سے لینا جائز ہے جس کا ذکر کتب فقہ میں مفصل موجود ہے۔ واللہ الموفق والمعین ؛

تیسرا باب محروم و محجوب وغیرہ کا بیان

فصل اوّل جو چیزیں میراث پانے سے محرُوم کر دیتی ہیں

میت کا مال بوجہ ایک علاقہ اور تعلق اور رشتہ داری کے خدا تعالیٰ نے اس کے بعد موجود موارثوں کو عطا فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے تعلق نہ رہے اور ایک قسم کی جدائی اور علیحدگی اور نفرت ثابت ہو جائے تو اس وارث کو میراث نہ ملے گی وہ امور یہ ہیں۔

قتل مورث۔ اختلاف دین۔ غلامی۔ اختلاف ممالک وسلطنت۔ اب ان چاروں امور کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

قتل مورث :۔ اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً مار ڈالا تو یہ وارث میراث سے بالکل محروم رہے گا۔ خواہ کسی کاٹنے والی دھاردار چیز سے قتل کیا ہو (مثلاً تلوار، چھرا، کرچ، سنگین، بانس کی تیز کھپاچ وغیرہ) یا کسی موٹی بڑی بھاری وزن دار چیز سے مارا ہو جس کے مارنے سے عموماً لوگ مر جاتے ہیں (جیسے موٹا لٹھ، بندوق، پتھر وغیرہ) یا کسی چھوٹی چیز کے مارنے سے مر جائے جس سے عموماً لوگ مر نہیں جاتے (مثلاً پتلی چھڑی

چھوٹا پتھر، قینچی، طمانچہ وغیرہ) اور خواہ یہ قتل عمداً[1] واقع ہوا یعنی قتل کرنے کے قصد ہی سے مارا ہو یا خطاءً ایسا ہو گیا یعنی غلطی سے مارا گیا مثلاً ہرن کو گولی یا تیر مارنا تھا نشانہ خطا کر گیا اور مورث پر جا لگا یا بندوق درست کر رہا تھا بلا قصد چل گئی اور گولی مورث کو لگ گئی یا کوئی چاقو یا بڑی چیز اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر مورث پر جا پڑی اور اس کے صدمہ سے مرگیا۔ اگر نابالغ یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو میراث سے محروم نہ ہوگا۔ کیونکہ نابالغ اور مجنون کے اکثر افعال شرعاً مستوجب سزا و جزا نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر ظلماً نہیں مارا بلکہ مورث ناحق اس پر حملہ کرتا تھا۔ اس نے اپنے بچانے کے لئے اس پر وار کیا اور وہ مورث مرگیا۔ تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہوگا۔ یا مورث پر سزا میں کسی وجہ سے شرعاً قتل واجب ہوا اور بادشاہ یا قاضی کے حکم سے وارث نے قتل کر دیا تو بھی میراث سے محروم نہ ہوگا۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں قتل ظلماً نہیں ہے اسی طرح اگر کسی اپنے رشتہ دار عورت کو زنا کی خطا پر مار ڈالا تو یہ مارنے والا وارث محروم نہ ہوگا۔ بشرطیکہ یہ جرم گواہوں سے ثابت ہو گیا ہو۔

اختلاف دین:- اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی آتش پرست ہو یا آریہ) تو اس کی میراث مسلمان کو نہیں ملے گی بلکہ اگر اس کے کافر وارث موجود ہوں تو ان کو دی جائے گی اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال میں جمع کی جائے گی اور اگر مورث مسلمان ہے اور وارث کافر ہے تو اس کو بھی مورث کی میراث نہ ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہیں ان کو دی جائے گی۔ مثلاً

---

[1] یہاں عمد و شبہ عمد کے حکم میں چونکہ فرق نہیں لہذا تفصیل غیر ضروری ہے خصوصاً للعوام و ترکت بعض تفاصیل ہذہ المسئلۃ لئلا یجترء علیہ الناس من شر الوسواس الخناس ۱۲

کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہوگیا اب اس کے انتقال پر باپ کو کچھ حصّہ نہ ملے گا یا اگر اس کے بیٹے کی کوئی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو ان کو ترکہ دیا جائے اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہ ہو تو بیت المال وغیرہ میں صرف کیا جائے۔

اسلام کے سوا جس قدر مذہب اور فرقے ہیں ان کا مقدمہ اگر اسلامی عدالت میں آوے تو ان میں باہم میراث جاری کرائی جائے گی مثلاً بیٹا یہودی اور باپ نصرانی ہے تو ان میں باہم میراث جاری ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یا شوہر ہندو برہمن ہے اور زوجہ عیسائی میم صاحبہ ہیں ان میں سے اگر ایک مرجائے تو دوسرے کو میراث پہنچنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ لیکن مسلمان کو ان فرقوں میں سے کسی کے مال سے میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ مسلمان کے انتقال پر ان فرقوں میں سے کسی کو کچھ مل سکتا ہے۔ مثلاً کسی ہندو کا بھائی مسلمان ہوگیا ہے۔ اب اگر وہ مرجائے تو بھائی کو اس کے ترکہ سے کچھ نہ ملے گا اور ہندو بھائی مرجائے تو اس مسلمان کو ہرگز کچھ نہ پہنچے گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس اگر کسی مسلمان نے میم صاحبہ سے نکاح پڑھوا لیا تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو میراث نہ ملے گی البتہ اگر مہر ادا نہ کیا ہو تو دلایا جائے گا اور اگر میم صاحبہ شوہر کی زندگی میں کوچ کر گئیں تو شوہر کو کچھ نہ ملے گا۔

جو شخص مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے پھر جائے وہ بھی کافروں کے مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اس کے مارے جانے یا کافروں سے مل جانے کے بعد اگر اس کا مال اہل اسلام کے قبضہ میں ہو تو حالت اسلام میں حاصل کیا ہوا مال اس کے مسلمان وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے اور حالت ارتداد کی کمائی یعنی اسلام سے پھر جانے کے بعد جو کچھ کمایا ہے وہ بیت المال میں داخل کیا جائے۔ عورت اگر

دین سے پھر جائے اور کافروں سے مل جائے یا قتل کی جائے تو اس کا مال مسلمان وارثوں کو پہنچے گا خواہ حالت اسلام میں وہ مال اس کو حاصل ہوا ہو یا مرتد ہونے کے بعد۔

مقلد و غیر مقلد شافعی و حنفی المذہب وغیرہ میں باہم بلا شبہ و بلا اختلاف میراث جاری ہوتی ہے یعنی اگر کوئی مقلد مر جائے تو اس کے غیر مقلد وارثوں کو بھی میراث پہنچے گی۔ اسی طرح اگر کسی غیر مقلد کا انتقال ہو جائے تو مقلدوں کو اس کی میراث حسب قاعدہ شرعیہ پہنچے گی۔ علیٰ ہذا القیاس شافعی المذہب میّت کے مال سے حنفی ورثار کو حصۂ ترکہ ملے گا اور حنفی میّت کے ترکہ میں سے شافعی المذہب رشتہ دار حصہ پائیں گے۔

شیعہ و سنّی میں اکثر علمار کے نزدیک میراث[1] جاری ہوتی ہے یعنی سنّی میّت کے شیعہ وارث میراث سے محروم نہ ہوں گے اسی طرح شیعہ کے ترکہ میں اہل سنت حسب قاعدہ حصہ اور میراث پائیں گے۔ قادیانی[2] جو ختم رسالت کے منکر ہیں ان کا حال مثل کافروں کے ہے

غلامی ۔ غلام چونکہ شرعاً قابلیت مالک ہونے کی نہیں رکھتا۔ اس کے قبضہ میں جو کچھ آتا ہے وہ اس کے مالک و آقا کی ملک ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر غلام کا کوئی رشتہ دار مر جائے تو اس کے مال میں سے غلام کو میراث نہ ملے گی بلکہ محروم رہے گا۔ کیونکہ اگر اس کو حصہ دلایا جائے تو وہ ایک ایسے شخص کی ملک ہو جائے گا جو اس مال کا مستحق نہ تھا اور غلام کے انتقال پر اس کے وارثوں کو میراث اس لئے نہیں ملتی کہ غلام جب حالت غلامی میں مرتا ہے تو اس کا کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ وہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں تھا جو کچھ مال و اسباب اس کے قبضہ

---

[1] میراث المسلمین میں یہ مسئلہ دیکھ کر ایک صاحب خفا ہوئے تھے پھر کسی کو اگر شک ہو تو در مختار و شامی و فتح القدیر کی وہ عبارتیں دیکھ لیں جو مولانا عبد العلی بحر العلوم نے مسلم الثبوت کی شرح میں نقل فرمائی ہیں یا شامی نے باب المرتد میں تحقیق و تفصیل فرمائی ہے ملاحظہ فرمالیں۔ البتہ وہ شیعہ جو بالکل کفریہ عقائد رکھتا ہو اس کا حال مثل کافروں کے سمجھا جائے گا ۱۲ منہ

[2] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

ہیں ہے وہ زندگی میں بھی آقا اور مالک کا مملوک تھا غلام کے مرنے کے بعد بھی اسی کا مملوک رہا اب غلام کے وارثوں کو کہاں سے حصہ پہنچے اور کیسے میراث حاصل ہو :۔

اختلاف ممالک و وطن :۔ یعنی میت اور وارث کے ملک و ولایت کا مختلف ہونا مسلمان کا وارث گو کتنی ہی بعید ولایت اور مختلف ملک میں رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے محروم نہ ہوگا خواہ کتنا ہی بعد المشرقین ہو اور دونوں کی سکونت مختلف سلطنتوں میں ہو۔

البتہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں ان میں اگر میت اور وارث دو مختلف ملکوں میں رہتے ہوں اور ان سلطنتوں میں باہم صلح بھی نہ ہو تو دوسرے ملک کے رہنے والے میت کی میراث اس کے وارث کو نہ پہنچے گی اور مختلف ملکوں میں رہنا باعث محرومی میراث کا ہو جائے گا فرض کرو کہ ہندوستان کی گورنمنٹ انگلینڈ اور روس کی گورنمنٹ میں صلح نہ رہے۔ تو ہندوستان کا باشندہ شریعت اسلامی کے قاعدے سے مملکت روس کے باشندے کی میراث اور ترکہ نہیں پا سکتا جیسا کہ بعض دوسرے مواقع پر بھی اس کتاب میں غیر ضروری امور کو محض تکمیل کتاب اور سرسری اطلاع کے لئے ذکر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح پر میراث سے محروم ہونے کے سوم و چہارم سبب کو ذکر کیا گیا ورنہ غلامی تو آج کل خصوصاً ہندوستان میں بالکل ہی مفقود ہے اور چوتھا سبب یعنی اختلاف ملک بھی کہیں نہیں پایا جاتا تمام سلطنتوں میں باہم صلح ہے ایک حکومت کا سفیر دوسری جگہ رہتا ہے دوسرے بادشاہ کی رعایا کی حفاظت اپنی رعایا سے زیادہ کی جاتی ہے۔ باطنی مخالفت و قلبی عداوت کے ساتھ باضابطہ اور ظاہری صلح و آشتی نے بالکل تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَّقُلُوبُهُمْ شَتّٰى کا مصداق بنا دیا ہے اور سلطنتوں کا اختلاف اگر پایا بھی جائے تو اہل اسلام کے حق میں اس کا اعتبار نہیں صرف غیر مسلموں کے لئے ایسا اختلاف ممالک باعث

محرومی میراث ہے۔ لیکن ان کو آج کل نہ اسلامی قاعدے سے فیصلہ کرانے کی ضرورت ہے نہ مسئلہ پوچھنے کی۔

چار مذکورہ بالا سببوں کے علاوہ موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا بھی میراث سے محروم ہونے کا ایک سبب ہے یعنی یہ معلوم نہ ہونا کہ کون پہلے مرا ہے اور کون پیچھے مثلاً ایک جہاز میں بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ غرق ہو گئے۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ کون شخص پہلے مرا ہے کون پیچھے۔ یا مکان و دیوار گر کر چند آدمی مر گئے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون آدمی پہلے مرا ہے کون پیچھے۔ ایسی صورت میں ان لوگوں سے کوئی دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور وقت موت کا معلوم نہ ہونا گویا محرومی میراث کا باعث ہو جائے گا۔ یہاں یوں سمجھیں گے کہ گویا سب ایک ہی ساتھ مرے ہیں نہ یہ اس کا وارث ہوگا نہ وہ اس کا۔ ان کے بعد جو وارث موجود رہے ہیں ان کو میراث دی جائے گی۔

مثال:۔ احمد علی اپنے بڑے بیٹے رحمت علی کو ہمراہ لے کر غازی آباد سے ریل میں سوار ہوا۔ وطن میں دو چھوٹے بیٹے قدرت علی اور عظمت علی رہے اور دو پوتے یعنی رحمت علی کے بیٹے نصرت علی اور شوکت علی۔ راستہ میں گاڑیاں لڑ گئیں اور احمد علی باپ بیٹے دونوں مردہ پائے گئے۔ اب اگر یوں سمجھیں کہ احمد علی کا انتقال پہلے ہوا ہے اور رحمت علی اس کا بیٹا دو چار منٹ کے بعد مرا ہے تو احمد علی کی جائداد تین حصوں پر تقسیم ہو کر تینوں بیٹوں کو ایک ایک حصہ پہنچ گیا اور چونکہ رحمت علی کا بھی فوراً ہی انتقال ہو گیا لہٰذا اس کا حصہ اس کے بیٹوں نصرت علی و شوکت علی کو پہنچ گیا۔ لیکن ایسا نہیں سمجھتے اور اس طرح تقسیم نہیں کرتے بلکہ یوں سمجھا جاتا ہے کہ احمد علی اور اس کا بیٹا رحمت علی ساتھ ہی مرے ہیں۔ لہٰذا رحمت علی کی جائیداد دو حصہ ہو کر اس کے دونوں

بیٹوں قدرت علی و عظمت علی کو مل جائے گی پوتے محروم رہیں گے۔ کیونکہ ان کے باپ رحمت علی کو کچھ حصّہ ہی نہیں ملا جو بیٹوں تک پہنچتا۔ بلکہ وہ گویا باپ کے ساتھ ہی مرگیا اور کچھ میراث نہ پائی۔ غرض اس صورت میں موت کا حال اور وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے رحمت علی میراث سے محروم رہا اور اسی وجہ سے اس کے بیٹے بھی محروم رہ گئے معلوم نہیں فی الحقیقت وہ باپ سے پہلے مرا تھا یا پیچھے ؁

چھٹا سبب میراث سے محروم رہنے کا سبب نبوت بھی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ انبیاء نہ اپنے کسی رشتہ دار سے میراث پاسکتے ہیں نہ ان کی میراث کسی کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ میراث کی حقیقت میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔ لیکن چونکہ ہماری ناچیز کتاب صرف عام مسلمانوں کے لیے لکھی گئی ہے لہٰذا اس چھٹے سبب کو مستقل اور خاص طور سے شمار کرنے کی ضرورت نہیں ؎

کجا انبیاء اور کجا یہ کتاب یہ ادنیٰ رسالہ وہ عالیجناب

فصل دوسری ان امور کا بیان جو باعث محرومی نہیں[1]

صغر سنی، یعنی کم عمر ہونے سے میراث اور حصّہ میں کچھ کمی نہیں آتی پس اگر ایک شخص کے ایک بیٹا نہایت قوی جوان پہلوان عالم فاضل عاقل ہو اور دوسرا تین روز کا شیر خوار مریض بچہ ہو تو دونوں کو میراث میں برابر حصہ ملے گا بلکہ حمل کے لیے بھی محفوظ رکھا جانے کا حال آخر کتاب میں معلوم ہو گا۔

---

[1] لیکن ناواقف ان کو محرومی کا سبب سمجھتے ہیں [2] اتفقوا علی ان المیراث یجب لمن لم یبلغ من الرجولیۃ ولو کان ابن ساعتہ ۱۲ فتح جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۱ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

نکاح ثانی کر لینے سے عورت اپنے شوہر کی میراث سے محروم نہیں ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہیں۔ جیسے پہلا نکاح جائز مسنون و باعث ثواب ہے۔ اسی طرح دوسرا ہے بلکہ پہلے نکاح سے بڑھ کر اس کا ثواب و فضیلت ہے پس جو لوگ نکاح ثانی کو عار اور جرم سمجھ کر اس کی وجہ سے عورتوں کو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں نہایت سخت عذاب کے مستحق اور اعلیٰ درجہ کے گناہگار ہوتے ہیں، بلکہ اصرار کرنے سے اندیشہ کفر کا ہے کیونکہ یہ رواج محض ہندوستان وغیرہ کے کفار کا ہے جنہوں نے عورتوں کو نکاح ثانی سے باز رکھنے اور روکنے کے لئے یہ سخت سزا یعنی محرومی میراث تجویز کی تھی۔ ایسے افعال اور اعتقاد شنیعہ سے توبہ کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ عورت حسب قاعدہ شرعی یکے بعد دیگرے جس قدر دل چاہے نکاح کرے اپنے وفات یافتہ شوہروں کے مال میں سے علاوہ مہر کے میراث کی پوری مستحق و حقدار ہوگی۔

نافرمان یا بدکار ہونے سے کوئی شخص میراث سے محروم نہیں ہو سکتا اگر ایک بیٹے نے اپنے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور مطیع و فرمانبردار رہا اور دوسرا کبھی پاس نہ پھٹکا بلکہ رنج پہنچاتا رہا تو دونوں بیٹے برابر میراث کے مستحق ہوں گے اسی طرح اور کوئی رشتہ دار وارث جو ہمیشہ درپے آزار و مخالف رہا گو اس ایذا رسانی کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن میراث سے محروم نہ ہوگا۔ اگرچہ میت نے زبانی یا تحریری کارروائی سے اس کو عاق و محروم بھی کر دیا ہو تو بھی محروم نہ ہوگا اور نہ عاق کر دینے سے عاق ہوگا۔ ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ جو کچھ کسی کو دینا چاہتا ہے زندگی میں دے کر قبضہ کرا جائے اور سب مال کا فیصلہ کر جائے۔ جب میت کے بعد مال ہی نہ ہوگا تو یہ وارث جو نافرمان اور ایذا رساں تھا خود ہی محروم ہو جائے گا۔ لیکن بلا وجہ و ضرورت شرعی کسی وارث کو حق سے محروم رکھنا بڑا گناہ اور معصیت

ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص (بلا وجہ شرعی) اپنے وارث کا حق قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا حق جنت سے قطع کر دیں گے (اس کا بیان باب اول کی فصل دوم میں یعنی میراث کی حقیقت کے آخر میں گذر چکا ہے)

فصل تیسری حجب کا بیان

وارثوں کے حصوں کے بیان میں آپ پڑھیں گے کہ بعض رشتہ داروں کی موجودگی میں بعض وارثوں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور بعض کا حصہ بالکل مارا جاتا ہے مثلاً جب میت کے اولاد نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ میں سے ایک ثلث ملتا ہے اور اگر اولاد موجود ہو تو میت کی والدہ کو سدس یعنی صرف چھٹا حصہ ملے گا اور میت کے بیٹے کی موجودگی میں بھائی بالکل محروم رہ جاتا ہے پس اسی طرح کسی وارث کے حصہ کو بالکل روک دینے یا کم کر دینے کو حجب کہتے ہیں۔ بعض وارث ایسے ہیں جن کی وجہ سے بعض عزیزوں کی میراث بالکل رک جاتی ہے یعنی وہ بالکل محروم ہو جاتے ہیں اس کو حجب حرمان کہتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے دوسروں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اس کو حجب نقصان کہتے ہیں پس جاننا چاہیئے کہ

(۱) بیٹا اور بیٹی کبھی محروم نہیں ہو سکتے اور کسی دوسرے وارث کی وجہ سے ان کا حصہ کم نہیں ہو سکتا یہ امر دیگر ہے کہ خود بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد زیادہ ہو کر تقسیم ہونے کی وجہ سے ہر ایک کو بہت کم حصہ پہنچے لیکن کسی دوسرے رشتہ دار کی یہ مجال نہیں کہ ان کے حصوں میں خلل انداز ہو سکے۔

(۲) ماں، باپ، زوجہ، شوہر ایسے وارث ہیں کہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی

کی وجہ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کی میراث بالکل رک جائے۔ ہاں کبھی کبھی ان کا حصّہ میت کی اولاد وغیرہ کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے جس کا بیان آگے آتا ہے اور وارثوں کے حصول کے بیان میں مفصل مذکور ہوگا۔ ملاحظہ ہو باب چہارم فصل ۱، ۲، ۵، ۶/۷)

شبہ: قاعدہ اول و دوم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا بیٹی اور ماں باپ اور زوجہ و شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ جب بیٹا مسلمان ہو اور باپ کافر ہو تو بیٹا میراث سے بالکل محروم رہ جاتا ہے اور بیٹا پہلے مر جائے تو باپ محروم رہتا ہے۔ اسی طرح زوجہ یا شوہر میں سے ایک کافر ہو یا ایک وارث دوسرے کو قتل کر دے تو میراث سے محروم رہتے ہیں۔

جواب: یہاں ان وارثوں کا ذکر ہو رہا ہے جن میں محرومی میراث کے مذکورہ بالا سببوں میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے۔ یہاں جو بعض جگہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی وجہ سے فلاں محروم رہے گا اس کا یہی مطلب ہے کہ دوسرے کی وجہ سے بالکل محجوب ہو جائے گا اور کچھ میراث نہ پائیگا۔ یہاں وہ چار قسم کی محرومی مراد نہیں جو پہلے مذکور ہوئی جو وارث ان سببوں کی وجہ سے محروم ہیں وہ تو گویا شرعاً موجود ہی نہیں ہیں۔ ان کا وجود و عدم برابر ہے البتہ جو باپ بیٹا شوہر وغیرہ ایسے ہوں کہ محرومی میراث کے سبب ان میں نہ پائے جائیں وہ کبھی میراث سے خالی نہیں رہ سکتے اور جا بجا جو وارثوں کا ذکر اور احکام اس کتاب میں آتے ہیں سب جگہ وہی وارث مراد ہیں جو شرعاً بے اعتبار نا نااہل میراث نہ ہوں اور اسباب محرومی سے پاک ہوں۔

(۳) دادی، نانی، ہر قسم کی بہنیں، پوتا، پوتی، پڑپوتی، دادا، پڑدادا، بھائی، بھتیجا، چچا، بھانجا، بھانجی، نواسہ، نواسی، نانا، ماموں، خالہ، پھوپھی، ایسے وارث ہیں کہ بعض

صورتوں میں وارث ہوتے ہیں اور بعض دفعہ بوجہ موجودگی دوسروں کے بالکل لاوارث اور محروم ہو جاتے ہیں:۔

حجب نقصان والوں کا بیان

یعنی جن کا حصّہ دوسروں کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

(۱) میّت کی ماں اور باپ کا حصّہ تہائی حصّہ سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے جب کہ میّت کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتا، پڑپوتی کوئی موجود ہو۔

(۲) میّت کی ماں تہائی سے چھوٹے حصّے کی طرف گر جاتی ہے جبکہ میّت کے ایک سے زیادہ بہن بھائی موجود ہوں۔

(۳) میّت کی ماں کا حصّہ کم ہو جاتا ہے جبکہ زوجہ اور باپ دونوں زندہ ہوں۔ اسی طرح اگر میّت کا باپ اور شوہر زندہ ہوں جب بھی ماں کا حصّہ کم ہو جاتا ہے (دیکھو باب ۴ فصل ۶)

(۴) شوہر کا حصّہ نصف کی جگہ ربع ہو جاتا ہے بوجہ زوجہ کی اولاد کے۔

(۵) زوجہ کا حق بجائے چوتھے حصّہ کے آٹھواں رہ جاتا ہے بوجہ شوہر کی اولاد کے۔

(۶) پوتی کو بجائے نصف کے چھٹا حصّہ ملتا ہے جبکہ میّت کی ایک بیٹی موجود ہو۔

(۷) علاتی بہن کا نصف کی جگہ چھٹا رہ جاتا ہے جبکہ ایک بہن حقیقی موجود ہو۔

(۸) دادا کو بجائے تہائی کے صرف چھٹا ملے گا جبکہ میّت کی اولاد[۱] موجود ہو (اور باپ نہ ہو)

اور یہی حال پڑدادا کا سمجھو:۔

[۱] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

حجب حرمان والوں کا بیان

یعنی جو وارث دوسروں کی وجہ سے بالکل محروم رہتے ہیں۔

(۱) اخیافی یعنی ماں کا شریک بھائی محروم ہو جاتا ہے میت کے بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، باپ، دادا کے سامنے۔

(۲) پوتا پوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کے سامنے۔

(۳) پڑپوتا پڑپوتی محروم ہوتے ہیں بیٹے کی موجودگی میں بھی اور پوتے کی موجودگی میں بھی

(۴) پوتی محروم رہتی ہے جبکہ میت کی دو بیٹیاں موجود ہوں یا کوئی بیٹا ہو۔

(۵) دادیاں اور نانیاں سب محروم رہتی ہیں اگر میت کی ماں زندہ ہو۔

(۶) صرف دادیاں محروم رہتی ہیں باپ موجود ہونے کی وجہ سے

(۷) بھائی بہن ہر قسم کے محروم رہتے ہیں۔ اگر میت کے بیٹا پوتا یا باپ دادا کوئی زندہ ہو۔

(۸) علاتی بہن محروم رہتی ہے بشرطیکہ عصبہ نہ ہوئی ہو۔ جبکہ دو سگی بہنیں موجود ہوں یا ایک سگا بھائی موجود ہو (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل دہم)

(۹) اخیافی بھائی بہن بالکل محروم ہو جاتے ہیں اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی یا باپ دادا کوئی موجود ہو۔

(۱۰) دادا اور پڑدادا محروم رہتے ہیں جبکہ باپ زندہ ہو۔

(۱۱) پڑدادا محروم رہتا ہے جبکہ دادا زندہ ہو۔

(۱۲) بھتیجا محروم رہتا ہے جبکہ میت کے باپ بھائی بیٹا پوتا کوئی موجود ہو۔

نمبر میں تفصیل دیکھئے

(۱۳) چچا محروم رہتا ہے اگر میّت کے باپ دادا پڑدادا بیٹا پوتا بھائی بھتیجا کوئی موجود ہو۔

(۱۴) نواسا، نواسی، نانا، نانی، بھانجا، بھانجی، خالہ، ماموں، پھوپھی وغیرہ جملہ ذوی الارحام محروم ہوجاتے ہیں بوقت موجود ہونے ذوی الفروض یا عصبات کے۔

(۱۵) نانا، نانی، بھانجہ، بھانجی، خالہ، ماموں، پھوپھی وغیرہ ذوی الارحام محروم ہوجاتے ہیں نواسہ نواسی کی موجودگی میں۔

(۱۶) بھانجہ، بھانجی، خالہ، ماموں، پھوپھی وغیرہ محروم ہوجاتے ہیں نانا نانی کی موجودگی میں

(۱۷) خالہ، ماموں، پھوپھی وغیرہ محروم ہوجاتے ہیں جب بھانجا بھانجی موجود ہوں۔

۱ درث تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

حاجب نقصان یعنی حصّہ کم کرنیوالوں کا بیان

بیٹا۔ پوتا میت کے ماں باپ[۲] کا حصّہ کم کرکے صرف چھٹا کردیتا ہے۔ شوہر کا بجائے نصف کے ربع کردیتا ہے زوجہ کا ربع سے آٹھواں کردیتا ہے۔

بیٹی، زوجہ کا حصّہ چوتھے سے آٹھواں کردیتی ہے۔ شوہر کا نصف سے ربع کردیتی ہے پوتی کا بجائے نصف کے چھٹا کردیتی ہے۔ باپ ماں کا حصّہ بجائے ثلث کے چھٹا کردیتی ہے۔

پوتی پڑپوتی، میّت کی ماں کا حصّہ تہائی سے چھٹا کردیتی ہے۔ زوجہ اور شوہر کا حصّہ کم کردیتی ہے جیسے بیٹا بیٹی کم کردیتے تھے۔

باپ، اگر میّت کی زوجہ یا شوہر موجود ہو تو ماں کو کل مال کا ثلث نہیں حاصل ہونے دیتا بلکہ زوجہ یا شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں ثلث دلواتا ہے۔

حقیقی بھائی اگر دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ماں کے حصّے کو تیسرے سے چھٹا کرا دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک بھائی ایک بہن ہو تو بھی چھٹا کرا دیتے ہیں۔

حقیقی بہن، علاتی بہن کو نصف سے گرا کر چھٹے حصے پر پہنچا دیتی ہیں۔ اگر دو یا دو سے زیادہ ہمشیرہ ہوں تو ماں کو چھٹے حصّہ پر پہنچا دیتی ہیں۔

واضح ہو کہ ذوی الفروض میں سے آٹھ وارث ایسے ہیں جو کسی کے حصہ کو کم نہیں کرتے اگرچہ بعض وارثوں کو بالکل محروم کر دیتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے حصّہ کم کسی کا نہیں ہوتا۔ باپ، دادا، شوہر، زوجہ، دادی و نانی، اخیافی بھائی، اخیافی بہن، والدہ ؛

حاجب حرمان یعنی محروم کرنیوالوں کا بیان

بیٹا ہر قسم کے بھائی بہن کو محروم کر دیتا ہے۔ میّت کی حقیقی بہن کو اور پوتے اور پوتی کو محروم کر دیتا ہے۔ چچا وغیرہ جملہ قسم کے عصبات کو محروم کر دیتا ہے۔

پوتا۔ یہ بھی انہیں کو محروم کرتا ہے جن کو بیٹا کرتا تھا۔ مگر پوتی اور پوتے کو محروم نہیں کرتا۔

باپ:۔ دادا اور دادی کو محروم کر دیتا ہے ہر قسم کے بھائی بہنوں کو محروم کرتا ہے۔

دادا:۔ ان سب کو محروم کرتا ہے جن کو باپ کرتا ہے سوائے دادی دادا کے۔

ماں:۔ ہر قسم کی نانیوں اور دادیوں کو محروم کرتی ہے۔

بیٹی:۔ اخیافی بھائی بہن کو محروم کر دیتی ہے۔ دو بیٹیاں ہوں تو پوتی کو بھی محروم کر دیتی ہیں (بشرطیکہ وہ عصبہ نہ ہوئی ہو)

بہن حقیقی:۔ دو ہوں تو علاتی بہن کو محروم کر دیتی ہیں بشرطیکہ وہ عصبہ نہ ہوئی ہو۔

بھائی حقیقی :۔ علاتی بھائیوں کو اور ہر قسم کے بھتیجوں اور چچا وغیرہ کو محروم کرتا ہے۔
بھائی علاتی :۔ ہر قسم کے بھتیجوں اور چچا اور پچچا کی اولاد کو محروم رکھتا ہے۔
یاد رکھو ان چاروں وارثوں کی وجہ سے کوئی دوسرا وارث محروم نہیں ہوتا۔ شوہر، زوجہ، دادی، نانی، اخیافی بھائی، اخیافی بہن۔

فرق :۔ حجب کے بیان میں ہم نے جس جگہ لکھا ہے کہ فلاں محروم ہے اس سے محجوب بحجب الحرمان مراد ہے یعنی دوسرے کی وجہ سے اس کی میراث اس قدر رد کی گئی کہ اس کو ایک حبہ بھی نہ ملے گا۔ اگر یہ روکنے والا نہ ہوتا تو اس کو ضرور میراث پہنچتی اور میراث سے محروم کرنے والی چیزوں میں جو محروم لکھا گیا ہے وہاں یہ مراد ہے کہ اس شخص میں میراث پانے کی قابلیت اور لیاقت ہی نہیں رہی بس فرق ہے محجوب و محروم میں کہ جو شخص بالکل محجوب ہو گیا ہے اس میں میراث کی قابلیت موجود ہے۔ اگر یہ حاجب اٹھ جائے تو میراث مل جائے جیسے کسی آئینہ پر دیوار کے حائل ہو جانے کی وجہ سے آفتاب کا نور نہیں پہنچ سکتا اگر دیوار کی آڑ نہ رہے اور دیوار ہٹ جائے۔ تو آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑ کر اسی وقت چمک اٹھے۔ جو شخص محرومی میراث کے اسباب سے محروم ہوا ہے اس میں میراث لینے کی قابلیت ہی نہیں رہی جیسے سیاہ پتھر یا سخت زنگ آلود آئینہ، گو آفتاب کے سامنے رکھا ہے مگر روشن نہیں ہوتا۔ کیونکہ خود نا قابل ہے اگرچہ کوئی حائل اور آڑ نہیں ہے۔

یہاں تک حجب کا ضروری بیان اور حاجب محجوب کا ذکر تمام ہو گیا۔ اب چند مفید باتیں اسی بحث کے مناسب اور متعلق ذکر کی جاتی ہیں :

فصل چوتھی ان رشتہ داروں کا بیان جو شرعاً وارث نہیں ہیں

بعض ایسے بھی قرابت مند اور عزیز رشتہ دار ہیں جن کو ناواقف لوگ بوجہ تعلقات اور میل ملاپ کے وارث سمجھتے ہیں اور مسئلہ دریافت کرنے کے وقت میت کے وارثوں میں ان کو شمار کرایا کرتے ہیں اور ان کا حصّہ پوچھا کرتے ہیں لہذا دو چار قاعدے بیان کر کے اور ہر قاعدہ کے نیچے چند صورتیں لکھ کر ایسے وارثوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قاعدہ اوّل :۔ سوتیلے ماں باپ، اور سوتیلی اولاد کو باہم میراث میں کچھ حق اور حصّہ نہیں ہے لہذا:۔

(۱) زوجہ کی اولاد جو کسی پہلے شوہر سے موجود ہو موجودہ شوہر (یعنی اپنے سوتیلے باپ) سے کچھ میراث نہیں پاسکتی۔

(۲) یہ باپ بھی اس سوتیلی اولاد کی میراث نہیں پاسکتا۔

(۳) شوہر کے بیٹے جو کسی دوسری زوجہ سے ہوں اپنے باپ کی زوجہ (یعنی اپنی سوتیلی ماں) کے مال سے کچھ نہیں پاسکتے۔

(۴) اس سوتیلی ماں کو بھی شوہر کی اولاد سے کچھ میراث نہیں ملے گی۔

تنبیہ :۔ یہ جو بتلایا گیا ہے کہ سوتیلی ماں باپ اور سوتیلی اولاد کو میراث نہیں پہنچتی۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ سوتیلی اولاد کو اولاد ہونے کی وجہ سے کچھ میراث نہیں ملتی۔ اگر کسی دوسرے علاقہ سے سوتیلے ماں باپ کی میراث مل جائے تو کچھ تعجب نہیں پس اگر کوئی لڑکا کسی شخص کا سوتیلا بیٹا بھی ہو اور بھتیجا بھی ہو تو اس کو اگر عصبہ ہونے کی وجہ سے میراث مل جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہیں اسی طرح اگر ان دونوں میں

ایک دوسرے کا عصبہ بعید ہونے کی وجہ سے باہم میراث جاری ہو جائے تو ہمارے بیان کے خلاف نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس سوتیلی ماں اگر خالہ بھی ہو تو اس علاقہ سے ان میں اور سوتیلی اولاد میں باہم میراث جاری ہو سکتی ہے۔

قاعدۂ دوم:۔ شوہر کے جس قدر اقربا ہیں ماں باپ بھائی بہن وغیرہ وہ سب زوجہ کے حق میں بالکل اجنبی اور غیر سمجھے جاتے ہیں۔ نہ شوہر کے عزیزوں کی میراث زوجہ کو پہنچتی ہے نہ اس زوجہ کا مال شوہر کے عزیز لے سکتے ہیں اس لئے

(۱) کوئی عورت اپنے خسر اور خوشدامن (یعنی ساس) کے مال سے میراث نہیں پا سکتی اور نہ دیور اور نند (یعنی شوہر کے بھائی بہن) کے مال میں اس کا کچھ حق ہے۔

فائدہ:۔ اگر کسی عورت کا شوہر اپنے باپ کے سامنے مرگیا اور مہر ادا نہیں کیا اور کچھ مال نہیں چھوڑا تو یہ عورت اپنے خسر کے جائداد و مال سے اپنا مہر وصول نہیں کر سکتی اور نہ اس پر مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے۔

(۲) علیٰ ہذا القیاس یہ لوگ بھی اپنی بھاوج (یعنی بھائی کی زوجہ) کے مال سے حصہ نہیں پا سکتے۔ خسر اور خوشدامن اپنی بہو (یعنی بیٹے کی زوجہ) کے وارث ہو سکتے ہیں۔

قاعدۂ سوم:۔ زوجہ کے عزیز و اقربا شوہر کے حق میں در بارۂ میراث بالکل غیر ہیں نہ زوجہ کے رشتہ دار اپنے داماد کی میراث لے سکتے ہیں نہ داماد ان لوگوں کا ترکہ لے سکتا ہے۔

(۱) داماد اپنے خسر اور خوشدامن اور سالوں اور سالیوں کی میراث نہیں پا سکتا۔

(۲) خسر اور خوشدامن اپنے داماد کی نسبت میراث میں بالکل غیر سمجھے جائیں گے ان کو کچھ بھی نہ پہنچے گا اور نہ سالے اور سالیاں اپنے بہنوئی کے مال سے کچھ پا سکتے ہیں

تنبیہ :- یہ جو عرض کیا گیا کہ شوہر کے ماں باپ رشتہ دار وغیرہ زوجہ کی میراث نہیں پائیں گے اور زوجہ کے اقربا۔ اپنے داماد کی میراث نہیں لے سکتے مدعا اس سے یہ ہے کہ خاص اس نکاح اور دامادی اور زوجیت کے علاقہ سے میراث نہیں پاسکتے کسی دوسرے علاقہ سے میراث مل جائے تو ممکن ہے۔ مثلاً کسی شخص کا خسر اس کا چچا بھی ہو تو اس داماد میں جو بھتیجا ہے اور اس خسر میں جو چچا ہے۔ عصبہ اور چچا بھتیجا ہونے کی وجہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے۔ علی ہذا القیاس اگر سالہ و بہنوئی چچا زاد بھائی بھی ہوں تو اس علاقہ سے باہم میراث جاری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر خسر اور داماد میں ماموں بھانجے کا علاقہ ہو یا داماد اور خوشدامن میں خالہ بھانجے کا علاقہ ہو یا پھوپھی بھتیجا ہونے کا علاقہ ہو تو بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے ایک کو دوسرے کی میراث مل سکتی ہے۔ یا مثلاً کسی عورت کا خسر اس کا چچا بھی ہو یا خوشدامن اس کی خالہ و پھوپھی ہو تو میراث ملنے میں مضائقہ نہیں۔ حاصل یہ کہ اگر کسی دوسرے خاندانی علاقہ اور قرابت سے شوہر و زوجہ کے خاندان میں ایک کی میراث دوسرے کو پہنچ جائے تو اس کا انکار نہیں۔

بعض دفعہ ایک دوسری وجہ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں میں باہم میراث جاری ہوئی ہے مثلاً زید کی خوشدامن کے انتقال پر اس کی زوجہ کو بوجہ بیٹی ہونے کے والدہ کی میراث پہنچی اور پھر زوجہ مرگئی تو شوہر صاحب مالک ہو گئے اب ناواقف سمجھتے ہیں کہ زید صاحب خوشدامن کے وارث ہوئے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں کیونکہ وہ اپنی زوجہ کا وارث ہوا ہے۔

یا مسماۃ رقیہ کا شوہر عبدالعزیز اپنے باپ کے مرنے کے بعد جائیداد کا مالک

ہوا اور شوہر کے بعد زوجہ رقیبہ کو قبضہ و تصرف حاصل ہوا تو شبہ ہوتا ہے کہ عورت کو اپنے خسر کی میراث پہنچی۔ حالانکہ واقع میں رقیہ کو اپنے شوہر کی میراث پہنچتی ہے اسی طرح اور بعض صورتوں میں کسی دوسرے کے ذریعہ سے میراث ومال پہنچ جاتا ہے داماد ی وخسر وغیرہ سے کبھی میراث نہیں ملتی۔

قاعدۂ چہارم:۔ جو مرد ہمارا وارث ہو سکتا ہے اور ہم اس کے ہو سکتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اس کی زوجہ بھی ہماری وارث ہو اور ہم اس کے ہوں۔ البتہ اگر کسی دوسرے علاقہ سے اس کی زوجہ میں اور ہم میں میراث جاری ہو جائے تو مضائقہ نہیں خیال فرمائیے کہ

(۱) بیٹا وارث ہے مگر اس کی زوجہ وارث نہیں نہ ہم اس کے وارث۔ ہاں اگر بیٹے کی زوجہ بھانجی یا بھتیجی وغیرہ بھی ہو اور اس علاقہ سے ہم میں اور اس میں بعض صورتوں میں میراث جاری ہو جائے تو انکار نہیں۔

(۲) باپ سے ہم کو میراث کا بہت بڑا علاقہ حاصل ہے لیکن اس کی زوجہ نہ ہماری وارث نہ ہم اس کے مال کو جو میراث ملتی ہے یا اس سے ہم کو پہنچتی ہے وہ والدہ ہونے کے علاقہ اور رشتہ سے پہنچتی ہے باپ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے نہیں پہنچتی۔ چنانچہ باپ کی دوسری عورتوں کے ساتھ ہم کو علاقہ میراث حاصل نہیں ہوتی۔ جو ماں ہوتی ہے اسی کے ساتھ میراث جاری ہوتی ہے حالانکہ باپ کی زوجہ ہونے میں سب برابر ہیں۔

(۳) دادا وارث ہے مگر اس کی زوجہ سے ہم کو علاقہ میراث نہیں۔ دادی سے جو ہم میراث لیتے ہیں یا اس دادی کو میراث ملتی ہے وہ باپ کی والدہ ہونے کی وجہ سے ملتی ہے دیکھو دادا کی دوسری بی بیاں جو ہمارے باپ کی ماں نہ ہوں ہم سے بالکل

بے علاقہ ہیں ہم میں اور ان میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

(۴) نانا کی وہ دوسری زوجہ جو ہماری ماں کی ماں نہ ہو نہ ہم کو میراث دے گی، نہ لے گی حالانکہ نانا ہمارا وارث اور ہم اس کے وارث ہیں۔

(۵) پوتے اور دادا میں علاقہ میراث حاصل ہے مگر پوتے کی زوجہ سے دادا کو میراث کا کچھ بھی علاقہ نہیں البتہ اگر پوتے کی زوجہ اسی دادا کی نواسی ہو تو علاقہ ہے۔

(۶) نواسا ذوی الارحام وارثوں میں سے مگر اس کی زوجہ کا نانا کی میراث میں کچھ حق نہیں ہے نہ دیتی ہے نہ لیتی ہے ہاں اگر نواسہ کی زوجہ پوتی بھی ہو تو حق ہے۔

(۷) بھائی بہت بڑا عصبہ وارث ہے مگر بھائی کی زوجہ (بھاوج) سے ہم کو میراث کا کچھ تعلق نہیں نہ اسے ہماری میراث سے کچھ ملتا ہے نہ اس کی میراث سے ہم کو (البتہ کسی دوسرے علاقہ سے ہم میں اور اس میں میراث جاری ہوسکتی ہے) مثلاً یہی بھاوج یہ چچا کی بیٹی یا پھوپھی کی بیٹی بھی ہو یا ماموں یا خالہ کی بیٹی ہو تو اس دوسرے علاقہ سے بعض صورتوں میں میراث دے سکتی اور لے سکتی ہے۔ ملاحظہ کرو ذوی الارحام و عصبات درجہ چہارم نمبر ۳ و ذوی الارحام درجہ چہارم قسم دوم۔

(۸) چچا ہمارا اور ہم اس کے عصبے اور وارث ہیں لیکن ان کی زوجہ یعنی چچی صاحبہ بالکل غیر ہیں نہ ہم سے میراث لیتی ہیں نہ دیتی ہیں (لیکن اگر خالہ بھی وہی ہو تو علاقہ میراث ہے)

(۹) ہم میں اور ماموں صاحب میں ذوی الارحام کو علاقہ اور میراث کا تعلق ہے لیکن ان کی زوجہ یعنی ممانی صاحبہ نہ ہم سے میراث لیتی ہیں نہ دیتی ہیں (ہاں اگر ماموں کے نکاح میں پھوپھی صاحبہ ہوں تو پھوپھی کے رشتہ سے ہم اور ذوی الارحام اور وہ وارث ہیں۔

قاعدہ پنجم :- جو عورت آپ کی وارث ہوسکتی ہے اور آپ اس کے وارث ہوسکتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ اس کا شوہر بھی آپ سے میراث لے اور آپ کو دے آپ کا وارث ہو اور آپ اس کے۔

(۱) بیٹی اپنے باپ کی میراث لیتی ہے اور اپنی میراث باپ کو دیتی لیکن اس کا شوہر یعنی داماد یہ علاقہ نہیں رکھتا (بشرطیکہ بھتیجا نہ ہو)

(۲) والدہ میں اور آپ میں بہت بڑا علاقہ میراث کا حاصل ہے لیکن اس کے ہر شوہر سے تعلق میراث بیٹے کو حاصل نہیں بلکہ میراث لینا دینا اسی کے ساتھ ہوگا جو والدہ کا شوہر ہونے کے ساتھ اپنا والد بھی ہو۔ والدہ کے دوسرے شوہر جو سوتیلے باپ کہلاتے ہیں بالکل غیر سمجھے جاتے ہیں نہ زوجہ کے بیٹے کو میراث دیتے ہیں نہ اس کی میراث کے مستحق ہیں (البتہ اگر والدہ کا دوسرا شوہر چچا بھی ہو تو چچا ہونے کے علاقہ سے اس میں اور بھتیجوں میں میراث جاری ہوسکتی ہے)

(۳) دادی سے میراث دینے اور لینے کا علاقہ حاصل ہوتا ہے لیکن اس کا ہر ایک شوہر اس علاقہ کا مستحق نہیں ہوسکتا یہ تعلق میراث دادی کے اسی شوہر سے ہوگا جو ان پوتا پوتی کے والد کا والد بھی ہو۔

(۴) نانی سے میراث دینے اور لینے کا رشتہ ہے لیکن نانی کا ہر ایک شوہر نواسا نواسی سے تعلق میراث نہیں رکھے گا وراثت اسی کے ساتھ جاری ہوگی جو نانی کا شوہر ہونے کے ساتھ ماں کا باپ یا دادا بھی ہو۔

(۵) پوتی کے ساتھ علاقہ میراث ہے لیکن اس کے شوہر کے ساتھ نہیں (مگر جبکہ نواسہ بھی وہی ہو)

(۶) نواسی سے میراث کا تعلق ہے مگر اس کے شوہر سے بالکل نہیں رہا، اگر پوتا بھی وہی ہے تو امر دیگر ہے۔

(۷) بہن کے ساتھ علاقہ میراث سب کو معلوم ہے لیکن اس کا شوہر یعنی بہنوئی دربارہ میراث بالکل غیر سمجھا جائے گا۔ البتہ اگر اس سے کوئی دوسرا خاندانی علاقہ چچا زاد وغیرہ ہونے کا حاصل ہو تو اجنبی اور غیر نہ سمجھا جائے گا۔

(۸) پھوپھی وارث ہے اور ہم اس کے وارث ہیں لیکن پھوپا صاحب میراث کے معاملہ میں ہم سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے رہاں اگر ماموں بھی وہی ہوں تو علاقہ حاصل ہے۔

(۹) خالہ صاحبہ چوتھے درجہ کے ذوی الارحام میں داخل ہیں اور آپ ان کے درجہ سوم کے ذوی الارحام ہیں لیکن شوہر یعنی خالو بالکل غیر اور بے علاقہ سمجھا جاتا ہے نہ میراث دیتا ہے نہ لیتا ہے۔ البتہ اگر خالو بھی ہو اور چچا بھی، تو مضائقہ نہیں۔

قاعدۂ ششم:- جو شخص وارث نہ ہو وہ خدمت و پرورش اور غمخواری کرنے اور اپنا مال صرف کرنے سے وارث نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خدمت و احسان کی وجہ سے کسی وارث کا حصہ[۱] کچھ بڑھا سکتا ہے کیونکہ حقیقت میراث میں آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ میراث معاوضہ کسی مروت و احسان اور خدمت کا نہیں بلکہ جب انسان کی رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو جو سامان اس کو مستعار عطا ہوا تھا وہ دوسروں کو دلوایا جاتا ہے۔ البتہ اپنی خاص عنایت سے اتنی رعایت خدائے تعالیٰ نے فرما دی ہے کہ یہ مال و اسباب ان لوگوں کو دلوایا ہے جو میت سے علاقہ اور نسبت

---

[۱] یہی وجہ ہے کہ دیت ہمیشہ عاقلہ وعصبات پر ہوتی ہے اور میراث لے جاتے ہیں ذوی الفروض اور بعض مواقع میں عاقلہ بالکل محروم رہ جاتے ہیں۔ فافہموا ایہا الطلاب ۱۲

رکھنے والے ہیں۔ اگر بلا تعلق وعلاقہ عام مسلمانوں کو بھی دلوایا جاتا تو نامناسب نہیں کہہ سکتے تھے پس

(۱) جو شخص شرعاً کسی بچہ کا وارث نہیں اگر اس کو پرورش کرے تعلیم پر روپیہ صرف کرے اس کے نکاح وشادی میں مال لٹادے اب اگر وہی لڑکا بڑا ہو کر کچھ چھوڑ کر مرجاوے تو یہ پرورش کرنے والا شخص بالکل محروم رہے گا اور دور دراز کے ایسے وارث آکر مال کے مستحق ہو جائیں گے جنہوں نے نہ کبھی اس لڑکے کی بات پوچھی نہ صورت دیکھی۔

(۲) اگر کسی ایسے شخص نے جو وارث شرعی نہیں ہے کسی مفلس ومحتاج کی ہمیشہ امداد واعانت کی اور ہر طرح اس کی ضروریات میں اپنا مال صرف کیا اور اس کے وارثوں اور عزیزوں نے کبھی خبر نہ لی ہو۔ اس کے انتقال کے بعد جو کچھ مال مکان ما اسباب وغیرہ ہوگا وہ اس کے بے مروت وارثوں اور عزیزوں ہی کا حق ہوگا۔ اس امداد واعانت کرنے والے کو اس کے مال میں سے کچھ بھی نہ ملے گا البتہ آخرت میں بہت بڑا ثواب اور درجہ حاصل ہوگا۔

(۳) اگر کسی بوڑھے ضعیف مالدار کی کسی غیر شخص نے بدل وجان خدمت کی اور طرح طرح کی تکلیفیں اس کی خدمت میں اٹھائیں اور اس کی اولاد اقارب ہمیشہ ہمیشہ دور دور رہے اور کبھی آکر قدم بھی نہ رکھا تو مرنے کے بعد یہی لوگ وارث ہو جائیں گے یہ خادم قدیم صاحب ایک کوڑی بھی نہ پائیں گے۔

لہذا ایسے موقع پر یہ مناسب ہے کہ اپنے خادم ومددگار کے لئے کچھ وصیت کر جائے یا زندگی میں اس کو کچھ مال اسباب جائیداد دے کر اس کا قبضہ اور تصرف کرادے تاکہ وہ اپنے حق الخدمت سے محروم اور بے نصیب نہ رہے۔

(۴) دو وارثوں میں سے ایک ہمیشہ دل وجان سے حاضر اور معین ومددگار رہا اور

دوسرا کبھی پاس نہ پھٹکا تو میراث میں کسی کی کچھ زیادتی کمی نہ ہوگی۔ جو حصہ شریعت سے مقرر ہے وہی پہنچے گا۔ مروت و احسان و اعانت کرنے والے کا حصہ زیادہ نہ ہوگا (ایسی صورت میں اگر خدمتگذار وارث کو زندگی میں کچھ عطا کردے تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

مسئلہ :۔ اگر کسی ایسے عزیز قریب نے جس کو میراث نہیں پہنچتی کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کی شادی وغیرہ کی تقریبات میں اپنا بہت سا مال صرف کیا اور اتفاق سے وہ لڑکا لڑکی اپنا بہت سا مال چھوڑ کر مر گئے (جو ان کو اپنے والدین کی طرف سے پہنچا تھا) تو اب جو صاحب وارث شرعی ہیں مال انہیں کا حق ہوگا اس رشتہ دار کو نہ میراث مل سکتی، نہ اپنے خرچ کی مقدار اس کے مال سے وصول[1] کرسکتا ہے کیونکہ نہ نابالغ نے اپنی شادی کے خرچ کثیر کی اجازت دی تھی نہ اس کی اجازت معتبر ہے۔ مثلاً[2] ماموں اور چچا موجود تھے اور ماموں نے اپنا مال خرچ کیا تو میراث چچا کو ملے گی ماموں محروم ہوگا یا بھائی اور بہنوئی[3] موجود ہیں اور خرچ اٹھایا بہنوئی نے تو میراث بھائی لے گا بہنوئی محروم رہے گا۔

قاعدہ ہفتم :۔ کسی شخص کو وارث کے مانند مان لینے سے وہ شرعاً وارث اور مستحق میراث نہیں ہو جائے گا۔

(۱) پس اگر کسی مرد یا عورت نے کسی لڑکے یا لڑکی کو منہ بولا بیٹا بیٹی یعنی متبنیٰ اور

---

[1] مگر ہاں ضروری خرچ وصول کرسکتا ہے۔ مثلاً تجہیز کفن یا ضروری خرچ مکان تک زوجہ اور شوہر کی آمد رفت کا خرچ یا مہر اگر اس نے ادا کیا ہو (بشرطیکہ معمولی رواج سے زیادہ نہ ہو) ۱۲ [2] ایسی مثال جس میں مال خرچ کرنے والا وارث ہے لیکن دوسرے کی وجہ سے محروم رہا ۱۲ [3] ایسی مثال جس میں خرچ کرنے والا بالکل وارث ہی نہیں یعنی بہنوئی ۱۲ عہ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

لے پالک[1] بنالیا۔ تو یہ لڑکا لڑکی اس کا وارث نہ ہوگا اور شرعاً اس کی اولاد نہ سمجھا جائیگا۔ یہ متبنیٰ ہونے کی وجہ سے[2] اس لڑکے یا لڑکی کو کچھ میراث ملے گی نہ متبنیٰ بناتے والوں کو ان کی میراث ملے گی اور نیت کی اولاد کی وجہ سے جو زوجہ اور شوہر اور والدین کا حصہ کم ہوجایا کرتا ہے۔ وہ اس متبنیٰ لڑکے اور لڑکی کی وجہ سے کم نہ ہوگا یا بیٹے اور بیٹی کی وجہ سے جو وارث محروم ہوجایا کرتے تھے وہ متبنیٰ کے سبب سے محروم نہ ہوں گے۔ غرض اولاد کے لئے جو حکم شرعاً ثابت ہیں ان میں سے کوئی بھی متبنیٰ پر صادق و ثابت[3] نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر اپنے متبنیٰ کو کچھ دینا منظور ہو تو صحت و حیات میں اس کو دے کر قبضہ دلادے مگر وارثوں کو بالکل محروم نہ کرے یہ شرعاً جائز ہوجائیگا اور قانونی جھگڑے سے بچنے کے لئے سو اقل خارج وغیرہ عدالت کی کارروائی کامل کرادے۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنا دینی بھائی یا دینی بہن بنا کر تمام معاملات اس کے ساتھ مثل رشتہ داروں اور وارثوں کے کرے تو اس سے وہ رشتہ داری اور علاقہ ثابت نہ ہوگا اور اس رشتہ کی وجہ سے جو باہم میراث جاری ہوتی تھی وہ نہ ہوگی اور کوئی حکم وارث ہونے کا ثابت نہ ہوگا۔

فرق:- وارثوں کی اقسام کے بیان میں یہ لکھا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے یا لڑکی کی نسبت یہ اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا یا بیٹی ہے تو نسب ثابت ہوجائے گا اور یہ لڑکا لڑکی مستحق میراث ہوں گے۔ اس میں اور متبنیٰ میں یہ فرق ہے کہ وہاں یہ دعوٰی

[1] سواء کان معروف النسب او مجہول النسب ۱۲ [2] اگر کسی دوسرے علاقہ عصبہ یا ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے ملجائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ [3] یہاں تک کہ متبنیٰ کی زوجہ سے متبنیٰ بنانے والے باپ کو نکاح جائز ہے اسی طرح متبنیٰ بنائی ہوئی بیٹی سے نکاح درست ہے۔ بشرطیکہ کوئی دوسرا علاقہ حرمت کا موجود نہ ہو ۱۲ ملاحظہ ہو ہدایت المتبنین صفحہ ۳ واللہ اعلم

ہوتا ہے کہ فی الحقیقت یہ شخص میری اولاد ہے۔ اس لیئے وہاں یہ شرط ہے کہ وہ لڑکا لڑکی مجہول النسب ہو اس کے باپ دادا وغیرہ کوئی معلوم و مشہور نہ ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ جس لڑکے لڑکی کی نسبت اقرار کرتا ہے اُس کی عمر اتنی ہو کہ اس اقرار اور دعوے کرنے والے کی اولاد بن سکے۔ اگر تیس برس کا آدمی بیس برس کی عمر کے مجہول النسب لڑکے کو اپنا بیٹا کہے تو معتبر نہ ہوگا۔ اور متبنٰی میں فی الحقیقت اولاد ہونے کا دعوی نہیں ہوتا بلکہ اس کو غیر کی اولاد تسلیم کرکے اپنی اولاد کے قائمقام بنانا چاہتا ہے اس متبنٰی میں مجہول النسب ہونا شرط نہیں اور عمر کی قید نہیں اور اسی وجہ سے میراث نہیں ملتی بالکل یہی فرق ہے کسی کو اپنا بھائی تسلیم کرلینے میں رجس کا ذکر وارثوں کی قسموں میں مقرلہ بالنسب علی الغیر کی مثال میں آیا تھا اور کسی کو دینی بھائی بہن بنا لینے میں حقیقی قرابت کا اقرار نہیں ہوتا اسی وجہ سے میراث نہیں ملتی اور وہاں مقرلہ میں حقیقی قرابت کو تسلیم کرنا ہے اور مجہول النسب ہونا شرط ہے۔

قاعدہ ہشتم۔ زنا کی وجہ سے کوئی علاقہ اور تعلق میراث کا حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا (۱) جو اولاد زنا سے پیدا ہوئی ہو وہ اپنے باپ کی وارث نہ ہوگی اور نہ یہ باپ (زانی) ان کا وارث ہوسکتا ہے نہ اس اولاد کی وجہ سے زانی کی زوجہ اور والدین کا حصہ کم ہوسکتا ہے اور نہ ان کی وجہ سے کوئی محروم ہوسکتا ہے۔ لیکن اس اولاد کو ماں کی طرف سے میراث ملے گی اور ماں کو اس اولاد کی میراث پہنچے گی اور اس اولاد کا زنا کی وجہ سے زانیہ کے والدین اور شوہر کا حصہ کم ہوجائے گا۔ اس لئے باب چہارم کی فصل چہارم میں بیان کیا گیا تھا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو ربع نز کہ ملتا ہے خواہ وہ اولاد اسی سے ہو یا پہلے شوہر سے یا زنا سے ہو۔

(۲) اگر کسی عورت کو گھر میں ڈال لیا اور تمام تعلقات مثل زن و شوہر کے باہم جاری رہے اور خاندان میں بھی وہ عورت اس کی زوجہ سمجھی جاتی رہی لیکن شرعی ضابطہ اور قاعدہ سے نکاح اور ایجاب و قبول نہیں کیا گیا تھا تو وہ عورت اس مرد کے ترکہ سے نہ کسی مہر کی مستحق ہوگی اور نہ اس کو کچھ میراث ملے گی اولاد پیدا ہوئی تو وہ بھی اولاد زنا سمجھی جائے گی اور باپ کے ترکہ سے قطعاً محروم رہے گی ؛

تنبیہ :- بعض دفعہ پہلے شوہر[۵] سے قطع تعلق کرکے (بلا طلاق) نکاح کر لیا جاتا ہے اور پہلا شوہر بوجہ نفرت و بے رغبتی یا بوجہ مجبوری اس کے درپے[۱] و مزاحم نہیں ہوتا اور کبھی طلاق دینے والے یا مرنے والے شوہر کی عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر دیا جاتا ہے۔ یہ نکاح[۲] بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہیں۔ ان صورتوں میں بھی مرد و عورت گنہگار اور زناکار ہوتے ہیں اور اولاد ان کی ولد الزنا سمجھی جاتی ہے۔ ایسی عورتیں شوہر[۳] کی میراث اور مہر سے محروم رہتی ہیں اور ان کی اولاد بھی باپ کے ترکہ سے محروم رہتی ہے ؛

---

[۱] ایسی صورت میں شوہر پر واجب ہے کہ حتی الوسع مزاحمت کرے اور دوسری جگہ نکاح نہ ہونے دے یا وہ مجبور ہو جائے تو طلاق دیدینا چاہیئے ۱۲ [۲] بعض دفعہ اس مصلحت سے نکاح کر دیا جاتا ہے کہ دوسری جگہ نکاح نہ کر سکے۔ اگرچہ یہ بھی گناہ و معصیت ہے لیکن اگر عدت ختم ہونے کے بعد از سر نو نکاح کر لیا جائے تو صحیح اور درست ہو جائے ۱۲ [۳] فی الحقیقت وہ شوہر نہیں لیکن چونکہ لوگ سمجھتے تھے اس لئے شوہر لکھ دیا گیا ۱۲
[۵] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

چوتھا باب: ایک مقدمہ اور ذوی الفروض کی بارہ فصلیں

مقدمہ

وارثوں کا بیان اور اُن کی قسمیں

عام طور پر جو وارث پائے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں اور اس زمانہ میں پاکستان میں تو ان تین قسموں کے سوا کسی کا وجود نہیں۔

وُہ تین قسم کے وارث یہ ہیں

(۱) ذوی الفروض:- یعنی وہ وارث جن کے حصّہ اور میراث کی مقدار شریعت میں مقرر و معین فرما دی گئی ہے۔

(۲) عصبات نسبی:- یعنی میّت سے نسبی علاقہ رکھنے والے وہ لوگ جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصّے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے ان کو مل جائے اور اگر باقی نہ رہے تو محروم رہ جائیں۔

فائدہ:- عصبات نسبی وہ ہیں۔ جو نسب میں میّت کے شریک ہوں اور نسب کا اعتبار شریعت اسلامی میں مرد کی طرف سے ہے۔ لہذا عصبات نسبی وہی

۱؎ صفحہ ۱۱۵ ملاحظہ کریں۔

لوگ ہوں گے کہ ان میں اور میت میں بلا واسطہ عورت علاقہ موجود ہو اور خود بھی مرد ہوں۔
پس چچا کا بیٹا عصبہ ہوگا کیونکہ یہ میت کے باپ کے بھائی کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ
نہیں۔ اور نواسہ اور بھانجا عصبہ نہ ہوں گے۔ کیونکہ نواسہ تو میت کی بیٹی کا بیٹا ہے عورت کا
واسطہ آگیا اور بھانجا میت کی بہن کا بیٹا ہے عورت کا واسطہ ظاہر موجود ہے۔ اور چچا
کی بیٹی اور پھوپھی صاحبہ عصبہ نہیں اس لئے اگرچہ واسطہ عورت کا درمیان میں نہیں لیکن
خود مرد نہیں اور یہاں عصبہ کے لئے مرد ہونا شرط ہے ؛

(۳) ذوی الارحام :- وہ وارث ہیں جن کا حصّہ بھی شریعت میں مقرر نہ ہوا
اور عصبہ بھی نہ ہوں بلکہ میت میں اور ان میں عورت کے علاقہ اور وسیلے سے رشتہ اور
قرابت ہو یا خود عورت ہوں ؛

دیکھو خالہ ذوی الارحام ہے کیونکہ ماں کی بہن ہے۔ پوتی اگرچہ مرد نہیں لیکن
اس کو ذوی الارحام نہ کہیں گے اس لیے اس کا حصہ شریعت میں مقرر شدہ ہے۔ جو
بہن صرف ماں میں شریک ہے وہ خود بھی عورت ہے اور واسطہ بھی عورت کا ہے۔
لیکن ذوی الارحام نہیں اس لئے کہ ذوی الفروض میں داخل ہے حصّہ اس کا مقرر ہے
بھتیجی ذوی الارحام ہے مگر بھتیجا ذوی الارحام نہیں کیونکہ یہ میت کے بھائی کا بیٹا ہے نہ
اس میں عورت کا علاقہ آیا نہ خود عورت ہے پھر بھلا ذوی الارحام کیسے ہو سکتا ہے
بلکہ یہ تو عصبہ ہے۔

یہ تین قسم کے وارث جو بیان ہوئے ان میں نمبر اوّل کے وارث یعنی ذوی الفروض

(متعلقہ صفحہ ۱۱۴) چنانچہ اگر کسی شخص کی والدہ سیدزادی ہو اور باپ شیخ ہو تو وہ شخص اپنے آپ کو سیّد کہنے اور
حسنی حسینی لکھنے کا مجاز نہ ہوگا البتہ ایک فضیلت اس کو والدہ کی طرف سے حاصل ہو جائے گی ۔ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

سب سے مقدم ہیں۔ جب تک ان کا حصہ پورا نہ مل جائے قسم دوم وسوم یعنی ذوی الارحام کو کچھ نہیں مل سکتا۔

مثال:۔ ایک عورت مسماۃ راشدہ کا انتقال ہوا اس نے تین ذوی الفروض چھوڑے یعنی شوہر، بیٹی، والدہ اور دو عصبے یعنی ایک بھائی اور چچا اور دو ذوی الارحام یعنی ایک خالہ ایک ماموں۔ پس جب تک زوج اور بیٹی اور والدہ کو مقرر شدہ حصہ نہ مل جائے کسی اور وارث کو کچھ نہ پہنچے گا کیونکہ شوہر اور والدہ اور بیٹی ذوی الفروض ہیں۔[1]

دوسرا درجہ قسم دوم کے وارثوں یعنی عصبات کو حاصل ہے اگر ذوی الفروض کو دے کر کچھ باقی رہ جائے تو عصبات کو وہ باقی ماندہ مال مل جاتا ہے اور اگر ذوی الفروض میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو عصبات کو کل ترکہ اور مال مل جائے گا قسم سوم یعنی ذوی الارحام کو کچھ نہ ملے گا۔

پہلی مثال:۔ رحمت علی کا انتقال ہوا۔ تو اس نے زوجہ، دختر، والدہ، اور ایک بھائی چھوڑا رحمت علی کا مال چوبیس سہام کر کے تین زوجہ کو دیئے گئے (آٹھواں حصہ) اور چار والدہ کو دیئے گئے (یعنی چھٹا حصہ) بارہ سہام دختر کو دیئے گئے (یعنی مال کا نصف) اب ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد چوبیس میں سے پانچ سہام باقی رہ گئے وہ رحمت علی کے بھائی عظمت علی کو دے دیئے گئے۔ کیونکہ یہ عصبہ ہے اور بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ عصبہ کا حق ہوتا ہے۔

دوسری مثال:۔ ایک واقعہ، رحیمن مریض ہوئی اس کی ایک ہمشیرہ ایک شوہر

---

[1] صورت اس مسئلہ کی یہ ہوگی حصہ شوہر، والدہ، دختر، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، واللہ اعلم بالصواب

شوہر	والدہ	دختر	بھائی	چچا	ماموں	خالہ
۳	۲	۶	۱	محروم	محروم	محروم

ایک چچا تیمار داری میں ایک ماہ تک مصروف رہے اگر یہ اس حالت میں مرجاتی تو چچا محروم رہتے کیونکہ نصف ترکہ شوہر کو اور نصف ہمشیرہ کو پہنچتا۔ تقدیر خداوندی کے کرشمے دیکھو شوہر طاعون میں مبتلا ہو کر تین ہی دن میں رخصت ہو گیا اب اگر رحیمن کا انتقال ہوتا تو نصف میراث ہمشیرہ کو پہنچتی اور نصف چچا کو۔ لیکن رحیمن کی ہمشیرہ طاعون سے ڈر کر اس مکان میں نہ رہ سکی بہن کو سخت بیمار چھوڑ کر اپنے مکان پر چلی گئی۔ چوروں کو خبر لگی کہ رحیمن کی ہمشیرہ مال اسباب لے کر آئی ہے۔ شب کو نقب لگا کر سر پر آ کھڑے ہوئے اور دھمکی دی کہ مال بتلاؤ۔ اس غریب کے پاس کچھ بھی نہ تھا کیا بتلا دیتی۔ جب بار بار ڈرانے دھمکانے سے نہ بتلایا تو چھرا مار کر چلے گئے۔ صبح تک اس کا کام تمام ہو گیا۔ رحیمن تو عرصہ سے صبح و شام کی مہمان تھی کچھ شوہر کے رنج اور بہن کی ناگہانی موت نے نڈھال کر دیا۔ اگلے روز سب مال و متاع چھوڑ کر لحد کے گوشہ میں چھپ گئی۔ اب کوئی ذوی الفروض تو رہا ہی نہ تھا۔ چچا صاحب عصبہ تھے وہی تشریف لائے اور سب مال پر قبضہ کر کے مکان کو قفل لگا کر پورے مالک و وارث بن گئے۔

قاعدہ:۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد اگر کچھ باقی رہ جائے اور عصبہ کوئی موجود نہ ہو تو جو کچھ باقی رہا ہے اس کو وہ بارہ انہیں موجودہ ذوی الفروض پر اسی حساب سے تقسیم کر دیں جس حساب سے پہلے تقسیم ہوا تھا۔ اس کو رد کہتے ہیں۔ چونکہ اس کا مستقل ذکر آئندہ ہوگا اس لئے یہاں زیادہ تشریح اور مثال وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

تیسری قسم اور تیسرے درجہ کے وارث ذوی الارحام ہیں ان کو میراث اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ نمبر اوّل و دوم کا کوئی وارث موجود نہ ہو یعنی جب میت کا کوئی ذوی الفروض وارث اور کوئی عصبہ موجود نہ ہو جب یہ مستحق ہوتے ہیں

لیکن اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو ذوی الارحام اس کی وجہ سے محروم نہ ہوں گے بلکہ زوجہ یا شوہر کا حصّہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ ذوی الارحام لیں گے (اس سے زیادہ تشریح ذوی الارحام کے بیان کی ابتداء میں کردی گئی ہے ملاحظہ فرمائیے شروع باب ششم)

تین قسم کے وارث جو عموماً پائے جاتے ہیں۔

(۴/۱) مولیٰ عتاقہ۔ جو شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے وہ اس کا مُعتِق (آزاد کرنے والا) اور مولیٰ عتاقہ کہلاتا ہے۔ اگر یہ آزاد شدہ بردہ مرجائے اور اس کے ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ یا ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اور آزاد شدہ کے عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو اس کی میراث اس کے مولا عتاقہ یعنی آزاد کنندہ کو مل جائے گی۔ خواہ یہ آزاد کنندہ عورت ہو یا مرد اور اگر مولیٰ عتاقہ خود موجود نہیں وہ اپنے آزاد کردہ کی زندگی ہی میں مر گیا ہے تو یہ میراث مولیٰ عتاقہ کے عصبوں کو ملے گی کسی عورت کو ہرگز نہیں پہنچے گی۔ الحاصل مولیٰ عتاقہ یا اس کے عصبات اگر موجود ہوں گے تو ذوی الارحام سے مقدم رہیں گے ذوی الارحام ان کے سامنے محروم ہوں گے۔

(۵/۲) مولی الموالاۃ ۔ کوئی مجہول النسب شخص (مرد یا عورت) جس کا نسب اور رشتہ کچھ معلوم نہ ہو۔ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر یہ کہے کہ تم ہمارے مولیٰ (یعنی سردار و کفیل کار) ہو۔ اگر میں آپ کے سامنے مرگیا تو آپ میرے ترکہ کے مستحق

لہ اگر ابتداء سے شمار کریں تو چہارم نمبر ہے اور اگر ان تین وارثوں کو علیحدہ رکھیں تو نمبر اوّل ہے اس لئے نمبر ۱، ۴ ڈالے گئے ۱۲ سے اسی کے ہاتھ پر مسلمان ہونا شرط نہیں اگر مجہول النسب اس سے قبل بطور خود (باقی صفحہ ۱۱۹ پر)

ہوں گے اور اگر یہ کسی جگہ قصور کر کے آوں تو تاوان بھی آپ کو دینا پڑیگا۔ جب وہ دوسرا شخص اس کو قبول کرلے تو وہ مولی الموالات کہلاتا ہے۔ یہ مجہول النسب اس کی زندگی میں مرجائے تو اس کی میراث مولی الموالات کو پہنچے گی۔ کیونکہ میت کا اور کوئی وارث تو کسی قسم کا ہے ہی نہیں۔ البتہ مجہول النسب مرنے والے کا شوہر یا اس کی زوجہ موجود ہو سکتی ہے اس کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ مولی الموالاۃ کو ملے گا۔

۷ مقر لہ بالنسب علی الغیر یعنی وہ آدمی جس کی نسبت میت نے اپنے وارثوں میں داخل ہونے اور اپنے نسب میں شریک ہونے کا اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس آدمی کا علاقہ نسب کسی دوسرے سے لگ جائے لیکن اصل نسب والے نے اس کا اقرار نہ کیا ہو اور نہ گواہ ہوں۔ البتہ میت اس کو اپنے وارثوں میں اور نسب میں آخری دم تک داخل مانتا رہا ہو۔ جو شخص اس قسم کے اقرار سے وارثوں میں داخل ہوا ہے اس کو اقرار کرنے والے میت کی میراث مل جائے گی۔ بشرطیکہ مذکورہ بالا اقسام کے وارثوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔ جب پانچ اقسام کے وارثوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تب اس چھٹے نمبر کے وارث کا حق ثابت ہوتا ہے۔ البتہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو اور کوئی وارث کسی قسم

(متعلقہ صفحہ ۱۱۸) یا کسی کے ہاتھ پر ایمان لاچکا ہو اور پھر کسی دوسرے شخص سے ایسا اقرار کر لیا تو جائز و درست ہے چونکہ یہی دستور تھا کہ جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے اسی کو مولی الموالاۃ بنا لیتے تھے اس لئے اسلام لانے کا ذکر کیا جاتا ہے جب تک مولی الموالات نے کسی قسم کا تاوان اس کی طرف سے ادا نہیں کیا اس وقت تک مجہول النسب کو اس اقرار سے پھر جانا اور مولی الموالاۃ کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ جب مولی کوئی تاوان اس کی طرف سے بھر چکا اس وقت علیحدہ ہونا اور اقرار توڑنا جائز نہیں اگر وہ مجہول النسب شخص جانبین سے باہم اقرار کریں تو جانبین سے مولی الموالاۃ ہو جائیں گے اور پھر مرنے والے کی میراث دوسرے کو پہنچے گی ۱۲

کا بالکل نہ ہو تو شوہر یا زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ اس مقرلہ کو دیا جائے گا۔

مثال مقرلہ کی :۔ زید ایک مجہول النسب لڑکے کی نسبت کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اور لڑکے کی عمر اس قابل ہے کہ اس کا بھائی ہوسکے یعنی زید کے باپ سے پندرہ بیس برس چھوٹا ہے۔ اب زید کے اس کو بھائی ماننے اور اپنے وارثوں میں داخل کرنے سے یہ لازم آیا کہ یہ لڑکا اس کے باپ کا بیٹا ہے۔ لیکن زید کے باپ نے اس کی نسبت کبھی اقرار نہیں کیا اور نہ گواہ ہیں کہ یہ لڑکا زید کے باپ کا ہے۔ ایسی صورت میں زید کا اقرار اپنے حق میں صحیح ہوگا اور یہ لڑکا مقرلہ کہلائے گا اور زید کے وارثوں میں داخل ہو جائیگا لیکن ذوی الفروض یا عصبہ نہ بن جائے گا بلکہ مقر لہ ہی رہے گا۔ اور اگر کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو اس کو میراث پہنچے گی جیسا ابھی ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ مقرلہ زید کے باپ کا بیٹا نہیں بن جائیگا اور زید کے باپ سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ زید کو یہ اختیار نہیں کہ باپ وغیرہ کسی دوسرے شخص کے نسب میں کسی کو داخل کردے۔

تنبیہ :۔ یہ وہ صورت بیان ہوئی ہے جس میں میت نے کسی کو اپنا وارث ایسی طرح بتایا کہ یہ شخص دوسرے کے نسب میں داخل ہو جاتا تھا لیکن اگر کوئی میت کسی شخص کی نسبت اقرار کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا میری بیٹی ہے اور اس لڑکا لڑکی کا کوئی نسب مشہور بھی نہیں بلکہ مجہول النسب ہے اور عمر بھی اتنی زیادہ نہیں کہ اقرار کرنے والا اس کا باپ نہ ہو سکے۔ تو یہ نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ بیٹا بیٹی حقیقی اولاد کی مانند عصبہ اور ذوی الفروض میں داخل ہو جائیں گے۔ اور پوری طرح بلا تکلف میراث پائیں گے۔ ۵ع تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

مفرلہ کے ذکر پر وارثوں کی باقی تین قسموں کا بھی بیان ختم ہوگیا۔ لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ ان قسموں کا وجود اس زمانہ میں نہیں ہے۔ اس جگہ صرف بیان کو کامل کرنے کے لئے ان کو ذکر کر دیا ہے۔ آئندہ (سوائے ایک نقشہ کے) ان سے بحث نہ ہوگی۔ صرف مذکورہ سابقہ تین قسموں کا ذکر ہوگا (یعنی ذوی الفروض۔ عصبہ۔ ذوی الارحام) اب ہم وارثوں کی قسموں کا ایک نقشہ لکھتے ہیں جس میں جملہ قسموں کا مجملاً حال مع دلیل شرعی معلوم ہوجائے گا (ملاحظہ فرماؤ نقشہ نمبر اول)

بیت المال:۔ حقیقتِ میراث میں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ دنیا کے چند روزہ مسافر کا مال بوقت رخصت خدا تعالیٰ نے اس کی تسلی کے لئے ایسے لوگوں کو دلوادیا ہے جو اس سے قرابت کا تعلق رکھتے ہوں جن کو وارثان شرعی کہتے ہیں۔ لیکن اگر کسی میت کے فی الحقیقت کوئی وارث اقسامِ مذکورہ بالا میں سے موجود ہی نہ ہو یا کوئی ہو مگر کسی کو بھی معلوم نہ ہو تو اس مسافر کے پسماندہ کے تمام مسلمان مستحق ہوں گے۔ جو اسلامی تعلق میت سے رکھنے والے ہیں لیکن اگر تقسیم کیا تو ایک ایک ذرہ بھی کسی کے حصہ میں نہ آوے۔ لہٰذا شرعی حکم یہ مقرر ہوا کہ مال بادشاہ اسلام کے خزانہ میں داخل کیا جائے۔ جس کو بیت المال کہتے ہیں۔ وہاں سے وہ ایسے مفید خلائق اور رفاہ عام کے کاموں میں خرچ ہوگا جس سے بلا خصوصیت عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔ مثلاً جہاد کے لئے فوج و لشکر تیار کرنا۔ سرحدوں پر حفاظت کے لئے چھاؤنیاں اور چوکیاں قائم کرنا۔ دریاؤں کے پل اور سڑکیں بنانا مدرسے۔ مہمان سرائے پر خرچ کرنا۔

تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

آج کل پاکستان میں چونکہ اسلامی خزانہ اور بیت المال نہیں ہے۔ لہٰذا جب کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو تو میت کا ترکہ بجائے بیت المال کے فقراء پر

صرف کر دیا جائے خواہ یہ فقراء مدارس کے طلبہ اور مدرس ہوں یا خانقاہوں کے صوفی اور درویش یا مساجد کے امام و خادم۔ لیکن یہ خیال رہے کہ کسی شخص کو اجرت میں نہ دیا جائے نہ کسی مالدار غنی شخص کو دیا جائے ؎

تنبیہ:۔ جب کوئی مسافر پردیس میں مر جائے تو اہل شہر اور محلہ والوں کو یہ جائز نہیں کہ اس کا مال بلا تکلف فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں بلکہ اوّل خط بھیج کر یا کسی دوسرے ذریعہ سے خوب تحقیق کر لیا جائے کہ کوئی بعید و قریب وارث موجود ہے یا نہیں۔ اگر تحقیق سے کوئی وارث معلوم ہو جائے تو اس کو دیا جائے۔ ورنہ جب یہ یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ کوئی وارث نہیں ہے اس وقت فقراء پر صرف کر دیں ؎

فائدہ:۔ جب شرعی وارث کوئی موجود نہ ہو تو میراث اور مال کو بیت المال میں داخل کرنا واجب ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں بیت المال نہیں لہٰذا فقراء پر صرف کرنے کا حکم دیا جاتا ہے لیکن اگر میّت کے بعض ایسے عزیز و اقارب مفلس و غریب موجود ہوں جو شرعاً وارث نہیں ہیں تو عام فقراء سے وہ لوگ مقدم ہوں گے اور بموجب فتویٰ علمائے قدیم بوجہ فقر و احتیاج اس بعید رشتہ دار میّت کا مال و ترکہ ان کو دلوا دیا جائے گا۔ لیکن بقاعدۂ میراث و حصّہ شرعی نہیں بلکہ خاص رشتہ اور تعلق کی وجہ سے ان کو دیگر فقراء سے مقدم سمجھ کر مثلاً رضاعی بہن اور سوتیلی اولاد یا آزاد شدہ غلام وغیرہ مفلس متعلقین موجود ہوں تو یہ عام فقراء سے مقدّم ہو کر ترکہ اور مال میّت کا لے سکتے ہیں[1] ؎

---

[1] یہ مضمون مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر اور اشباہ و نظائر اور ذخیرہ اور جامع الرموز میں موجود ہے اور احادیث میں اکثر غزاۃ اور معتق کو میراث دیا جانا اس کو مؤید ہے واللہ اعلم ۱۲

نقشہ اول متعلقہ باب چہارم مشتملبر شش اقسام وارثان مع تفصیل دلیل شرعی جملہ اقسام

وارثان نمبر اقسام	اقسام وارثان	کس دلیل سے ثابت ہے: نام وارث	کس دلیل سے ثابت ہے: نام دلیل	تفصیل دلیل	ترجمہ وتشریح وغیرہ
۱ قسم اول جن کا حصہ شریعت میں تصریحاً معین فرما دیا گیا ہے	ذوی الفروض	بیٹی	قرآن مجید	فان کن نساءً فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف	بیٹیاں اگر دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ میں سے دو ثلث ملتا ہے اور اگر ایک بیٹی ہو تو کل مال میں سے نصف ۔
	〃	پوتی	حدیث رسول اللہ و اجماع صحابہ و عامۃ الفقہاء	ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ نصف بیٹی کو چھٹا حصہ پوتی کو باقی بہن کو دیا جائے (بخاری شریف) اور صحابہ و فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب بیٹی نہ ہو تو پوتی تمام حالتوں میں اس کی قائم مقام ہے ۔	
	〃	ماں باپ	قرآن مجید	ولابویه لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان له ولد فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث فان کان له اخوة فلامه السدس	اگر میت کے اولاد موجود ہو تو اس کے ماں اور باپ کو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اگر اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک ثلث (اور باقی باپ کو) اور اگر میت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنیں ہوں تو بھی ماں کو چھٹا حصہ ملتا ہے ۔
	〃	دادا	اجماع امت	ابوبکر و ابن عباس و ابن زبیر رض فرماتے تھے کہ الجد اب یعنی جب باپ زندہ نہ ہو تو دادا بھی باپ کے حکم میں ہے اور باوجودیکہ صحابہ اس وقت بکثرت موجود تھے لیکن یہ نہیں سنا گیا کہ کسی نے اس بارہ میں ابوبکر رض کا خلاف کیا ہو (بخاری)	
	〃	شوہر	قرآن مجید	ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن	اگر تمہاری بیبیوں کے اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تم کو نصف ملیگا اور اگر ان کے اولاد ہو تو تم کو ربع حصہ ملے گا ۔
	〃	زوجہ	〃	ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم	جب تم لوگوں کے اولاد نہ ہو تو تمہاری بیبیوں کو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی ملے گا اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کو آٹھواں حصہ ملے گا

〃	〃	اخیافی بھائی اخیافی بہن	قرآن مجید	وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث ط	اگر کسی مورث مرد یا عورت کے اولاد اور والدین نہ ہوں اور اس کے کوئی اخیافی بھائی یا بہن موجود ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر اخیافی بھائی بہن، اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔
〃	〃	ہمشیرہ حقیقی علاتی	قرآن مجید	ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك فان كانتا اثنتين فلهما الثلثان مما ترك	اگر ایسا شخص مرجائے تو والدین اور اولاد نہ ہو تو اس کے ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو، تو اُس کو ترکہ میں سے نصف ملے گا اگر وہ یا دو سے زائد ہوں تو سب کے لئے دو ثلث ہے۔
〃	〃	جدہ دادی نانی	حدیث شریف و آثار صحابہ	ابو سعید اور قبیصہ بن ذویب اور مغیرہ بن شعبہ رض فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو حصہ عطا کیا۔ بریدہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے جدہ کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا جب کہ اُس سے قریب میت کی کوئی ماں موجود نہ ہو۔ ابوبکر نے دو جدہ کو سدس میں شریک کیا۔ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ)	
قسم دوم	عصبات	بیٹا بیٹی بیٹے کی اولاد باپ۔ دادا باپ کی اولاد دادا کی اولاد	قرآن مجید و حدیث رسول اللہ و اجماع امت	یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان لم یکن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فهو لاولی رجل ذکر (بخاری مسلم)	پہلی آیت میں بیٹا بیٹی کے عصبہ ہونے کی حالت کا بیان ہے، دوسری میں باپ کے عصبہ ہونے کا حال ہے۔ تیسری میں حقیقی اور علاتی بھائی بہنوں کا ذکر ہے بخاری و مسلم کی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ اس مرد کا حق ہے جو میت سے سب سے زیادہ قریب علاقہ اور قرابت رکھتا ہو۔
قسم سوم	[illegible]	خود عصبات	حدیث رسول اللہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد کرنے والے کو فرمایا کہ اگر یہ تمہارا آزاد کردہ غلام مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو تم ہی اس کے عصبہ ہو جاؤ گے اور فرمایا کہ آزاد کردہ کسی قوم کا انہیں میں داخل سمجھا جاتا ہے۔	

نمبر	وارث	کون	ماخذ	دلیل	تشریح
پنجم	ذوی الارحام	میت کی اولاد میت کے اصول باپ کی اولاد دادا۔دادی کی اولاد	قرآن مجید و آثار صحابہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب الخ (سورہ نساء) واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی كتاب الله (سورہ انفال) الخال وارث من لا وارث له ابن اخت القوم منهم (بخاری)	پہلی آیت سے توریث ذوی الارحام ثابت ہے دوسری آیت عند الحنفیہ منسوخ ہے۔ نہیں بلکہ میراث ذوی الارحام مراد ہے (تفسیر کبیر) اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ماموں کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث ماموں ہے۔ اور فرمایا ہے کہ بھانجا بھی اسی قوم میں شمار ہوتا ہے یہاں سے ذوی الارحام کی میراث ثابت ہوئی ؛
ششم	مولی الموالاۃ	خود	قرآن مجید و حدیث	والذین عاقدت ایمانهم فآتوهم نصیبهم قال علیه السلام لتمیم الداری هو اخوك ومولاك فانت احق به محیاه ومماته (ترمذی، دارمی وغیرہ)	اس آیت سے مولی الموالاۃ کی میراث ثابت ہے اور تمیم داری نے جناب رسول اللہ سے عرض کیا کہ جو شخص میرے ہاتھ پر اسلام لاکر میرا مولی موالاۃ بن جائے اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا کہ وہ تمہارا بھائی اور مولی ہوگیا تم اس کی موت و حیات میں سب سے زیادہ مستحق ہوں گے۔
ہفتم	مقر لہ بالنسب	خود	قرآن مجید و قیاس	من بعد وصیة یوصی بها او دین۔ ولان المرء یوخذ باقراره ؛	ایسے شخص کی میراث فی الحقیقت وصیت کے حکم میں داخل ہے لہذا اس کا پورا کرنا ضروری ہوگا اور چونکہ اس کے سوا کوئی وارث نہیں اس لئے کل مال میں جاری ہوگی نیز جب میت نے اس کو رشتہ دار مان لیا۔ اس اقرار کی وجہ سے اپنا مال بطور میراث اس کو دینا پڑے گا ؛

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جن کا حصہ شریعت نے مقرر و معین فرما دیا ہے

تیرہ شخص ہیں۔ چار مرد اور نو عورتیں ہیں۔

باپ[۱]، دادا[۲]، اخیافی بھائی[۳]، شوہر[۴]، زوجہ[۵]، والدہ[۶]، بیٹی[۷]، پوتی[۸]، حقیقی بہن[۹]،

علاتی بہن[۱۰]، اخیافی بہن[۱۱]، جدہ یعنی دادی[۱۲]، نانی[۱۳] ؛

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرائض میں جس قدر رشتے بیان کیے جاتے ہیں وہ سب مرنے والے کے لحاظ سے بیان کیے جاتے ہیں مثلاً جب لکھتے ہیں کہ باپ کو چھٹا حصہ اور زوجہ کو آٹھواں۔ تو یہاں مرنے والے کی زوجہ مراد ہے اسی کے اعتبار سے زوجہ لکھا گیا ہے کوئی یہ نہ سمجھے کہ باپ کی زوجہ کا یہ حصہ ہے۔ کیونکہ اگر ہم کو باپ کی زوجہ کا حال لکھنا ہوتا تو میت کی والدہ ماں لکھتے زوجہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی غرض ہر جگہ خیال رہے کہ باپ، دادا، زوجہ، والدہ، ہمشیرہ، بیٹا وغیرہ جو کچھ کسی جگہ لکھا ہے وہاں میت کی ہمشیرہ زوجہ بیٹا وغیرہ مراد ہیں اس میں اکثر دھوکا ہوتا ہے ؛

فصل اوّل، باپ کی میراث کا حال اور حصے

خوب یاد رکھو کہ باپ کا حق چھٹے حصے سے کم کبھی نہیں ہوتا۔ ہاں بعض دفعہ ترکہ میں سے تہائی حصہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ مل جاتا ہے اور اگر باپ کے

سوا میت کا کوئی وارث ہی نہ ہو تو کل مال باپ کو مل جاتا ہے۔ غرض باپ کے تین حال ہیں۔

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے۔ جب کہ میت نے کوئی بیٹا یا بیٹے کی ندکر اولاد یا پوتے کی ندکر اولاد چھوڑی ہو۔ مثال مسئلہ ۲۴ زید متوفی — زوجہ ۳ والد ۴ پسر ۱۷

(۲) اگر مرنے والے کے کوئی ندکر (یعنی نرینہ) اولاد کسی درجہ میں بھی نہ ہو بلکہ بیٹی[1] یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو مرنے والے کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی دیا جاتا ہے۔

اس صورت میں باپ ذوی الفروض بھی رہا کیونکہ اس نے اپنا وہ مقررہ حصہ لیا جو شریعت نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے اور عصبہ بھی رہا۔ کیونکہ اس نے باقی مال لے لیا اور عصبہ اسی کو کہتے ہیں جو ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد باقی ماندہ مال کا مستحق ہو۔

مثال :- زید کا انتقال ہوا اس نے پانچ وارث چھوڑے۔ باپ، دادا، بیٹی، زوجہ، والدہ۔ اس کے مال کا آٹھواں حصہ زوجہ کو، چھٹا والدہ کو، نصف بیٹی کو دیا گیا اور چھٹا حصہ حسب قاعدہ باپ کو دیا گیا۔ اب ذوی الفروض کے یہ سب حصے پورے مل جانے کے بعد جو کچھ بھی باقی رہا وہ بھی باپ کو مل گیا۔ یعنی کل مال کے چوبیس حصے کر کے تین سہام زوجہ کو چار والدہ کو اور بارہ بیٹی کو اور چار والد کو دیئے گئے۔ ذوی الفروض کے کل حصے تئیس سہام میں پورے ہو گئے۔ اب جو

---

[1] بیٹی کی اولاد کا اعتبار نہیں ۱۲

ایک باقی رہا وہ بھی باپ کو مل جائے گا۔ اس صورت میں باپ دو وجہ سے حصہ کا مستحق ہوا۔ چار سہام یعنی کل مال کا چوبیسواں حصہ عصبہ ہونے کے لحاظ سے پایا۔ غرض چوبیس میں سے پانچ حصے باپ کو وصول ہوئے اس طرح

مسئلہ ۲۴ زید متوفی

زوجہ	والدہ	دختر	والد	والد[1]
آٹھواں	چھٹا	نصف	چھٹا	باقی
۳	۴	۱۲	۴	۱

تنبیہ :- یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جب میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو تو وہاں باپ کو اپنے چھٹے حصے کے علاوہ ایک ہی حصہ ملتا ہے۔ بلکہ جو کچھ باقی رہے وہ دیا جاتا ہے زیادہ ہو یا کم۔ مثلاً اسی صورت مذکورہ میں اگر میت کی ماں زندہ نہ ہوتی تو پھر بھی زوجہ کو تین سہام ملتے۔ دختر کو بارہ۔ باپ کو چار اور باقی ماندہ پانچ بھی عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو حاصل ہوتے اس طرح

مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	پدر	پدر
۳	۱۲	۴	۵

(۳) اگر میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا اور نہ بیٹے کی اولاد ہے نہ پوتے کی نہ پڑپوتے کی۔ تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی ہے وہ سب باپ کو مل جائے گا اس صورت میں باپ کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ نمبر دوم میں اور اس میں یہی فرق ہے کہ وہاں مقررہ حصہ چھٹا بھی ملتا ہے اور باقیماندہ بھی ملتا تھا اور یہاں حصہ مقررہ کچھ نہیں صرف باقیماندہ ملتا ہے۔ لیکن یہاں خدا کے فضل سے باقیماندہ اس قدر ہوتا ہے کہ نمبر دوم میں جو کچھ ملتا تھا اس سے بہت بڑھ جاتا ہے۔

---

[1] مختلف حصے دکھانے کی غرض سے خلاف قاعدہ والد کا نام دو جگہ لکھا ۱۲

مثال:۔ بکر کا انتقال ہوا اس نے چار وارث چھوڑے۔ زوجہ، نواسی، والدہ باپ۔ نواسی چونکہ ذوی الارحام میں ہے اور ذوی الارحام کو جب ہی حصہ ملتا ہے جب کہ ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو اس لئے نواسی محروم رہی۔ زوجہ کو چوتھا حصہ دیا گیا اب جو کچھ باقی رہا اس میں سے ایک ثلث والدہ کو دیا اب جو کچھ باقی رہا وہ باپ کا حق ہے یعنی کل مال کے چار حصے کرکے ایک زوجہ کو دیا۔ اس کو دینے کے بعد تین باقی رہے ان میں سے تہائی یعنی ایک سہام والدہ کو دے دیا باقی دو سہام والد کا حق ہے۔

اس حالت نمبر ۳ میں باپ صرف عصبہ ہی عصبہ ہے ذوی الفروض نہیں اور حالت دوم میں عصبہ بھی تھا اور ذوی الفروض بھی۔ اور پہلی حالت میں صرف ذوی الفروض تھا عصبہ نہ تھا۔ باپ کی میراث کے جو تین حال ہم نے بیان کئے ان کے سوا چوتھا حال قیامت تک نہیں ہو سکتا۔

فصل دوم میت کے دادا کے حصے اور میراث کا بیان

یہ بات یاد رکھو کہ اگر میت کا باپ زندہ ہوتا ہے تو دادا کو کچھ حصہ نہیں ملتا۔ وہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے۔ اس کی موجودگی میں دادا مستحق نہیں ہو سکتا۔ البتہ جب باپ موجود نہ ہو تو دادا کو بالکل اسی طرح وہی حصے ملتے ہیں جو باپ کو ملتے تھے جیسا کہ اب مفصل بیان ہوتا ہے۔ پس دادا کے بیان میں ہر جگہ یہ لحاظ رکھنا چاہیئے کہ جب میت کا باپ زندہ نہ ہو تب دادا کو یہ حصے ملیں گے۔

(۱) صرف چھٹا حصہ ملتا ہے جب کہ مرنے والے کے کوئی بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا

یا پڑپوتے کی مذکر اولاد کسی درجہ میں موجود ہو۔

مثال مسئلہ ۲۴ — زوجہ ۳، دادا ۴، بیٹا ۱۷ — ۲/۱ — مسئلہ ۱۲ — شوہر ۳، دادا ۲، پڑپوتا ۷
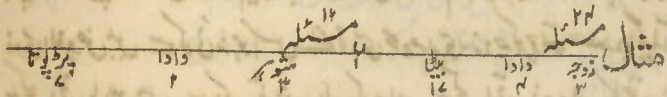
(۲) اگر مرنے والے کے کوئی مذکر اولاد کسی درجہ میں بھی موجود نہ ہو بلکہ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور تمام ذوی الفروض موجودہ کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ بھی مل جاتا ہے ؛

مثال :۔ سعیدہ نے انتقال کیا اور شوہر اور دادا اور بیٹی چھوڑے۔ کل ترکہ کا چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا دادا کو دیا جائے گا یعنی بارہ سہام میں سے تین شوہر کو چھ بیٹی کو اور دو دادا صاحب کو دیئے اور کل گیارہ سہام میں ان وارثان ذوی الفروض کے حصے پورے ہو گئے۔ اب ایک سہام جو باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونے کے دادا کو مل گیا۔ اس صورت میں دادا ذوی الفروض بھی ہوا عصبہ بھی رہا۔

(۳) جب کہ میت کے نہ بیٹی ہے نہ بیٹا نہ پوتی ہے نہ پوتا نہ پڑپوتی ہے نہ پڑپوتا تو ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا۔ وہ سب دادا صاحب کو مل جائے گا ؛

مثال :۔ عمرو کا انتقال ہوا۔ اس نے دادا، زوجہ، والدہ تین وارث چھوڑے چوتھا حصہ زوجہ کو دیا گیا اور کل مال کا تہائی حصہ والدہ کو دیا گیا جو کچھ باقی رہا وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے دادا کا حق ہے۔ یعنی کل ترکہ اول بارہ سہام پر تقسیم کر کے تین

له مسئلہ ۱۲ — شوہر ۳، بیٹی ۸، دادا ۲، دادا ۱ — یہاں اگر باپ موجود ہوتا تو اس کو بھی یہی سہام ملتے مگر دادا محروم رہتا ۱۲
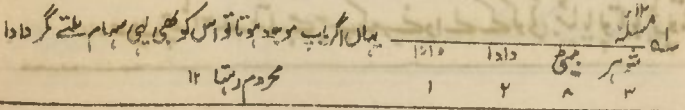
زوجہ کو دیئے گئے چار والدہ کو دیئے گئے اور باقیماندہ پانچ سہام دادا نے پائے۔ اس صورت میں دادا صرف عصبہ ہے اور حالت نمبر اوّل میں صرف ذوی الفروض تھا اور حالت نمبر دوم میں ذوی الفرض بھی تھا اور عصبہ بھی۔

ان تینوں حالتوں میں باپ اور دادا کا حصہ بالکل یکساں ہے ایک بہت خفیف فرق ہے جس سے بعض صورتوں میں والدہ کے حصے کی مقدار گھٹ کر باپ کے حصے کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ لیکن حصہ کا نام اور تعداد پھر بھی وہی رہتی ہے اور دادا میں یہ زیادتی کمی نہیں ہوتی۔

فرق:- اگر میّت نے صرف زوجہ اور والدین چھوڑے ہیں یا صرف شوہر اور والدین چھوڑے ہوں تو زوجہ اور شوہر کا حصہ دے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں سے ایک ثلث والدہ کو ملے گا اور باقی باپ کو۔ اس صورت میں باپ کو باقیماندہ ملا لیکن زیادہ ملا کیونکہ والدہ کا حصہ گھٹ گیا۔ اگر کل مال میں سے ثلث ملتا۔ تو زیادہ ملتا۔ اب شوہر کو دینے کے بعد باقی ماندہ میں سے ثلث والدہ کو ملا تو کم ملا لیکن باپ کا حصہ بڑھ گیا اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو یہ کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ حسب دستور والدہ کو کل مال کا ثلث دیا جائے گا۔ یعنی اگر کوئی میت صرف شوہر اور والدہ اور دادا چھوڑے۔ یا کوئی میت صرف زوجہ والدہ اور دادا چھوڑے تو یہ نہ ہوگا کہ زوجہ یا شوہر کا حصہ علیحدہ کرکے باقی مال میں سے ایک ثلث والدہ کو دیں۔ بلکہ کل مال میں سے ثلث دیا جائے گا۔ مثالوں سے فرق ظاہر ہو جائے گا کہ جس جگہ باپ ہے وہاں والدہ کو باقی ماندہ کا ثلث دلایا گیا ہے اور جس جگہ دادا ہمراہ ہے وہاں کل مال کا ثلث والدہ کو دلایا گیا ہے۔

مثال اول ۶

زوجہ	والدہ	والد
۱	۱	۲

۲ ۶

شوہر	والدہ	والد
۳	۱	۲

۳ ۴

زوجہ	والدہ	دادا
۱	۱	۲

۴۰ ۶

شوہر	والدہ	دادا
۳	۱	۲

(۴) چوتھا حال دادا کا یہ ہے جس کو ابتدا ہی میں بخوبی ظاہر کر دیا گیا تھا کہ جب باپ موجود ہوتا ہے تو دادا[1] بالکل محروم رہ جاتا ہے واضح ہو کہ پڑدادا اور سکڑدادا کے بھی یہی حصّے ہیں اور یہی حال ہے جو دادا میں مذکور ہوا لیکن دادا کے سامنے پڑدادا محروم ہوتا ہے اور پڑدادا کے سامنے سکڑدادا۔

فائدہ ۔ شریعت اور لغت میں دادی کے باپ کے باپ کو اور دادی کی ماں کے باپ اور دادا کو بھی جد یعنی دادا کہتے ہیں لیکن یہ لوگ ذوی الفروض میں داخل نہیں۔ ذوی الفروض وہی دادے ہیں جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اثر نہ کرے۔ جیسے باپ کا باپ، دادا کا باپ، پڑدادا کا باپ انہی لوگوں کو جد صحیح کہتے ہیں اور انہی کی میراث اور حصے کا حال اس جگہ بیان ہوا ہے۔ جن دادوں کے رشتہ میں عورت کا واسطہ آگیا ہے وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں اور ان کو جد فاسد کہتے ہیں۔ ان کا بیان چھٹے باب کی دوسری فصل میں آئے گا:

فصل تیسری اخیافی بھائی کی میراث کا بیان

وہ بھائی جو صرف ماں میں شریک ہے۔ باپ دونوں کا جدا ہے اسکو اخیافی

---

[1] مثال کے لئے دیکھو مشتملہ ۶

زوجہ	دختر	باپ	دادا
۱	۳	۲	محروم

تفصیل فصل تیسری میں دیکھئے

کہتے ہیں یہ ذوی الفروض میں داخل ہے عصبات میں شمار نہیں. کیونکہ عصبہ نسبی وہی ہے جو باپ کی طرف سے علاقہ رکھتا ہو. ایسے بھائی کو چھٹا حصہ ملتا ہے. بشرطیکہ میت کے باپ دادا موجود نہ ہوں اور بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو. پس اس کے تین حال ہوئے

(۱) اگر صرف ایک بھائی ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ پاویگا

(۲) اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا بھائی بہن ہوں تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا ایک تہائی حصہ پہنچے گا۔ اگر دو ہوں تب بھی یہی ایک ثلث ہے۔ اسی کو باہم برابر تقسیم کرلیں نہ تعداد کی کمی زیادتی کا فرق ہے نہ عورت مرد کا تفاوت بلکہ ہمیشہ برابر تقسیم ہوگا۔ یہ خصوصیت صرف اخیافی بھائی بہنوں کی ہے کہ مرد و عورت کو برابر حصہ ملتا ہے ورنہ ان کے سوا ہر جگہ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ عہ کا قاعدہ جاری ہے.

مثال اوّل — مسئلہ ۶ — مسئلہ ۲۴ عہ

شوہر	دادی	دو اخیافی بھائی	زوجہ	دختر	دس اخیافی بھائی	چچا
نصف	چھٹا	ثلث	آٹھواں	نصف	ثلث	باقی
۳	۱	۲	۳	۱۲	۸	۱

(۳) تیسرا حال یہ ہے کہ اگر میت عہ کا بیٹا پوتا پوتی یا پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو اس قسم کے بھائی بہن بالکل محروم رہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اگر میت کا باپ دادا۔ پڑدادا زندہ ہو تب بھی اخیافی بھائی بہن میراث کے مستحق نہیں ہوسکتے۔

مثال اول — مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	باپ	اخیافی
ربع	ثلث باقی	باقی	محروم
۱	۱	۲	

مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	دادا	اخیافی
نصف	ثلث باقی	باقی	محروم
۳	۲	۱	

له مثال — مسئلہ ۶

والدہ	برادر اخیافی	برادر حقیقی
۱	۱	۴

یعنی مرد کو عورت سے دوچند ملتا ہے ۱۲

عہ وعہ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

مسئلہ ۶

والدہ	بیٹا	اخیافی
چھٹا	باقی	محروم
۱	۵	

فصل چوتھی شوہر کے حصّوں اور میراث کا بیان

شوہر کی میراث کی دو حالتیں ہیں ان کے سوا تیسری نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی ایسی صورت ہے جس میں شوہر محروم[1] ہو جائے۔ میراث پانے کی دو حالتیں یہ ہیں۔

(۱) اگر زوجہ کا انتقال ہوا اور اس نے کوئی بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی پڑپوتا۔ پڑپوتی نہیں چھوڑا تو شوہر کو زوجہ کے ترکہ[2] کا نصف حصہ ملتا ہے۔

مثال ۱

مسئلہ ۶

شوہر	والدہ	والد
نصف	ثلث باقی	باقی
۳	۱	۲

مسئلہ ۲

شوہر	ہمشیرہ	چچا
نصف	نصف	محروم
۱	۱	

(۲) اگر زوجہ کے کوئی بیٹا یا بیٹی۔ پوتا پوتی۔ پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو شوہر کو کل مال میں سے رُبع[3] یعنی چوتھائی پہنچے گا۔

مثال ۱

مسئلہ ۱۲

شوہر	والدہ	بیٹا
چوتھا	چھٹا	باقی
۳	۲	۷

مسئلہ ۴

شوہر	بیٹی	چچا
چوتھا	نصف	باقی
۱	۲	۱

مسئلہ ۱۲

شوہر	پڑپوتا	باپ
چوتھا	باقی	چھٹا
۳	۷	۲

[1] البتہ اگر ان چار اسباب محرومی میں سے کوئی سبب پایا جائے تو محروم ہو سکتا ہے لیکن یہاں ان سے بحث نہیں مطلب یہ ہے کہ جب وہ اسباب محرومی نہ پائے جائیں تو شوہر کی کوئی حالت ایسی نہیں جس میں میراث نہ پاتا ہو ۱۲

[2] ہر جگہ وہی ترکہ مراد ہے جو بعد تجہیز و تکفین اور بعد ادائے قرض و وصیت کے باقی رہا ہو ۱۲ [3] یہاں تک کہ اگر عورت کے صرف زنا کی اولاد ہو تب بھی شوہر کو ربع ملے گا ۱۲

ضروری بات :- یہ جو بیان ہوا کہ اگر زوجہ کی اولاد ہو تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو بلکہ جس وقت زوجہ کی اولاد موجود ہوگی شوہر کو چوتھا حصہ پہنچے گا خواہ وہ اولاد اسی شوہر سے ہو یا اس سے پہلے شوہر کی ہو یا دونوں شوہروں سے اولاد ہو ؛

مثال اوّل :- نعیمہ کا انتقال ہوا تو اس کے موجودہ شوہر سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا موجود تھا اس صورت میں شوہر کو چوتھا حصہ ملیگا اور باقی بیٹا بیٹی کو۔ یہ اولاد شوہر کی بھی ہے اور زوجہ کی بھی ؛

مثال دوسری :- رشیدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکا موجود تھا دوسرا نکاح کیا گیا۔ مگر اس شوہر سے کچھ اولاد نہ ہوئی تو شوہر کو چوتھا حصہ ملے گا کیونکہ مرنیوالے کی اولاد موجود ہے گو اس موجودہ شوہر سے نہیں بلکہ سابق شوہر سے ہے ؛

مثال تیسری :- زاہدہ کے پہلے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے۔ دوسرے شوہر سے بھی ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے۔ تو اب زاہدہ کے انتقال پر موجودہ شوہر کو چوتھا حصہ میراث کا ملے گا۔ اس لئے کہ زاہدہ کے ہر قسم کی اولاد موجود ہے ؛

مثال چوتھی :- عظیم خاں کی پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود ہیں۔ زبیدہ سے نکاح کر لیا وہ لاولد مر گئی۔ تو زبیدہ کے ترکہ میں سے عظیم خاں شوہر کو نصف حصہ ملے گا حالانکہ اولاد موجود ہے۔ اس لئے کہ یہ اولاد زبیدہ کے بطن سے نہیں اور جب زوجہ کے اولاد نہیں ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے لہذا یہاں بھی وہی نصف ملے گا۔

ان سب مثالوں سے واضح ہو گیا کہ اولاد ہونے نہ ہونے میں مرنے والی عورت کا اعتبار ہے۔ اگر اس کے بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا، پوتی۔ پڑپوتا پڑپوتی کوئی ہو تو شوہر کو چوتھا

حصہ ملے گا۔ اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ہوگا تو شوہر کو نصف ترکہ مل جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اور جس جگہ کہتے ہیں کہ اگر اولاد ہو تو والدین کو چھٹا حصہ ملتا ہے اگر اولاد نہ ہو تو والدہ کو ایک ثلث ملتا ہے۔ وہاں بھی میت کی اولاد کا اعتبار ہوتا ہے:۔

تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

دو شوہروں کا بیان۔ مسلمان عورت کے ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا جب مرے گی ایک ہی نکاح میں انتقال کرے گی۔ وہی اس کا وارث ہوگا۔

لیکن اگر بالفرض کسی طرح دو شوہر ثابت ہو جائیں تو جو کچھ حصہ ایک شوہر کا مقرر ہے اسی کو باہم نصفا نصف تقسیم کرلیں۔ یہ نہ ہوگا کہ ہر ایک کو پوری میراث علیحدہ علیحدہ دی جائے۔ مثلاً دو شخصوں نے ایک عورت کے انتقال کے بعد دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ گذار دیئے کہ یہ میری زوجہ تھی اور گواہوں نے کوئی تاریخ اور وقت بیان نہیں کیا۔ یا دو شخصوں کے گواہوں نے ایک ہی وقت اور تاریخ بیان کیا تو یہ دونوں شخص شوہر سمجھے جائیں گے اور جو کچھ ایک شوہر کو حصہ دیا جاتا ہے اس کو باہم تقسیم کرلیں۔ اگر گواہوں نے مختلف تاریخیں بیان کیں تو جس کا نکاح پہلے ہوا ہے وہی شوہر سمجھا جائے گا اور مستحق میراث ہوگا جس کے گواہ پیچھے کی تاریخ بیان کرتے ہیں وہ محروم رہے گا۔

ذوی الفروض مرد و عورت صرف چار تھے۔ ان کا بیان ختم ہوا۔ اب عورتوں کے ذوی الفروض کا حال لکھا جاتا ہے۔ اور شوہر و زوجہ کے حالات کو متصل و قریب رکھنے کے لئے عورتوں میں سب سے پہلے زوجہ کا حال بیان کیا جاتا ہے کیونکہ شوہر و زوجہ کے بعض حال بالکل یکساں ہیں اور بہت باتوں میں ان دونوں

کا ایک حکم ہے۔ ورنہ سب سے پہلے والدہ کا حال بیان کرنا مناسب تھا اور ذوی الفروض عورتوں میں وہ سب سے مقدم ہونے کی مستحق تھی؛

فصل پانچویں زوجہ کی میراث کے حالات

جس طرح شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہو سکتا زوجہ بھی محروم نہیں رہ سکتی اور جیسے شوہر کی میراث کی دو حالتیں تھیں زوجہ کے بھی دو حال ہیں۔ صرف حصوں کے کم وبیش ہونے کا فرق ہے۔

(۱) اگر شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے کوئی بیٹا بیٹی۔ پوتا پوتی۔ پڑپوتا پڑپوتی۔ سکڑ پوتا سکڑ پوتی موجود نہ ہو تو کل ترکہ[1] میں سے زوجہ کو ربع (یعنی چوتھائی) دیا جاتا ہے۔

(۲) اگر شوہر کے بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی یا پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو۔ تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملتا ہے۔

شرح :۔ یہ جو عرض کیا گیا کہ اگر شوہر کے اولاد (یعنی بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا پوتی وغیرہ) موجود ہو تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ملتا ہے اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ اولاد اسی زوجہ سے ہو جو موجود ہے اور آٹھویں حصّے کی مستحق ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ مرنے والے نے اولاد چھوڑی ہو۔ خواہ وہ اولاد اسی عورت کے بطن سے ہو یا کسی پہلی زوجہ کے پیٹ سے۔ یا دونوں قسم کی ہو۔ یعنی اس زوجہ سے بھی ہو اور پہلی بیوی سے بھی۔

مثال اوّل :۔ مسعود کا انتقال ہوا اور اس کے پہلی زوجہ سے تین بیٹے موجود

[1] یعنی تجہیز وتکفین قرض وصیت کے بعد جو کچھ باقی رہے ۱۲

ہیں بالفعل جو زوجہ زندہ ہے اس سے کچھ بھی اولاد نہیں تو اس زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ترکہ میں سے ملے گا[۱]:

مثال دوم۔ زید کے انتقال کے وقت دو زوجہ موجود ہیں پہلی سے کچھ اولاد نہیں۔ دوسری سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اس صورت میں ہر دو زوجہ کو میراث کا آٹھواں حصہ[۲] دیا جائے۔ باہم اسی کو تقسیم کر لیں:

مثال سوم۔ عزیز بیگ کے پہلی زوجہ سے ایک دختر اور دوسری زوجہ سے جو زندہ ہے دو پسر ہیں تو عزیز بیگ کے انتقال پر موجودہ زوجہ کو آٹھواں حصہ[۳] دیا جائے گا:

چار سے زیادہ زوجہ کوئی مسلمان ایک وقت میں نہیں رکھ سکتا۔ لہذا کسی میت کے انتقال کے وقت چار سے زیادہ زوجہ وارث نہیں ہو سکتیں لیکن چار تک جس قدر زوجہ موجود ہوں گی وہ سب چوتھے یا آٹھویں حصے میں شریک رہیں گی۔ خواہ ایک زوجہ ہو یا دو تین چار یہ نہ ہو گا کہ ہر زوجہ کو علیحدہ آٹھواں یا چہارم دلایا جائے:

عدّت گذرنے سے پہلے شوہر اور زوجہ میں ایک قسم کا علاقہ باقی رہتا ہے اسی وجہ سے عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اور اگر مرد کے پاس تین زوجہ موجود ہوں اور چوتھی عدت گذار رہی ہو تو جب تک اس کی عدت نہ گذر جائے مرد کو پانچویں زوجہ سے نکاح حلال نہیں۔ غرض عدت میں گویا اسی شوہر کی زوجہ سمجھی جاتی ہے

---

[۱] مسئلہ ۸

زوجہ	تین پسر از زوجہ سابقہ
۱	۷

[۲] مسئلہ ۱۶

زوجہ	زوجہ	دختر و پسر زوجہ ثانیہ
۱	۱	۱۴

[۳] مسئلہ ۸

زوجہ	دختر زوجہ اول	دو پسر زوجہ ثانیہ
۱	۷	

لہذا اگر طلاق رجعی یا طلاق بائنہ دینے کے بعد عدت گذرنے سے پہلے شوہر نے انتقال کیا تو زوجہ کو میراث میں سے حسب قواعد مذکورہ بالا ضرور چوتھائی یا آٹھواں حصہ ملے گا۔ خواہ یہ طلاق مرض الموت میں دی ہو یا اس سے پہلے اور اگر عورت نے کچھ مال دے کر شوہر سے طلاق لی یعنی خلع کر لیا۔ یا بلا معاوضہ شوہر سے طلاق بائنہ مانگ لی تو میراث کی مستحق نہ ہوگی خواہ عدت کے بعد شوہر نے انتقال کیا ہو یا عدت گذرنے سے پہلے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کے مرض الموت میں اس کو طلاق بائنہ یا رجعیہ دے دی یا خلع منظور کر لیا تو شوہر میراث کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنے اختیار سے علاقہ زوجیت کو توڑا ہے (اسی قسم کا بیان اقرار مریض کے حال میں فصل سوم باب دوم میں گذر چکا ہے)

شوہر اور زوجہ کے حصوں کو پڑھ کر ناظرین معلوم کر لیں گے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے حصوں میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کی رعایت رکھی ہے یعنی مرد کو دو چند عورت کو اکہرا یعنی میت کی اولاد نہ ہونے کی حالت میں زوجہ کو ربع ملتا ہے اور شوہر کو اس سے دو چند یعنی کل ترکہ میں سے نصف اور اگر میت کے اولاد ہو تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملتا ہے اور شوہر کو اس حالت میں دو چند یعنی کل مال میں سے چوتھائی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ زوجہ کی اولاد موجود ہونے سے شوہر کا حصہ کم ہو جاتا ہے اور شوہر کی اولاد سے زوجہ کے حصے میں خلل آتا ہے۔ اب صرف اس بات پر دوبارہ غور کرنا چاہیئے کہ جس اولاد کی وجہ سے زوجہ اور شوہر کا حصہ کم ہو جاتا ہے وہ یہ اولاد ہے، بیٹا۔ پوتا۔ بیٹی۔ پوتی۔ پڑپوتے کا بیٹا یا بیٹی یعنی پڑپوتا اور پڑپوتی

ع تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

پس اگر کسی میت کے بیٹی کی اولاد یعنی نواسا نواسی یا نواسی کی اولاد ہو یا پوتی
کی اولاد ہو۔ اس کی وجہ سے زوجہ اور شوہر کے حصوں میں کمی نہ آوے گی ؛

فصل چھٹی ماں کی میراث اور حصّوں کا بیان

والدہ کو چھٹے حصّے سے کم کبھی نہیں ملتا اور نہ دوسرے وارث کی وجہ سے کبھی
محروم ہوتی ہے اور اس کے تین حال ہیں۔

حالت اوّل :۔ اگر میت کے بیٹا بیٹی۔ پوتا پوتی۔ پڑپوتا پڑپوتی موجود ہو تو میت
کی والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہوں حقیقی یا
علاتی یا اخیافی جب ایک سے زیادہ ہوں گے والدہ کو چھٹے حصے سے زیادہ نہ مل
سکیگا۔ خواہ صرف بھائی ہوں یا صرف بہنیں یا بھائی بہنیں دونوں ملے ہوئے ہوں۔

(۲) اگر مرد کا انتقال ہوا ہے اور اس کی زوجہ اور باپ دونوں موجود ہوں یا
عورت کا انتقال ہوا ہے اور اس کے شوہر اور باپ دونوں موجود ہیں تو شوہر یا
زوجہ کا حصہ شرعی مقرر شدہ نکال لینے کے بعد جو مال باقی رہے اس میں سے
ایک تہائی والدہ کا حصہ ہے (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

(۳) اگر مذکورہ بالا وارثوں میں کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل مال
میں سے تہائی ملے گا یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملنے کے لئے تین شرطیں
ضروری ہیں۔

۱۔ میت کے بیٹا بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ پڑپوتا۔ پڑپوتی کوئی نہ ہو۔

(۲) میّت کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے موجود نہ ہوں۔

(۳) میّت کا شوہر اور باپ دونوں اکٹھے زندہ نہ ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک زندہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس میّت اگر مرد ہے تو اس کی زوجہ اور باپ اکٹھے زندہ نہ ہوں۔ اگر صرف زوجہ ہو یا صرف باپ ہو تو مضائقہ نہیں۔

فرق۔ دادا کے حال میں بتلا دیا گیا تھا کہ باپ جب شوہر یا زوجہ کے ساتھ ہوتا ہے تو میّت کی والدہ کا حصّہ کم نہیں ہوتا۔

سوال۔ میّت کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں ہر جگہ باپ کی رعایت کی گئی کسی جگہ ماں کا حصہ کم کر کے باپ کا حصّہ بڑھا دیا گیا اور کسی جگہ ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ مال سے باپ دادا کو دلوا دیا گیا۔ حالانکہ ماں جو کچھ محنت و مشقت بچّے کی پیدائش اور پرورش وغیرہ میں اٹھاتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں نیز عورت خود مال نہیں حاصل کرتی۔ اس لئے زیادہ محتاج ہے پس اگر ماں کا حصہ باپ سے زیادہ مقرر نہیں کیا گیا تو ہر جگہ برابر ہوتا تو مناسب تھا۔

جواب:۔ والدہ کی تکلیف و محنت کا شریعت نے بخوبی لحاظ کیا اور زندگی میں صلہ رحمی اور سلوک کا حق بیٹے کے ذمہ بہ نسبت باپ کے دو چند مقرر کر دیا بیٹے پر لازم کیا کہ ماں کی خدمت اور صلہ رحمی اور سلوک باپ سے دو تین حصّے زیادہ کیا کرے۔ گویا ماں کو ایک قسم کی ترجیح حاصل ہو گئی۔ کیونکہ میراث صرف اسی بیٹے سے ملتی ہے جو مالدار ہو اور ماں کے سامنے مر جائے! اور ماں باپ کا ہم مذہب بھی ہو اور خدمت ہر ایک بیٹے کے ذمہ پر لازم ہے ماں کی خدمت بھی دو چند ہوئی اور میراث میں بھی ہر جگہ حصّہ لیا:

فصل ساتویں بیٹی کے حصوں اور میراث کا بیان

بیٹی کبھی محروم نہیں ہوتی۔ اگر اس کا بھائی میت کا بیٹا ساتھ ہوتا ہے۔ تو عصبہ بن جاتی ہے ورنہ ذوی الفروض رہتی ہے اس لئے اس کے تین حال ہیں۔

(۱) اگر صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو میت کے ترکہ میں سے اس کو نصف حصہ ملتا ہے۔ اور اگر اور کوئی وارث بالکل نہ ہو تو باقی نصف بھی اسی کو مل جاتا ہے اس کا ذکر رد کے بیان میں آوے گا۔

(۲) اگر دو بیٹیاں ہوں یا دو سے زیادہ ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان بیٹیوں کو ترکہ میں سے دو ثلث پہنچے گا۔ اس دو ثلث کو باہم تقسیم کرلیں۔ خواہ کتنی ہی بیٹیاں ہوں دو ثلث میں شریک رہیں گی اور برابر تقسیم کرلیں گی۔

مثال۔ زید کا انتقال ہوا۔ اس نے زوجہ۔ باپ دو بیٹیاں چھوڑیں۔ آٹھواں حصہ زوجہ کو دو تہائی بیٹیوں کو باقی باپ کو ملے گا۔ دو ثلث کو دونوں بیٹیاں باہم نصفا نصف کرلیں اور اگر بجائے دو کے چار یا پانچ یا آٹھ دس بیٹیاں ہوں تب بھی دو ثلث یعنی چوبیس میں سے سولہ ان کو ملیں گے اسی کو تقسیم کرلیں اس طرح

۲۴

زوجہ	دختر	دختر	باپ
آٹھواں	دو ثلث		باقی
۳	۸	۸	۵

۲۴

زوجہ	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	دختر	باپ
آٹھواں	دو ثلث								باقی
۳	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۵

(۳) اگر بیٹیوں کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ جس قدر بیٹے کو ملے گا اس سے نصف ہر ایک بیٹی کو ملے گا۔ خواہ

ایک بیٹی ہو یا دو چار ہوں۔ اس حالت میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہیں بلکہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بالغیر ہو گئی ہیں۔

شرح: اگر کسی عورت نے انتقال کیا اور اس کے دو شوہروں سے اولاد موجود ہے تب بھی یہی حال ہے جو مذکور ہوا یعنی اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو ثلث ترکہ ان کو ملے گا۔ اور اگر بیٹا بھی ساتھ ہو تو ہر ایک بیٹی کو بیٹے سے نصف ملے گا۔ خواہ یہ بیٹا پہلے شوہر سے ہو یا دوسرے سے اور یہ بیٹیاں بھی خواہ اول شوہر کی ہوں یا ثانی کی۔ اس سے کچھ بحث نہ ہوگی بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ بوقت وفات کیا کیا اولاد موجود تھی۔ علیٰ ہذا القیاس اگر مرد کا انتقال ہو تو اس کی بیٹیوں میں یہ تفصیل و تمیز نہیں کریں گے کہ ایک ماں سے ہیں یا دو سے اور اگر ان کے ساتھ بیٹا ہو تو یہ نہ پوچھیں گے کہ وہ پہلی زوجہ سے ہے یا دوسری سے یہ نہ ہوگا کہ ایک زوجہ کی اولاد نصف مال پر قبضہ کرلے اور دوسرے کی اولاد نصف لے لے۔ بلکہ جتنی اولاد کی تعداد ہوگی اسی قدر حصے ملیں گے لیکن مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا دیا جائے گا۔ پس اگر کسی ایک کی زوجہ سے صرف ایک لڑکی ہو اور دوسری سے پانچ بیٹے ہوں تو گیارہ حصے ہو کر ایک حصہ بیٹی کو پہنچے گا اور دو دو حصے پانچوں بیٹوں کو۔

فصل آٹھویں پوتی کے حصّوں کا بیان

عرف میں بیٹے کی دختر کو پوتی کہتے ہیں لیکن یہاں خاص وہی مراد نہیں۔ بلکہ پوتے اور پڑپوتے کی بیٹی کو بھی پوتی کہتے ہیں۔ اور اگر بیٹے کی بیٹی موجود نہ ہو تو پوتے

کی بیٹی کو حصے ملتے ہیں۔ اور اگر پوتے کی بیٹی بھی نہ ہو تو پڑپوتے کی بیٹی انہی حصوں کی مستحق ہوگی۔ پوتی کی میراث کی چھ صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن پڑپوتی وغیرہ کے حال کو بھی اسی کے تحت میں داخل کر کے دس گیارہ حالتیں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہوں صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ میں سے نصف ملے گا جیسے بیٹی کو ملتا ہے۔ گویا اس صورت میں بیٹی کی قائم مقام ہوگئی (اگر پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کا یہی حال ہوگا)

(۲) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو دو پوتیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو ان کو کل مال میں سے دو تہائی دیا جائے گا۔ اس صورت میں بھی یہ پوتیاں بیٹیوں کی قائم مقام ہیں اور جس طرح بیٹیاں دو ثلث کو باہم تقسیم کر لیتی تھیں اسی طرح یہ بھی کر لیں گی خواہ دو پوتیاں ہوں یا زیادہ ہوں (اگر پوتی کوئی نہ ہو تو پڑپوتیوں کا یہی حال ہوگا)

(۳) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو۔ تو جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد باقی رہے اس کو یہ پوتا پوتی باہم تقسیم کریں (اس جگہ پڑپوتی قائم مقام پوتی کے نہیں ہو سکتی کیونکہ پوتی کے سامنے وہ محروم رہتی ہے) (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

(الف) اگر میت[1] کے بیٹا بیٹی نہ ہو اور کوئی پوتا بھی نہ ہو ایک یا کئی پوتیاں ہوں اور پڑپوتا ہو۔ تب بھی ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے۔ اس کو یہ پوتیاں

---

[1] ومنہا الی آخرہ تفصیل لما فی السراجیۃ الا ان یکون بحذائہن او اسفل منہن غلام فیعصبہن وترکت زیادۃ التفصیل لکونہا خارجۃ عن فہم عامۃ المسلمین ۱۲

اور پڑپوتا باہم تقسیم کرلیں۔ مرد کو دہرا اور عورت کو اکہرا (۱) اگر میت کے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی کوئی نہیں پڑپوتے اور پڑپوتیاں ہیں۔ تب بھی ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو باہم تقسیم کرلیں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۵

(ب ۴) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا موجود نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملے گا۔ خواہ ایک ہو یا چند۔

(ج ۴) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑ دنا موجود نہ ہو اور پوتی بھی موجود نہ ہو بلکہ صرف ایک بیٹی اور پڑپوتی ہو تو پڑپوتی کو چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک ہو یا چند۔

(۵) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑ دتا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ ہوں تو پوتی بالکل محروم رہے گی۔

(ب ۵) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑ دتا نہ ہو دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو پڑپوتی بالکل محروم رہے گی۔

(۶) اگر میت کے بیٹا موجود ہے تو پوتیاں۔ پڑپوتیاں، سکڑ دتیاں سب محروم رہیں گی۔

(ج ۶) اگر میت کے پوتی موجود ہے تو پڑپوتیاں سب محروم رہیں گی۔

تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

شرح ۔ پوتیوں کا جو حال بیان ہوا اس میں یہ ضروری نہیں کہ سب پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہوں یا سب پڑپوتیاں ایک پوتے سے ہوں۔ بلکہ اگر مختلف بیٹوں کی بیٹیاں ہوں تو ان کے بھی دہی حصے ہیں۔ مثلاً ایک بیٹے کی صرف ایک بیٹی ہے اور دوسرے بیٹے کی پانچ ہیں تو اب اگر ان کو دو ثلث ملیں گے تو باہم ان کے چھ حصے کرکے ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ جو بیٹی اپنے

باپ کی تنہا ہے اس کو کچھ زیادہ حصہ مے دیں۔ اسی طرح پوتوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہونے میں یہ ضرورت نہیں کہ وہ پوتے اور پوتی سب ایک شخص کی اولاد ہوں۔ بلکہ اگر پوتیاں ایک بیٹے کی اولاد ہیں اور ان کے ساتھ جو پوتا ہے وہ میّت کے دوسرے بیٹے کا بیٹا ہو تو بھی عصبہ ہوجائیں گے۔ نیز پوتیوں کے محروم ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ میت کا بیٹا موجود ہے وہ ان کا باپ ہو۔ بلکہ اگر پوتیوں کا باپ مرگیا ہو اور دوسرا بیٹا موجود ہو جو ان لڑکیوں کا باپ نہیں، چچا ہے تب بھی محروم رہیں گی۔ اب بھائی بہنوں کا حال شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا آئندہ آسانی اور سہولت کے لئے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بھائی بہن تین قسم کے ہوسکتے ہیں۔ ایک عینی یعنی حقیقی بھائی بہن جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوتے ہیں اور سگے بھائی بہن کہلاتے ہیں دوسرے **علاتی** یعنی وہ بھائی بہن جو صرف باپ میں شریک ہوں ماں علیحدہ علیحدہ ہو۔ ان کو سوتیلے بھائی بہن کہتے ہیں تیسرے **اخیافی** یعنی وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہوں۔ باپ سب کا علیحدہ ہو ان کو بھی سوتیلے بھائی بہن کہا جاتا ہے۔ ان تینوں قسموں میں سے اخیافی بھائی کا ذکر تو اسی باب کے تیسری فصل میں گذرچکا ہے۔ علاتی اور حقیقی بھائی ذوی الفروض میں داخل نہیں۔ ان کے حالات آئندہ باب میں عصبات میں مذکور ہوں گے۔ یہاں صرف تینوں قسم کی بہنوں کے حصّے اور میراث کا حال بیان کرنا منظور ہے لیکن یہاں بھی ان تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی نسبت یہ یاد کرلینا چاہیئے کہ اگر میّت کے باپ دادا وغیرہ یا بیٹا یا پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑدادا موجود ہو تو ہر قسم کے بھائی بہن میراث کے بالکل مستحق نہیں ہوتے۔ چنانچہ ہر ایک کے مفصّل حال میں یہ بات معلوم ہوجائے گی ؛

فصل نویں حقیقی ہمشیرہ یعنی سگی بہن کے حالات

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی۔ پوتا پوتی۔ پڑپوتا پڑپوتی نہ ہو اور ایک ہمشیرہ ہو تو اس کو میت کے کل ترکہ میں سے نصف مال ملے گا۔

(۲) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی۔ پڑپوتی نہ ہو اور دو ہمشیرہ ہوں یا زیادہ ہوں تو ان ان سب کو ترکہ میں سے دو ثلث یعنی دو تہائی ملے گا۔ اس کو باہم تقسیم کر لیں

(۳) اگر میت کے بیٹی پوتی یا پڑپوتی یا سکڑپوتی موجود ہو خواہ ایک ہو یا زیادہ، تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی ہمشیرہ کو مل جائے گا۔

مثال :- زید کا انتقال ہوا اور ایک بیٹی ایک زوجہ ایک ہمشیرہ چھوڑی تو کل مال میں سے نصف بیٹی کو ملے گا۔ آٹھواں حصہ زوجہ کو باقی ہمشیرہ کو۔ اسی طرح اگر بیٹی نہ ہو تو پوتی یا پڑپوتی ہو۔ جب بھی ہمشیرہ کو باقی ماندہ ملے گا۔

زوجہ	دختر	ہمشیرہ	زوجہ	پوتی	ہمشیرہ
۱	۴	۳	۱	۴	۳

روایت۔ حضرت ابو موسیٰ صحابی[1] رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کوفہ کے حاکم اعلیٰ تھے اور سلمان بن ربیعہ قاضی تھے۔ ایک شخص نے ان دونوں حضرات سے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹی ایک

[1] ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے ۱۲

پوتی ایک بہن چھوڑی اس کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ نصف ترکہ بیٹی کا حق ہے اور نصف پوتی کا۔ ہمشیرہ محروم ہے۔ اور تم جاکر اس مسئلہ کو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے دریافت کرنا وہ بھی ہمارے موافق جواب دینگے۔ سائل نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اپنا سوال اور ان صاحبوں کا جواب بیان کیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ فرماتے تھے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ہماری موافقت کریں گے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا بھلا میں کیسے ان کی موافقت کرسکتا ہوں۔ اگر اس مسئلہ میں میں ان کی موافقت کروں تو گمراہ ہوجاؤں۔ کیونکہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنا ہے۔ میں وہی فیصلہ کرتا ہوں جو آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ نصف بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو دیا جائے اور باقی ہمشیرہ[2] کو۔ سائل نے واپس ہوکر حضرت عبد اللہ اور سلمان رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا۔ تو دونوں صاحبوں نے اس کو قبول کرلیا اور اپنے قول سے رجوع فرمایا اور فرمانے لگے کہ جب تک یہ متبحر عالم یہاں موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ پوچھا کرو۔

سبحان اللہ کیا شان تھی صحابہؓ کی۔ کہ ابوموسیٰ نے باوجود فضل وکمال اور حکومت[1] اور ریاست کے خود مسئلہ بتلاکر دوسرے صحابی کے پاس تحقیق وتوثیق کے لئے بھیج دیا اور جب وہاں سے خلاف امید لیکن بجا اور معقول مخالفت کی صدا آئی تو

---

[1] آپ بھی کوفہ کے حاکم رہ چکے تھے اس واقعہ سے بہت پہلے حکومت سے علیحدہ ہوکر وہیں قیام کرلیا تھا ۱۲

[2] اس سے معلوم ہوا کہ بیٹی کی موجودگی میں ہمشیرہ محروم نہیں ہوتی بلکہ عصبہ ہوتی ہے جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ دیا جائے جیسا کہ ابھی ہمشیرہ کی حالت نمبر ۲ میں ہم نے بیان کیا ہے اور ایک بیٹی کے سامنے پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ فصل آٹھویں نمبر ب میں بیان ہوا تھا ۱۲

کلمۂ حق بدل و جان قبول فرما کر مخالفت کرنے والے ہمعصر کے علم کی تعریف اور ان کی فضیلت کا اقرار فرمایا اور حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو پہلے سے ان کو نہ پہنچی تھی سن کر سر جھکا دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ہمشیرہ کے یہ تین حالات جو بیان ہوئے اس وقت ہیں کہ ان کی حقیقی بہنوں کے ساتھ کوئی بھائی حقیقی موجود نہ ہو پس

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی (ایک دو یا زیادہ) موجود ہوں تو بہن ان کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس کو یہ بھائی بہن باہم تقسیم کر لیں ہر ایک بھائی کو دوہرا بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔

مثال :- انجیہ نے انتقال کیا ایک شوہر ایک والدہ ایک بیٹی ایک ہمشیرہ ایک بھائی چھوڑا۔ کل مال میں سے اول ذوی الفروض کو حق دیا گیا شوہر کو چوتھا، والدہ کو چھٹا، بیٹی کو نصف اب جو کچھ باقی رہا بھائی بہن کو اس طرح تقسیم کر لیں کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا۔

مثال ۱ — ۳۶

شوہر	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
چوتھا ۹	چھٹا ۶	نصف ۱۸	باقی ۱	باقی ۲

مثال ۲ — ۹۶

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
آٹھواں ۱۲	چھٹا ۱۶	نصف ۴۸	باقی ۵	باقی ۵	باقی ۱۰

مثال ۳ — ۲۴

والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۴	۸	۸	۱	۱	۳

مثال ۴ — ۲۴

زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۳	۸	۸	۲	۲	۲

لیکن ہمشیرہ حقیقی عصبہ بن کر بھائی کے شریک اسی وقت ہو گی کہ وہ بھائی حقیقی ہو اگر وہ بھائی صرف باپ میں شریک ہے تو یہ ہمشیرہ حقیقی اس سے مقدم ہو کر بعد ذوی الفروض کے باقی ماندہ کو لے لے گی اور وہ محروم رہ جائے گا (چنانچہ علاتی بھائی کے حال میں

باب ۵ عصبہ درجہ سوم نمبر ۲ میں یہ بات ذکر کی جائے گی،

یہاں تک کہ جو چار حالات ہمشیرہ حقیقی کے بیان ہوئے یہ اس وقت ہیں کہ میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا اور باپ دادا پڑدادا موجود نہ ہوں۔

(۵) اگر میت کے باپ دادا پڑدادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہوں تو ہمشیروں کو کچھ حصہ نہ ملے گا بالکل محروم رہیں گی ؛

فصل دسویں علاتی بہن کے حصے

حقیقی بہن موجود نہ ہو تو علاتی بہن اس کے قائم مقام ہو جائے گی اور وہی حالات ہوں گے جو اس کے بیان ہوئے۔ لیکن حقیقی بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے سامنے محروم رہ جاوے گی اور حقیقی بہن کے سامنے اس کے حالات بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ تفصیل اس کے حالات کی یہ ہے۔

(۱) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہ ہو اور علاتی بہن صرف ایک ہو تو اس کو میت کے ترکہ میں سے نصف ملے گا (مانند حقیقی ہمشیرہ کے)

(۲) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی اور حقیقی ہمشیرہ نہ ہو اور علاتی بہنیں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو کل ترکہ میں سے دو ثلث یعنی دو تہائی ملے گا اس کو باہم تقسیم کرلیں (گویا حقیقی بہنوں کے قائم مقام ہوگئیں)

(۳) اگر میت کے بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہے (خواہ ایک ہو یا زیادہ) مگر حقیقی ہمشیرہ کوئی نہیں تو ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے

وہ علاتی بہن کو مل جائے گا۔ اس صورت میں یہ بہن عصبہ بالغیر ہوگی۔

مثال اس کی بالکل وہی ہے جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۳ میں گذری۔ صرف ہمشیرہ حقیقی کی جگہ ہمشیرہ علاتی لکھ دیا جائے۔ کیونکہ ان تینوں حالتوں میں بوقت نہ ہونے ہمشیرہ کے یہ علاتی ہمشیرہ اس کی قائم مقام ہوگی۔

مثال اوّل ۶

زوجہ	دختر	ہمشیرہ علاتی
۱	۲	۳

مثال ۲ ۸

زوجہ	پوتی	ہمشیرہ
۱	۴	۳

واللہ اعلم

(۴) اگر میّت کی بیٹی پوتی پڑپوتی کوئی موجود نہیں لیکن ہمشیرہ حقیقی موجود ہے۔ تو علاتی بہن کو صرف چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اگر ایک ہوگی تو تنہا چھٹے حصے کی مالک ہو جائے گی۔ اور اگر دو چار علاتی بہنیں ہوں تو اس سدس یعنی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔

یہ چار حالتیں اس وقت تھیں کہ جب علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی موجود نہ ہو۔ پانچویں حالت یہ ہے کہ

(۵) اگر میت کے جس طرح علاتی بہنیں موجود ہیں ایسے ہی کوئی علاتی بھائی بھی موجود ہو (خواہ ایک ہو یا چند) تو یہ اپنے علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی۔ جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے اس کو یہ بھائی بہن تقسیم کرلیں۔ مرد کو دُہرا حصہ دیں۔ عورتوں کو اکہرا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ان کے ساتھ والا بھائی بھی انہیں کی مانند ہو یعنی جیسے یہ صرف باپ میں میت کے ساتھ شریک تھے اسی طرح صرف بھائی بھی باپ میں شریک ہو۔ اگر خدا نخواستہ وہ میّت کا حقیقی بھائی ہوگا تو علاتی بہنیں محروم رہ جائیں گی۔ اور اگر اخیافی ہوگا تو نہ عصبہ ہوگا۔ نہ کسی کو اپنے ساتھ

عصبہ بنائے گا۔ بلکہ میت کی اولاد کے سامنے تو بالکل محروم رہ جائے گا۔

چار مثالیں جو حقیقی بہن کی حالت نمبر ۲ میں بہ تفصیل لکھی گئی تھیں وہی یہاں کارآمد ہوسکتی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ وہاں حقیقی ہمشیرہ اور حقیقی بھائی لکھنے تھے یہاں علاتی لکھ دو۔

مثال اوّل (۳۶)

شوہر	والدہ	دختر	ہمشیرہ	برادر
۹	۶	۱۸	۱	۲

۲ (۹۶)

زوجہ	والدہ	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۱۲	۱۶	۴۸	۵	۵	۴

۳ (۲۳)

والدہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	ہمشیرہ	برادر
۲	۸	۸	۱	۲	۲

۴ (۲۴)

زوجہ	دختر	دختر	ہمشیرہ	برادر	برادر
۳	۸	۸	۱	۲	۲

یہاں تک علاتی بہن کی پانچ حالتیں ایسی بیان ہوئیں جن میں اس کو کچھ نہ کچھ مل جاتا تھا۔ اب اس کی محرومی کے حال سنو۔

(۷) میت کے حقیقی بھائی بہنوں کی موجودگی بھی علاتی ہمشیروں کو اکثر محروم کردیتی ہے۔ جس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔

اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہیں تو علاتی بہن (بلکہ علاتی بھائی بھی) میراث سے محروم رہیں گے اور ان کو کچھ حق نہیں پہنچے گا

اگر میت کی حقیقی بہن اور حقیقی بھائی دونوں موجود ہوں تو سب علاتی محروم رہیں گے۔ جب کہ میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی موجود ہو نہ علاتی اور نہ کوئی بیٹی ہو لیکن ہمشیرہ حقیقی دو یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو علاتی بہنیں بالکل محروم رہیں گی (اس صورت میں اگر علاتی بھائی اس کے ساتھ ہوتا تو عصبہ بن کر ضرور اس کو حصہ میں اپنے ساتھ شریک کرلیتا)

جس حالت میں میت کے نہ کوئی حقیقی بھائی ہے نہ علاتی اور ہمشیرہ حقیقی بھی دو نہیں صرف ایک ہے لیکن میت کی بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہے وہاں علاتی بہن کا کچھ حق اور حصہ نہیں (اس صورت میں علاتی بہن میت کی بیٹی وغیرہ کی وجہ سے محروم نہیں ہوئی بلکہ میت کی بیٹی پوتی وغیرہ کی موجودگی میں چونکہ حقیقی بہن عصبہ بن گئی ہے۔ اس لئے سب باقی ماندہ مال علاتی سے مقدم ہوکر اس نے لے لیا)

(۷) جب میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ موجود ہو۔ یا باپ دادا پڑدادا زندہ ہو تو علاتی بہن بالکل محروم اور لاوارث رہتی ہے (یہ کچھ علاتی بہن کی خصوصیت نہیں یہ غریب تو کم درجہ ہے ان لوگوں کے سامنے تو حقیقی بھائی بہن بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ بیٹا پوتا اور باپ دادا وغیرہ کے سامنے ہر قسم کے بھائی بہن میراث سے محروم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی باب کی فصل ہشتم کے آخر میں تحریر ہوا)

فصل گیارھویں اخیافی بہن کی میراث کا بیان

یہ بات چند مرتبہ بیان کر دی گئی کہ ایسے بھائی بہن جو صرف والدہ میں میت کے شریک ہوں اور باپ جدا جدا ہوں اسی وقت میراث پا سکتے ہوں کہ میت کے کوئی بیٹا بیٹی۔ پوتا پوتی۔ پڑپوتا پڑپوتی موجود نہ ہوں۔ اور باپ دادا پڑدادا بھی موجود نہ ہو۔ پس اس بات کا لحاظ رکھنے کے بعد ایسی بہنوں کے مستحق میراث ہونے کے دو حال ہو سکتے ہیں۔

(۱) اگر صرف ایک اخیافی بہن ہو۔ بھائی کوئی نہ ہو تو میت کے ترکہ کا چھٹا

حصہ ملے گا۔

(۲) اگر اس قسم کی دو بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا اس سے زیادہ ہوں۔ تو ان سب کو ایک ثلث یعنی میت کے کل ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا۔ اس ایک تہائی میں سب اخیافی بھائی بہن باہم شریک رہیں گی۔ بھائی بہنوں کی تعداد کسی قدر ہو اس ایک تہائی کے برابر برابر حصے کر کے سب کو بحصہ مساوی تقسیم کر دیا جائے (اخیافی بھائی بہنوں میں مرد اور عورت کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا سب کو برابر حصہ ملتا ہے)

یہ دو حالتیں اخیافی بہن کو حصہ ملنے کی تھیں تیسری حالت محرومی کی سنو

(۳) اگر میت کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ ایک بھی موجود ہو تو اخیافی بہن کو کچھ حق نہیں پہنچتا بالکل محروم رہتی ہے۔ نیز اگر میت کا باپ دادا وغیرہ زندہ ہو تو بھی اخیافی بہن وارث نہیں ہو سکتی۔

فصل سوم میں اخیافی بھائی کا حال معہ مثالوں کے گذر چکا ہے۔ بالکل وہی مثالیں اس جگہ کارآمد ہو سکتی ہیں کیونکہ اس قسم کے بھائی بہنوں کا حال بالکل یکساں ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہم اخیافی بہن کے حال کو مستقل طور سے علیحدہ نہ لکھتے تب بھی کچھ نامناسب نہ تھا لیکن عام فہم بنانے کی غرض سے سابق ذکر پر حوالہ نہیں کیا بلکہ مکرر بیان کر دیا ہے۔

اب گیارہ ذوی الفروض کے حال سے فراغت کرنے کے بعد دادی اور نانی کا طویل اور مشکل حال سب سے آخر میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان کا حال ختم ہونے کے ساتھ ہی ذوی الفروض کا باب کامل اور تمام ہو جائے گا۔ ومن اللہ التوفیق ٭

فصل بارھویں جدّہ یعنی دادی اور نانی کی میراث کا بیان

عربی میں دادی اور نانی دونوں کو جدّہ کہتے ہیں۔ اس لئے شریعت میں ان دونوں کی میراث کا حال یکساں اور دونوں کا ایک ہی حصہ ہے اور کتب عربیہ میں ان کا حال ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے اور تعداد ذوی الفروض کی بارہ لکھی ہے۔ لیکن ہندی زبان میں دادی اور نانی علیحدہ علیحدہ بولی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اگر ہم ان کو جدا جدا دو فصلوں میں بیان کریں تو تعداد ذوی الفروض کی تیرہ ہو جائے اور سب کتابوں سے مخالف نظر آئے۔ لہٰذا ہم ان کے حال کو ایک ہی فصل میں بیان کرتے ہیں لیکن سمجھانے کے لئے دادی اور نانی کا حال جدا جدا لکھتے ہیں:۔

دادیوں کے حصّے کا بیان

دادی صرف باپ کی ماں مراد نہیں۔ بلکہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں یعنی باپ کی نانی وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدہ کہتے ہیں اور یہ سب ذوی الفروض میں داخل ہیں۔ اسی وجہ سے ایک شخص کے کئی کئی دادیاں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص کے دادا کی ماں یعنی پڑدادی بھی موجود ہو اور دادی کی ماں بھی یعنی پڑدادی بھی موجود ہو اور دادی کی ماں بھی اور دادا کی نانی بھی زندہ ہو۔ اس طرح کئی پشت تک سلسلہ چل سکتا ہے۔ اور اگر ہم چار پیڑی تک شمار کرنے لگیں تو ہر ایک شخص

کی پندرہ دادیاں نکل سکتی ہیں اور اگر اس سے زیادہ اوپر تک پشتوں میں شمار کریں تو تعداد بہت بڑھ جائے۔ لیکن ان سب دادیوں کی میراث پانے اور حصہ کی مستحق ہونے میں دو قاعدوں کا لحاظ ضروری ہے۔

قاعدہ اوّل۔ دادیاں دو قسم کی ہیں۔ صحیحہ اور فاسدہ۔ فاسدہ دادیاں ذوی الفروض میں داخل نہیں بلکہ ذوی الارحام کے درجہ دوم میں داخل ہیں۔

چار پشت تک اگر غور کیا جائے تو ہر شخص کی پندرہ دادیوں میں سے دس دادیاں صحیحہ نکلتی ہیں اور پانچ فاسدہ۔ فاسدہ دادیوں کا بیان ذوی الارحام میں آئیگا دادیاں صحیحہ جو ذوی الفروض میں داخل ہیں۔ چار پشت تک ذیل میں درج کیجاتی ہیں

پہلی پشت	باپ کی ماں	اس پشت میں صرف ایک ہی دادی ہوسکتی ہے	
دوسری پشت	دادا کی ماں	دادی کی ماں	
تیسری پشت	پڑدادا کی ماں	پڑدادی کی ماں	باپ کی نانی کی ماں
چوتھی پشت	دادا کی دادی	پڑدادا کی نانی۔ پڑدادی کی نانی۔ باپ کی نانی کی نانی	

ان دس دادیوں کو احقر نے نقشہ نمبر ۲ میں مفصل لکھ دیا ہے اور کئی کئی طرح سے رشتہ بتلادیا ہے تاکہ سمجھنے میں ذرا بھی دقت نہ ہو۔

قاعدہ دوم۔ اگر قریب درجہ کی دادی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا۔ مثلاً اول پشت کی دادی موجود ہے۔ تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی دادیاں محروم رہیں گی۔

اسی طرح اگر پہلی پشت کی دادی مرگئی تو دوسری پشت کی دادیاں حصہ پائیں گی۔ لیکن ان سے پیچھے والی یعنی تیسری اور چوتھی پشت والیاں محروم ہوں گی۔

البتہ اگر پہلی اور دوسری پشت کی سب دادیاں مرگئی ہوں تو تیسری پشت والی دادیاں حصہ لیں گی۔ اور اگر اتفاق سے تینوں پشتوں کی دادیاں مرگئی ہوں تو چوتھی پشت کی جو دادیاں موجود ہوں ان کو حصہ ملے گا۔ کیونکہ جب تک قریب درجہ والی ایک موجود ہوگی نیچے درجے والی یعنی دور کی پیڑی کی دادی کو حصہ نہ ملے گا۔ جب آپ کو یہ دو قاعدے محفوظ ہوگئے کہ صرف[1] صحیحہ دادی کو حصہ مقررہ ملتا ہے۔ اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ والی محروم رہتی ہے تو اب دادی کا حصہ مقررہ سنو۔

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے۔ خواہ ایک دادی ہو یا دو تین ہوں۔ بشرطیکہ سب ایک ہی درجہ (اور ایک ہی پشت) کی ہوں۔ ورنہ ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ قریب کے سامنے بعید کو کچھ نہیں ملتا۔ اگر ایک ہی درجہ کی چند دادیاں ہوں تو وہ سب اسی چھٹے حصے کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔

(۲) اگر میت کی کوئی نانی بھی اسی درجہ (اسی پشت) کی موجود ہو جس درجہ کی دادی ہے۔ تو وہ نانی بھی اس ایک دادی یا چند دادیوں کے ساتھ شریک ہوجائے گی اور چھٹا حصہ نانی اور دادیوں میں باہم تقسیم ہوجائیگا۔ لیکن اگر نانی صاحبہ دادیوں سے نیچے درجہ کی ہوں تو ایسی نانی کو دادیوں کے ساتھ شریک نہ کیا جائے گا۔ بلکہ نیچے درجے والی محروم رہے گی (مثلاً دادی دوسری پشت کی ہے اور نانی تیسری اور چوتھی پشت کی ہے تو یہ دادی کے ساتھ شریک نہ ہوگی، نقشہ نمبر دوم سے

[1] چونکہ ہم نے چار پشت تک مثال لکھا ہے اس لئے چار دادیاں شمار کیں ورنہ اوپر تک اسی طرح سلسلہ چل سکتا ہے جو دادیاں بلا واسطہ دادوں سے علاقہ رکھتی ہیں وہ سب وارث ہونگی۔ مثلاً باپ کی نانی کی پڑنانی وغیرہ سقوط الابویات بالجد اذا کان بعد الجد عن المیت بدرجۃ واحدۃ واما اذا بعد بدرجتین فانہ یرث مع ابو نیان ولم تفصلہ لدقۃ ۱۲

آپ کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ کون سی دادی اور نانی ایک درجہ کی ہیں اور کون سی ہیں فرق ہے یعنی اوپر نیچے درجہ کی ہیں۔

(۳) اگر میت کی ماں یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دادیاں بالکل محروم رہتی ہیں۔

(۴) اگر میت کا دادا موجود ہو تو بھی دادیاں محروم رہتی ہیں لیکن باپ کی ماں اور باپ کی نانی اور باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی یہ چار دادیاں دادا کے سامنے محروم نہیں رہتیں۔ ان کے سوا سب دادیاں دادا کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

(۵) اگر میت کی کوئی نانی قریب رشتہ کی زندہ ہو اور دادی بعید درجہ کی ہو تو دادی محروم رہے گی اور نانی حصہ پائے گی۔ مثلاً دادی تیسری پشت کی ہے اور نانی اول یا دوم پشت کی ہے تو دادی محروم رہے گی نانی حصہ پائے گی کیونکہ وہ قریب ہے نانی اور دادی کا قریب و بعید ہونا ایک درجہ میں داخل ہونا نقشہ نمبر ۲ سے معلوم ہوگا:۔

نانیوں کے حصّے کا بیان

جس طرح دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہ تھی نانی سے بھی صرف ماں کی ماں مراد نہیں۔ بلکہ ماں کی نانی اور نانی کی نانی بھی عربی میں جدہ کہلاتی ہیں۔ اور ذوی الفروض وارثوں میں داخل ہیں۔ اسی وجہ سے ایک شخص کی چند نانیاں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً میت کی ماں کی ماں بھی موجود ہو اور ماں کی نانی بھی۔ اسی طرح اگر ہم چار پشت یعنی چوتھی پیڑی تک شمار کریں۔ تو ہر شخص کی پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں۔ اگر اوپر تک زیادہ پیڑیوں کی نانی کا حساب لگاویں تو بڑھتی چلی جاویں۔ لیکن

ہر ایک نانی کو بلا تکلف میراث نہیں مل سکتی بلکہ دو قاعدوں کی پابندی ضروری ہے۔

قاعدہ اوّل: - دادیوں کے مانند نانیاں بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک صحیحہ اور دوسری فاسدہ فاسدہ نانیاں ان کو کہتے ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا واسطہ اور علاقہ آجائے (مثلاً ماں کے باپ کی ماں یا ماں کے دادا کی ماں، فاسدہ نانیوں کا کوئی حصہ شریعت میں مقرر نہیں اور یہ ذوی الفروض نہیں بلکہ ذوی الارحام ہیں۔ اس لئے یہاں ان کا بیان نہیں ہوتا۔ ذوی الارحام کے دوسرے درجہ میں ان کا حال بیان ہوگا۔

صحیحہ نانیاں وہ ہیں جن کے رشتہ میں مرد کا علاقہ درمیان میں نہ ہو (مثلاً ماں کی ماں، نانی کی ماں، ان کو جدہ صحیحہ کہتے ہیں اور یہی نانیاں ذوی الفروض میں داخل ہیں کسی شخص کی چار پشت تک اگر خیال کریں تو صرف چار نانیاں صحیحہ نکلتی ہیں یعنی ہر شخص کی چار پشت تک جو پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں ان میں سے گیارہ فاسد ہیں اور چار نانیاں صحیحہ یہی چاروں ذوی الفروض ہیں۔ جن کی میراث کا یہاں ذکر ہو رہا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔

پشت اول	ماں کی ماں (نانی)
پشت دوم	نانی کی ماں (یعنی والدہ کی نانی)
پشت سوم	نانی کی نانی (یعنی والدہ کی پرنانی)
پشت چہارم	نانی کی پرنانی (یعنی والدہ کی سکڑ نانی)

ان نانیوں کو ہم نے نقشہ نمبر ۲ میں لکھ دیا ہے۔

ہر ایک پشت میں صرف ایک ہی نانی صحیحہ نکلتی ہے۔ خواہ کتنی ہی دور تک سلسلہ چلا جائے۔

قاعدہ دوم۔ اگر قریب درجہ کی نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو میراث میں سے کچھ نہ ملے گا۔ مثلاً اول پشت کی نانی موجود ہے تو دوسری اور تیسری اور چوتھی پشت کی نانیاں بالکل محروم رہیں گی۔ اور اگر پہلی پشت کی نانی مرگئی ہو تو دوسری پشت کی نانی جو زندہ ہے وہ حصہ پائے گی لیکن تیسرے اور چوتھے درجہ والی نانیاں اگر زندہ ہوں تو محروم رہیں گی۔ کیونکہ ان سے قریب پیڑھی والی زندہ اور موجود ہے علیٰ ہٰذا القیاس اگر بالفرض والتقدیر کسی کی تمام پشتوں تک نانیاں مرگئی ہوں مگر دسویں پشت کی نانی موجود ہو وہی وارث ہوجائے گی لیکن جب اس سے کوئی قریب درجہ والی موجود ہوگی تو نیچے کے درجہ والی یعنی دور کی پیڑھی والی کو کچھ نہ ملےگا جب یہ دو قاعدے ذہن میں جم گئے کہ صحیح نانی کو حصہ مقررہ ملتا ہے اور قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ کی نانیاں محروم رہتی ہیں تو اب ان کے مقررشدہ حصّے دیکھو۔

(۱) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اور بلاشرکت غیرے نانی اس چھٹے حصّے کی مالک ہوتی ہے بجبکہ کوئی دادی میت کی اسی پشت کی موجود نہ ہو۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیاں بھی اسی درجہ کی موجود ہیں جس پیڑھی کی نانی ہے تو چھٹا حصہ جو نانی کا حق ہے اسی میں دادی بھی شریک ہوجائے گی اور نانی و دادیاں اس حصہ کو باہم برابر تقسیم کرلیں۔ لیکن شرط یہی ہے کہ وہ دادی بالکل اسی درجہ کی ہو جس درجہ اور جس پشت کی نانی ہے۔ کیونکہ اگر دادی نیچے کے درجہ کی ہے تو وہ اس قریب درجہ والی نانی کے ساتھ شریک نہیں ہوگی بلکہ محروم رہے گی۔ کیونکہ نانیوں دادیوں میں جو قریب ہوتی ہے وہ حصّہ پاتی ہے اور جو بعید ہوتی ہے وہ محروم رہتی ہے۔

نقشہ نمبر ۲ سے تم کو یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ کون سی نانی دادیاں ایک درجہ کی ہیں اور کون سی ہیں باہم فرق ہے۔

شرح۔ ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ جب نانی کے ساتھ دادیاں بھی اسی درجہ کی ہوں تو چھٹے حصے کو باہم تقسیم کرلیں۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ چھٹے حصے میں سے آدھا نانی کو دے دیں اور آدھا دادیوں کو خواہ ایک دادی ہو یا دو چار بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس قدر[1] ایک نانی کو دیا جائے اسی قدر ہر ایک دادی کو دیا جائے پس اگر کسی میت کا کل مال چھتیس روپیہ تھا تو نانی دادیوں کا حق چھٹا حصہ یعنی چھ روپے نکلے۔ اب اگر ایک نانی ہے اور اسی پشت کی دو دادیاں ہیں تو ان چھ روپے میں سے دو روپیہ نانی کو اور دو روپیہ ہر ایک دادی کو مل جائیگا۔ یہ نہ ہو گا کہ چھ میں سے تین روپے نانی کو دے دیں اور باقی تین روپے دادیاں تقسیم کرلیں۔

(۳) اگر میت کی ماں زندہ ہو تو تمام نانیاں محروم رہتی ہیں خواہ کسی پشت کی ہوں قریب ہوں یا بعید ہوں ؛

فرق۔ دادیوں کے حال میں لکھا گیا ہے کہ باپ اور دادا کی موجودگی میں دادی محروم رہتی ہے۔ نانی میں یہ بات نہیں۔ باپ دادا وغیرہ کی موجودگی میں بھی نانی حصہ پاتی ہے۔ میت کے باپ دادا کا موجود ہونا اس کو مضر نہیں۔ البتہ میت کی ماں کے موجود ہونے سے کسی نانی کا کچھ حق نہیں رہتا۔ جس طرح دادیاں محروم ہو جاتی ہیں ایسے ہی نانی محروم ہو جاتی ہے۔

(۴) اگر میت کی ایک یا کئی دادیاں قریب درجے کی موجود ہوں اور نانی ان سے

---

[1] یعنی چھٹے حصے سے

نیچے درجے کی ہو تو نانی محروم رہے گی۔ مثلاً دادی اول پیڑھی کی زندہ ہے اور نانی دوسری پیڑھی کی ہے تو چھٹا حصہ دادی کو مل جائے گا۔ نانی اس میں شریک نہ ہوگی محروم رہے گی۔ کیونکہ نانی و دادی شریک جب ہوتی ہیں کہ دونوں ایک ہی پشت کی ہوں۔

ذکر نقشہ :۔ چونکہ کئی دفعہ بار بار بتلایا گیا ہے کہ نانیاں اور دادیاں ایک درجہ کی ہوں تو چھٹے حصے میں شریک ہو جاتی ہیں اور اگر اوپر نیچے کے درجہ کی ہوں تو نیچے والی محروم رہتی ہیں۔ لہذا ہم چار پشت تک صحیح دادیوں اور صحیح نانیوں کا نقشہ لکھتے ہیں۔ فاسدہ کو یہاں نہیں لکھا کیونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں۔ چونکہ یہ کتاب بہ لحاظ ضرورت عام لوگوں کے لئے لکھی گئی ہے اور چار پشت سے زیادہ نانی و دادی کسی میت کی عموماً زندہ نہیں رہتی بلکہ اس زمانہ میں تو دو تین پشت کے وارث بھی شاذ و نادر موجود ہوتے ہیں۔ لہذا چار پشت سے زیادہ سلسلہ بڑھا کر ذہن مسلمین کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

مکرر لکھا جاتا ہے کہ چار پشت تک ہر شخص کی پندرہ دادیاں اور پندرہ نانیاں ہو سکتی ہیں۔ اب ان میں سے پانچ دادیاں اور گیارہ نانیاں تو فاسد ہیں اور باقی جو دس دادیاں اور چار نانیاں صحیح رہیں ان کو نقشہ میں بہ ترتیب لکھا جاتا ہے۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دادیوں میں کون سی قریب درجہ یعنی نزدیک پشت کی ہے اور کون سی نیچے درجے اور بعید پشت کی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نانیوں میں کون سی قریب ہے اور کون سی بعید۔ اور نقشہ کا نمبر اور ترتیب دیکھنے سے باآسانی سمجھ میں آجائے گا کہ کون سی نانی و دادی ایک درجہ اور ایک پشت کی ہیں جو باہم چھٹے حصے میں شریک ہوتی ہیں اور کون سی مختلف

ہے یعنی اوپر نیچے ہیں کہ اوپر والی مستحق اور نیچے والی محروم ہوتی ہے۔

صحیحہ دادیوں کی چونکہ تعداد زیادہ ہے اور بعض دفعہ فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا کئی کئی طرح سے ایک ایک رشتہ کو بتلادیا گیا ہے اور اس کے بعد عربی میں بھی رشتہ لکھ دیا گیا ہے تاکہ عالمان عربی صحیح و غلط میں تمیز کر لیں صحیحہ اور فاسدہ کے فرق کی وجہ سے دادیوں اور نانیوں کے حال کا سمجھنا سمجھانا بہت مشکل ہے۔ احقر نے حتی الوسع اس ذکر کو عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے اس لئے یہ بیان اس قدر طویل ہوگیا کہ کسی ذوی الفروض کا حال اتنا دراز نہیں پس امید ہے کہ ناظرین ہمارے اس طول فضول اور تکرار عبارت کو معاف فرمائیں گے۔

اگرچہ حد سے زیادہ طول ہوگیا ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ اس ذکر کو چھوڑ دیں لیکن کتاب کے کامل کرنے کے لئے مختصراً یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی نانی یا دادی ایسی ہو کہ وہ میت سے دہرا رشتہ اور قرابت رکھتی ہو اور اسی درجہ اور اسی پشت کی کوئی نانی دادی صرف اکہرا رشتہ رکھتی ہو تو چھٹا حصہ ان دونوں میں برابر تقسیم ہوجاوے گا یہ نہیں کہ دوہرے رشتہ والی کو حصہ بھی دوہرا ملے[1]:

مثال - ہندہ ایک عورت ہے۔ جو زید کی ماں کی نانی بھی ہے اور زید کے باپ کی دادی بھی وہی ہندہ ہے۔ اس طرح ہندہ کو زید کے ساتھ دہرا رشتہ اور قرابت حاصل ہے اور ایک دوسری عورت صالحہ ہے جو صرف زید کے باپ کی نانی ہے اور اس کو زید سے بس یہی ایک علاقہ ہے۔ اب اگر زید کا انتقال ہو تو اس کے مال میں سے چھٹا حصہ ہندہ اور صالحہ پر برابر تقسیم ہوجائے گا۔ کیونکہ

[1] دیکھئے اس جگہ ہندہ کو زید سے دو طرح سے علاقہ ہے اور صالحہ کو (باقی صفحہ ۱۶۴ پر)

زید کی یہ دونوں نانی اور دادی ایک درجہ کی ہیں۔ یہ نہیں ہوگا کہ ہندہ اپنی دوہری قرابت کا لحاظ کرکے دو چند حصہ طلب کرے۔ غرض دادی اور نانی میں دو طرف کی رشتہ داری اور قرابت سے کچھ حصّہ نہیں بڑھتا۔ کیونکہ وہ ہر طرح سے جدہ ہی رہتی ہے کوئی نئی قرابت اور جدید علاقہ پیدا نہیں ہوتا۔ بخلاف دوسرے مواقع کے کہ وہاں دو طرف کی قرابت سے حصہ بھی دو طرح سے ملتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی عورت کا شوہر بھی ہے اور چچازاد بھائی بھی تو شوہر ہونے کی وجہ سے اپنا حصّہ مقررہ بھی لے گا کیونکہ ذوی الفروض ہے اور اگر کوئی عصبہ اس سے مقدم موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ مال بھی یہی شوہر لے گا۔ کیونکہ چچا زاد بھائی عصبہ ہے۔

الحمد للہ کہ بارھویں فصل میں جدہ کا مفصل ذکر ختم ہوکر بارہ ذوی الفروض کا حال کامل ہوگیا اور یہ باب اختتام کو پہنچا ؛

بقیہ صفحہ ۱۶۳۔ صرف ایک طرف سے لیکن زید کی میراث کے چھٹے حصے میں دونوں شریک رہیں گی کسی کو کم زیادہ نہ ملے گا ۱۲ لے یعنی دادی و نانی

زید
زید کا باپ — زید کی ماں
زید کی دادی یعنی والد کی ماں — زید کا دادا — زید کی نانی
زید کے والد کی نانی — زید کے باپ کی دادی — زید کی ماں کی نانی
صالحہ — ہندہ

نقشہ نمبر ۲ متعلقہ فصل ۲ باب چہارم مشتمل بر چہاردہ عدد جدات صحیحہ ذوی الفروض (دادیاں و نانیاں چار) تا چہار پشت

نمبر درجہ و پشت	دادیاں صحیحہ				نانیاں صحیحہ
درجہ پشت اول	باپ کی ماں یعنی دادی (ام الاب)	پہلی پشت میں صرف ایک دادی صحیحہ ہو سکتی ہے			ماں کی ماں یعنی نانی (ام الام)
درجہ دوم پشت دوم	دادا کی ماں یعنی پڑدادی (ام اب الاب)	دادی کی ماں یعنی باپ کی نانی (ام ام الاب)	اس پشت میں دو ہو سکتی ہیں		نانی کی ماں یعنی پڑنانی یعنی ماں کی نانی (ام ام الام)
درجہ سوم پشت سوم	پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی دادی یعنی سکڑدادی (ام اب اب الاب) علہ	پڑدادی کی ماں یعنی دادا کی نانی (ام ام اب الاب)	باپ کی نانی کی ماں یعنی دادی کی نانی یعنی باپ کی ماں کی نانی (ام ام ام الاب)	اس پشت میں تین دادیاں صحیحہ ہیں	پڑنانی کی ماں یعنی ماں کی نانی کی ماں یعنی نانی کی نانی (ام ام ام الام)
درجہ چہارم پشت چہارم	دادا کی دادی یعنی باپ کے پڑدادا کی ماں یعنی سکڑدادی کی ماں (ام اب اب اب الاب) عہ	پڑدادا کی نانی یعنی سکڑدادی کی ماں یعنی باپ کی پڑدادی کی (ام ام ام اب الاب) عہ	پڑدادی کی نانی کی ماں یعنی دادا کی نانی کی ماں یعنی دادا کی ماں کی ماں (ام ام ام اب الاب) عہ	دادی کی نانی کی ماں یعنی باپ کی نانی کی نانی یعنی دادی کی ماں کی نانی (ام ام ام ام الاب)	پڑنانی کی نانی یعنی ماں کی نانی کی نانی ام ام ام ام الام

(نانی صحیحہ ایک پشت میں صرف ایک ہی ہو سکتی ہے لہذا چار پشت میں چار ہی نانیاں صحیحہ نکلیں

عہ دادا کی دادی کی ماں ۱۲ عہ دادا کی دادی کی ماں ۱۲ عہ دادا کی پڑنانی یعنی باپ کی دادی کی نانی ۱۲

علہ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے۔

ذوی الفروض کے بیان کا ضمیمہ مفید سوال وجواب

اگر آپ ذوی الفروض کے حالات اور حصے محفوظ کرنا اور مسئلہ بتلانے کی مشق کرنا چاہتے ہیں۔ تو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں کتاب دے دیجیئے وہ کتاب میں دیکھ کر آپ سے سوال کرے اور آپ غور کر کے جواب دیں۔ اگر وہ کہے کہ جواب کتاب کے مطابق نہیں۔ تو آپ دوبارہ اور سہ بارہ غور کریں۔ بدرجہ مجبوری کتاب میں لکھا ہوا جواب سن لیجیئے۔ اسی طرح دو چار مرتبہ سوال اول سے آخر تک جوابات دینے سے ذوی الفروض کے حالات یاد ہو جائیں گے۔

سوال۔ ایک شخص نے تین بیٹیاں۔ ایک والد ایک دادی وارث چھوڑے۔ ان کے حصے بتلاؤ۔

جواب:۔ دو ثلث تین بیٹیوں کو ملے گا وہ اس کو باہم تقسیم کر لیں گی اور چھٹا حصہ بوجہ ذوی الفروض ہونے کے باپ کو ملے گا۔ اور پھر باقیماندہ چھٹا حصہ بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کو ملے گا اور دادی محروم رہے گی (دیکھو حجب حرمان اور حجب حرمان کی بحث میں باپ اور دادی کا حال)

سوال:۔ میت نے باپ اور دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب:۔ چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو یعنی دو دو ہر ایک بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

سوال:۔ والدہ، نانی، دادا، زوجہ وارث ہیں مال کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ چوتھا حصہ زوجہ کو، ایک ثلث والدہ کو اور باقی دادا کو ملے گا۔ نانی بوجہ موجودگی والدہ کے محروم رہے گی۔ اس مسئلہ میں بارہ سہام بنا کر تقسیم کرنا ہوگا۔

سوال۔ اگر باپ دادا زوجہ دو پوتیاں وارث ہوں تو کس کس کو کس قدر حصہ ملے گا۔

جواب۔ چوبیس سہام کئے جائیں گے اور آٹھواں حصہ زوجہ کو دو ثلث پوتیوں کو چھٹا حصہ باپ کو بوجہ ذوی الفروض ہونے کے اور باقی بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کو دیا جائے گا دادا صاحب محروم۔

سوال۔ ایک عورت کا شوہر اور نانی اور ایک بھائی اخیافی اور ایک علاتی بھائی موجود ہیں کس طرح مال تقسیم ہوگا۔

جواب۔ نصف حصہ شوہر کو اور چھٹا حصہ اخیافی بھائی کو اور چھٹا نانی کو اور باقی ماندہ علاتی بھائی کو۔

مسئلہ ۶

شوہر	اخیافی بھائی	نانی	علاتی بھائی
۳	۱	۱	۱

سوال۔ دو ہمشیرہ حقیقی ایک بیٹی دو اخیافی بھائی بہن کی میراث کا حال بتلایئے۔

جواب۔ بیٹی کو نصف۔ اخیافی بھائی بہن کو ثلث باقی ہمشیرہ کو ملے گا (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

سوال۔ ایک عورت ان وارثوں کو چھوڑ کر مری۔ تین بیٹے دو پوتیاں۔ ایک والدہ ایک شوہر دو بھائی، تقسیم ترکہ کا حساب بتلایئے۔

جواب۔ چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا والدہ کو۔ باقی سب بیٹوں کو ملے گا بھائی محروم ہیں۔

سوال۔ بتلایئے ان وارثوں کو کس طرح حصہ ملے گا۔ چار ہمشیرہ باپ شوہر دو اخیافی بھائی۔

جواب۔ نصف شوہر کو نصف باپ کو ملے گا۔ ہمشیرگان حقیقی اور اخیافی بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہیں گے۔

سوال۔ اگر کسی کے دو پوتیاں ایک والدہ ایک زوجہ ایک سکڑ پوتا رہے۔ تو مال کس طرح تقسیم ہو۔

جواب۔ زوجہ کو آٹھواں۔ والدہ کو چھٹا۔ باقی پوتیاں اور سکڑ پوتا باہم تقسیم کرلیں۔ مرد کو دوہرا۔ عورت کو اکہرا اس لئے کہ پوتیاں اپنے سے نیچے پڑپوتے وغیرہ کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

سوال۔ ایک شخص نے ایک حقیقی ہمشیرہ ایک والدہ ایک والد ایک زوجہ دو علاتی بھائی بہن اور ایک چچا وارث چھوڑا۔ ان کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی۔

جواب۔ زوجہ کو چہارم۔ والدہ کو چھٹا۔ حقیقی ہمشیرہ کو نصف۔ علاتی بھائی بہن عصبہ ہونے کی وجہ سے باقی ماندہ کے مالک چچا بوجہ بعید ہوتے کے محروم رہیں گے۔

سوال۔ ایک شخص نے اپنے والدین اور ایک اخیافی ایک علاتی بھائی چھوڑا۔

جواب۔ والدہ کو چھٹا اور باقی سب باپ کو۔ دونوں قسم کے بھائی بوجہ موجودگی باپ کے محروم رہے لیکن ماں کا حصہ پھر بھی ان بھائیوں نے بجائے تہائی کے چھٹا کر دیا۔

سوال صرف والدین اور اخیافی بھائی بہن اور شوہر موجود ہیں تو کس طرح تقسیم ہو۔

جواب۔ شوہر کو کل مال کا نصف اور والدہ کو چھٹا حصہ اور باقی باپ کو دیں اور اخیافی بھائی بہن محروم اس صورت میں چھ سہام بناکر تقسیم کریں گے۔

سوال۔ ایک بیٹی دو علاتی بہنیں ایک سکڑ پوتی رہی تو کیا صورت تقسیم کی ہوگی۔

جواب۔ بیٹی کو نصف سکڑ پوتی کو چھٹا۔ باقی ماندہ علاتیوں کو۔

سوال[۱۴] ۔ تین بیٹیاں۔ ایک زوجہ ایک پوتا چھوڑا تو کس طرح تقسیم ہو۔

جواب: دو ثلث بیٹیوں کو آٹھواں زوجہ کو باقی پوتے کو۔ بیٹیاں پوتے کے ساتھ عصبہ نہیں ہوتیں۔

سوال[۱۵]۔ دو پوتیاں ایک باپ ایک نانی ایک چچا رہا تو کس طرح تقسیم کریں۔

جواب۔ دو ثلث پوتیوں کو چھٹا نانی کو باقی باپ کو چچا محروم (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

سوال[۱۶]۔ ایک پوتی ایک شوہر ایک والدہ دو پڑپوتوں پر کس طرح تقسیم کریں۔

جواب۔ شوہر کو چوتھا والدہ کو چھٹا۔ باقی پڑپوتوں و پوتی کو حسب قاعدہ دے دو (تفصیل ضمیمہ میں)

سوال۔ ایک ہمشیرہ ایک دادی ایک علاتی بھائی کے حصے بتلاؤ۔

جواب۔ ہمشیرہ نصف کی مستحق ہے۔ دادی چھٹے کی باقی علاتی بھائی کا حق ہے۔

سوال۔ ایک پڑپوتی تین ہمشیرہ ایک والدہ رہی تو کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ پڑپوتی کو نصف والدہ کو چھٹا باقی ہمشیرہ کو ملے گا۔

سوال[۱۹]۔ دو زوجہ ایک حقیقی ہمشیرہ دو علاتی ہمشیرہ ایک بھتیجا رہا تو کیا صورت ہوگی۔

جواب۔ زوجہ کو چوتھا حقیقی ہمشیرہ کو نصف۔ علاتی ہمشیروں کو چھٹا باقی بھتیجے کو۔

سوال[۲۰]۔ بیٹی پوتی اور اخیافی بھائی بہن اور علاتی بھائی بہن چھوڑے۔

جواب۔ نصف بیٹی کو۔ چھٹا پوتی کو باقی علاتی بہن بھائی کو حسب قاعدہ۔ اخیافی دونوں محروم۔

سوال[۲۱]۔ ایک شوہر ایک اخیافی بہن ایک والدہ دو حقیقی بھائیوں کا حال کہو۔

جواب۔ نصف شوہر کو چھٹا اخیافی بہن کو چھٹا والدہ کو باقی بھائیوں کو۔

سوال[۲۲]۔ زوجہ دادی دو علاتی بہنیں موجود ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہو۔

جواب - زوجہ کو ربع، دادی کو چھٹا۔ علاتی بہنوں کو دو ثلث ملے گا اور اس صورت میں عول ہوگا۔

سوال۲۳۔ شوہر۔ بیٹی۔ دادی۔ نانی بھتیجے کا پوتا وارث ہوں گے تو کیسے تقسیم ہوگا۔

جواب۔ چوتھا حصہ شوہر کو نصف بیٹی کو چھٹا حصہ باہم نانی و دادی تقسیم کرلیں باقی یعنی بارھواں حصہ بھتیجے کے پوتے کو دیا جائے۔

سوال۲۴۔ ایک شخص کے پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی دادی اور پڑنانی کی ماں زندہ ہے اور چار بیٹیاں موجود ہیں تو ان میں اس شخص کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا۔

جواب۔ چھٹا ان دونوں دادیوں اور نانیوں کو دیا جائے۔ وہ دونوں اس میں شریک ہوں گی۔ کیونکہ دونوں ایک پشت کی ہیں اور دونوں بیٹیوں کو دو ثلث دیا جائے پھر جو کچھ باقی رہے وہ بھی انہیں سب وارثوں کو حصہ رسد تقسیم کردیا جائے۔

سوال۲۵۔ دادا کی ماں یعنی پڑدادی اور نانی کی ماں یعنی پڑنانی اور پڑدادا کی ماں یعنی دادا کی نانی اور شوہر اور ایک بیٹی چھوڑے اور ایک چچا تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ ربع شوہر کو۔ نصف بیٹی کو۔ چھٹا دادیوں کو باقی چچا کو ملے گا۔ پڑدادی کی ماں چونکہ تیسری پشت میں ہے۔ لہٰذا پہلی دو کے سامنے محروم رہے گی۔ کیونکہ دونوں دوسری پشت کے ہیں۔

(ملاحظہ کریں نقشہ نمبر ۲، واللہ اعلم بالصواب۔

پانچواں باب عصبات کا بیان

ذوی الفروض کا بیان بہت طویل ہو جانے کی وجہ سے ممکن ہے کہ آپ کو خیال نہ رہا ہو کہ عصبہ کس کو کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ باب چہارم کے مقدمہ کو پھر ملاحظہ کر لیں جس سے عصبہ کی پوری تعریف معلوم ہونے کے ساتھ یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ یہ دوم درجہ کے وارث ہیں اور ذوی الفروض کے بعد ان کا درجہ ہے اور جب تک ذوی الفروض کے حصے پورے نہ دیئے جائیں عصبات کو کچھ نہیں مل سکتا۔ بلکہ ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہ جائے۔ یا ذوی الفروض سے کوئی زندہ ہی نہ ہو تو عصبات وارث ہوتے ہیں۔ جب تک عصبات پائے جاتے ہیں۔ ذوی الارحام کو حق نہیں پہنچتا۔ ذوی الفروض کے بیان میں آپ نے پڑھا ہوگا (۱) جب میت کی بیٹی موجود ہوتی ہے تو اس کی حقیقی بہنیں اور باپ کی شریک (جن کو علاتی کہتے ہیں) عصبہ ہو جاتی ہیں، مگر میت کی بیٹی ذوی الفروض ہی رہتی ہے۔ اس صورت میں جو کچھ ذوی الفروض سے باقی رہے وہ ان ہمشیروں کو ملتا ہے (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل نہم و دہم) اس صورت میں بہنوں کو عصبہ مع الغیر کہتے ہیں۔

(۲) جب میت کی بیٹیوں کے ساتھ بیٹے اور پوتیوں کے ساتھ پوتے وغیرہ موجود ہوں تو یہ عورتیں بھی مردوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں (ملاحظہ ہو فصل ۷و۱۰ باب چہارم) مذکورہ بالا تین قسم کی عورتوں کے عصبہ ہونے کا حال چونکہ ان کے حالات

ہیں ذوی الفروض کے باب میں مفصل گذر چکا ہے۔ لہذا اب ان کا مستقل ذکر نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ عصبات بیان کئے جائیں گے جو خود مرد ہوں اور بلا احتیاج علاقے کسی عورت کے میت سے رشتہ اور قرابت رکھتے ہوں۔ جن کو عصبہ بنفسہٖ کہتے ہیں اور فی الحقیقت عصبۂ کامل یہی ہیں۔ البتہ ان مردوں کے ذکر میں حسب موقع عورتوں کا حال بھی یاد دلایا جائے گا۔

پس بگوش ہوش سننا چاہیئے کہ عصبوں کے چار درجے ہیں۔ جب اول درجہ کے عصبات موجود ہوتے ہیں تو دوم درجہ کے عصبوں کو کچھ حق نہیں پہنچتا[1]۔ علیٰ ہذا القیاس درجہ دوم کی موجودگی میں درجہ سوم و چہارم محروم رہیں گے اور سوم کے سامنے صرف چہارم درجہ والے بے حق ہو جائینگے۔ عصبات کے چار درجے ملاحظہ ہوں۔

درجہ اول میت کا جز یعنی اس کی نسل جیسے بیٹا، پوتا، پڑپوتا، سکڑپوتا وغیرہ جب تک ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا درجہ دوم کو کچھ حق نہ پہنچیگا۔ درجہ دوم میت کا اصل یعنی باپ، دادا، پڑدادا وغیرہ ان کی موجودگی میں درجہ سوم و چہارم کے عصبات محروم ہوں گے۔ درجہ سوم۔ باپ کا جز یعنی بھائی بھتیجا بھتیجے کا بیٹا یعنی بھائی کا پوتا۔ بھتیجے کا پوتا ان لوگوں کے سامنے درجہ چہارم کے عصبے بالکل محروم رہتے ہیں۔

درجہ چہارم دادا کے جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد جیسے چچا کے چچا کا بیٹا۔ چچا کا پوتا۔ چچا کا پڑپوتا۔

یہ سب سے آخری درجہ ہے۔ اگر پہلے کے تین درجے کے عصبوں میں سے کوئی بھی موجود ہوگا تو ان کو کچھ نہ ملے گا۔

یہ تو آپ خوب سمجھ گئے کہ جب تک اوپر کے درجوں میں سے کوئی وارث

---

[1] یعنی عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ملتا ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے کچھ مل جانے تو اس سے بحث نہیں ۱۲

زندہ ہوتا ہے تو نیچے کے درجوں کے عصبوں کو کچھ نہیں ملتا۔ اب یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ پھر ہر ایک درجے کے وارثوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی حق دار ہوگا۔ جو لوگ بہ نسبت اس کے بعید ہوں گے وہ محروم رہ جائیں گے۔ اگرچہ وہ بھی اول ہی درجہ کے ہوں۔ مثلاً ایک شخص کے بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی۔ تو بیٹا چونکہ سب سے قریب ہے۔ سب مال وہی لے لے گا پوتے پڑپوتے محروم رہ جائیں گے۔ باوجودیکہ پوتے پڑپوتے اور بیٹا سب اول ہی درجہ کے عصبے ہیں لیکن بیٹے کا نمبر سب سے اول اور بہت قریب ہے۔ البتہ اگر چند وارث بالکل برابر کے نمبر کے ہوں تو وہ باہم تقسیم کرلیں گے۔ مثلاً میت کے چار بیٹے ہوں تو وہی تقسیم کرلیں گے یا صرف چار پوتے ہوں تو وہی برابر تقسیم کرلیں۔ پھر درجہ دوم میں بھی یہی حال ہے کہ جب قریب نمبر والا عصبہ موجود ہوگا تو بعید کو میراث نہ ملے گی۔ مثلاً دادا موجود ہے تو پڑدادا محروم یہی حال درجہ سوم میں ہے اور یہی چہارم میں ہے۔ یہ مضمون نقشہ نمبر ۱۲ سے بخوبی آپ کے خیال میں آجائیگا۔ نیز ہم ہر ایک درجہ کے عصبوں کو علیحدہ علیحدہ نمبروار مفصل بیان کرتے ہیں۔

فصل اول۔ درجہ اول کے عصبات (بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ سکڑپوتا)

عصبہ۔ درجہ اول۔ نمبر اول بیٹا۔

(۱) یہ سب سے مقدم اور سب سے بڑا عصبہ ہے۔ یہ ہرگز کسی وجہ سے محروم نہیں ہوسکتا۔ اس کی موجودگی میں عصبہ ہونے کی وجہ سے کسی وارث کو کچھ حصہ بالکل نہیں مل سکتا۔ البتہ میت کی بیٹیاں بیٹے کے ساتھ عصبہ بالغیر ہوکر حصہ لیتی ہیں۔ لیکن بیٹے کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ اس لیے ذوی الفروض میں داخل نہیں اور ہر جگہ

بیٹوں کو برابر حصہ ملے گا۔ خواہ ایک زوجہ سے ہوں یا دو تین زوجہ سے۔ مثلاً میت کے پانچ بیٹے ایک زوجہ سے ہیں اور دوسری زوجہ سے صرف ایک بیٹا ہے۔ تو کل ترکہ کے چھ حصہ کرکے ایک ایک حصہ سب کو مل جائے گا۔ یہ نہیں کہ جس قدر ایک زوجہ کے پانچ بیٹوں کو ملا ہے اسی قدر زوجہ کے تنہا ایک بیٹے کو پہنچے۔

بعض دفعہ ترکہ اس طرح تقسیم ہوتا ہے کہ ناواقف سمجھ جاتا ہے کہ ایک زوجہ کی اولاد کو دوسری زوجہ کی اولاد کے برابر حصہ ملا ہے۔ دوسری کی اولاد کم ہو یا زیادہ ایسی صورت وہاں پیش آتی ہے۔ جہاں ہر دو زوجہ کا مہر ادا نہ کیا گیا ہو[1] اور باپ کی تمام جائداد وغیرہ اولاد نے اپنی ماں کے مہر میں حاصل کر لی ہو۔ مثلاً زید مرا اس نے راشدہ اور زاہدہ دو زوجہ چھوڑیں۔ جن کا مہر ادا نہیں کیا تھا اور سات بیٹے چھوڑے۔ پانچ راشدہ کے پیٹ سے اور دو زاہدہ کے بطن سے۔ اس کے بعد زاہدہ اور راشدہ یکے بعد دیگرے مر گئیں۔ اب جو کچھ زید کا ترکہ ہوگا وہ نصف راشدہ کے پانچ بیٹوں پر تقسیم ہوگا اور نصف زاہدہ کے دو بیٹوں کو مل جائے گا جس کی صورت یہ ہے

۲۰ سہام						
از بطن راشدہ					از زاہدہ	
بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۲	۲	۲	۲	۲	۵	۵

ناواقف سمجھتا ہے کہ باپ کے ترکہ میں سے دس سہام ایک زوجہ کی اولاد کو پہنچے اور دس دوسری کی۔ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں۔ بلکہ زید کی جائداد اس کے بیٹوں تک نہیں پہنچی۔ کیونکہ دین مہر اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ اس کے ادا کرنے کے بعد کچھ باقی نہ رہا۔ جو کچھ مال و جائداد تھی وہ آدھی ایک زوجہ کو مہر میں مل گئی اور آدھی

[1] اور مہر دونوں کا برابر ہو ۱۲

دوسری کو۔ اس لئے کہ مہر دونوں کا برابر تھا۔ اب ہر زوجہ کے انتقال پر ان کی اولاد اپنی اپنی والدہ کی جائداد پر متصرف و قابض ہوگئی۔ یہ اولاد اپنے باپ کی میراث نہیں پا رہی بلکہ اپنی والدہ کا مہر وصول کر رہے ہیں۔ کیونکہ جب والدہ مرگئی تو اولاد اس کے مہر کی وارث ہوگئی۔ اور اس کا مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہوگیا جس زوجہ کی اولاد زیادہ تھی اس کی اولاد نے جب مہر میں حاصل کی ہوئی جائداد باہم تقسیم کی تو ہر ایک کو تھوڑا حصہ پہنچا۔ اور جس کی اولاد کم تھی، ان کو ماں کے مہر میں سے زیادہ حصہ ملا۔ البتہ اگر مہر ادا ہونے کے بعد کچھ مال باقی رہے تو وہ میت کی تمام اولاد پر بقاعدہ میراث برابر تقسیم ہوگا:

عصبہ درجہ اوّل نمبر ۲۔ پوتا

(۱) جب میت کے بیٹا نہ ہو تو ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ پوتے کو ملے گا۔ اور اگر کئی پوتے ہوں تو اس مال میں سب برابر کے شریک ہوجائیں گے (اگر ذوی الفروض کوئی موجود نہ ہو تو کل ترکہ پوتوں کو مل جائے گا)

(۲) اگر میت کے ایک یا زیادہ پوتیاں بھی موجود ہوں تو پوتے کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی اور عصبہ بالغیر کہلائیں گی۔ جس قدر ہر پوتے کو ملے گا۔ اس سے آدھا ایک پوتی حصہ پائے گی۔

(۳) جب بیٹا نہ ہو تو پوتے کا حال بیٹے کی مانند ہے لیکن دو باتوں میں فرق ہے۔

فرق اوّل۔ میت کے بیٹے کی موجودگی میں بیٹیاں ذوی الفروض نہیں رہتیں۔ عصبہ ہوجاتی ہیں اور جس قدر ایک بیٹے کو ملتا ہے اس سے آدھا بیٹی کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ باب چہارم کی فصل ، میں اور بیٹے کے حال میں نمبر ۳ میں یہ بات گذر چکی ہے

لیکن پوتے کے سامنے میت کی بیٹیاں عصبہ نہیں ہوتیں بلکہ ذوی الفروض ہی رہتی ہیں۔ یعنی اگر ایک بیٹی ہو تو نصف ملتا ہے اور ایک سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملتا ہے وہی اب بھی ملتا رہے گا۔

بیٹی	پوتا	پوتا		بیٹا	بیٹی	پوتا	پوتا
۲	۱	۱		۲	۲	۱	۱

(۴ / ۶)

فرق۔ بیٹے کی موجودگی میں پوتیاں محروم رہتی ہیں۔ اسی طرح پوتے کے سامنے محروم رہتی ہیں۔

(۵) جب میت کے بیٹا موجود ہو تو پوتے بالکل محروم رہ جاتے ہیں۔ خواہ وہ پوتے اسی زندہ بیٹے کی اولاد ہوں جس نے باپ کی میراث لی ہے یا کسی دوسرے بیٹے کی اولاد ہوں جو مرگیا ہے۔

تنبیہ:۔ میت کے بیٹے کے موجود ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ بیٹا وارث بھی ہو اور جو بیٹا کسی وجہ سے محروم الارث ہوگیا اس کا اعتبار ہی نہیں۔ پس اگر عبدالرحمٰن کا کافر بیٹا موجود ہے اور پوتا مسلمان ہے تو پوتے کو حق ملے گا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر زید کے بیٹے نے باپ کو مار ڈالا تو بیٹا بوجہ قاتل ہونے کے محروم رہے گا لیکن پوتا میراث پائے گا۔ کیونکہ کافر اور قاتل کے بیٹے کے موجود ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ جب وہ وارث نہ رہا تو شرعاً گویا موجود ہی نہیں اس بات کو ہم نے مفصل تیسرے باب کی تیسری[1] فصل میں ذکر کیا ہے۔ بطور یاد دہانی کے یہاں پر ذکر کردیا۔ اس کا ہر جگہ خیال رکھنا چاہیئے کہ چار امور مندرجہ فصل اول باب سوم

---

[1] اور بعض جگہ حاشیہ وغیرہ ۱۲

کی وجہ سے جو وارث محروم ہوتے ہیں وہ گویا موجود ہی نہیں ؛

عصبہ درجہ اوّل نمبر ۳ پڑپوتا۔

(۱) جب میّت کے بیٹا اور پوتا کوئی نہ ہو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ مال باقی رہے گا وہ سب پڑپوتے کو مل جائیگا۔ اور اگر بہت سے پڑپوتے ہوں گے تو وہ سب اس مال میں شریک ہوجائیں گے۔

(۲) اگر میت کی ایک یا زیادہ پوتیاں ہوں تو وہ پڑپوتے کے ساتھ مل کر عصبہ ہوجاتی تھی اور جس طرح وہاں مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جاتا تھا۔ یہاں بھی دیا جائے گا (یہ بات پوتیوں کے حال میں گذر چکی ہے) (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

(۳) اگر میت کی پڑپوتیاں بھی موجود ہوں تو پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہوجائیں گی۔ اور وہی للذکر مثل حظ الانثیین یعنی مرد کو عورت سے دوچند حصہ ملے گا۔

(۴) اگر میت کی پوتیاں بھی ہوں اور پڑپوتیاں بھی تو یہ سب پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہوجائیں گی اور (ذوی الفروض سے باقیماندہ مال) دو حصہ مردوں کو ایک حصہ عورتوں کو ملے گا (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

مسئلہ ۴						مسئلہ ۵		
پڑپوتا	پوتی	پوتی	پڑپوتا	پڑپوتی	پڑپوتی	پڑپوتا	پوتی	پڑپوتی
۲	۱	۱	۲	۱	۱	۲	۱	۱

فرق۔ قاعدہ نمبر ۲ و ۴ سے معلوم ہوگیا کہ پڑپوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہوجاتی ہیں اور بہ نسبت مرد کے آدھا حصہ پاتی ہیں پس پوتے اور پڑپوتے میں بھی فرق ہے کہ پوتے کے سامنے پڑپوتیاں محروم ہوجاتی ہیں اور پڑپوتے کے سامنے محروم نہیں ہوتیں (۲۵ و ۲۶ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

(۵) پڑپوتے کی موجودگی میں سکڑپوتے اور سکڑپوتیاں محروم رہتی ہیں۔
(۶) جب میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہوتا ہے تو پڑپوتا بالکل محروم رہ جاتا ہے ۔

عصبہ درجہ اوّل نمبر ۴ سکڑپوتا

پوتے کے پوتے کو سکڑپوتا کہتے ہیں۔ یہ بھی درجہ اول کے عصبات میں داخل ہے لیکن چونکہ چوتھے نمبر پر ہے۔ لہذا جب میت کے بیٹا۔ پوتا پڑپوتا کوئی نہیں ہوتا تب اس کو میراث پہنچتی ہے اور ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ اس کو ملتا ہے۔ اور اگر میت کا بیٹا۔ پوتا، پڑپوتا کوئی بھی موجود ہو تو یہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ وہ اس سے قریب ہیں۔ باقی حال اس کے بالکل پڑپوتے کی مانند ہیں۔

فرق صرف یہ ہے کہ پڑپوتے کے سامنے سکڑپوتیاں محروم رہتی ہیں اور سکڑپوتے کی وجہ سے محروم نہیں ہوتیں بلکہ اس کے ساتھ مل کر سکڑپوتیاں بھی عصبہ ہوجاتی ہیں بشرطیکہ بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا کوئی موجود نہ ہو۔ کیونکہ ان کی موجودگی میں سکڑپوتے اور سکڑپوتیاں سب محروم ہوجاتی ہیں۔

چونکہ سکڑپوتا بہت کم لوگوں کے موجود ہوتا ہے۔ لہذا اس کے حال کو ہم نے کسی قدر مختصر کرکے درجہ اوّل کے عصبات کو ختم کردیا۔ اگر سکڑپوتے کا بیٹا اور پھر اس کا بیٹا اور اسی طرح دس بیس پشت تک جتنے بیٹے پوتے نکلتے چلے جائیں سب درجہ اول ہی کے عصبات میں داخل ہوں گے اور جب ان سے مقدم کوئی موجود نہیں ہوگا۔ تو میراث کے مستحق ہوں گے۔ لیکن ہم نے حسب عادت چار پشت تک بیان کرکے چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس سے زیادہ فضول ہے کوئی ہی خوش قسمت ہوگا۔

جس کی موت کے وقت سکڑ پوتا موجود ہو۔ ورنہ آج کل تو وہ جوان موتیں ہوتی ہیں کہ بیٹا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ پوتا پڑپوتا تو بڑی چیز ہے۔

فصل ۲۔ درجہ دوم کے عصبات (باپ۔ دادا۔ پڑدادا۔ سکڑ دادا وغیرہ)

درجہ اول کے عصبات کی موجودگی میں درجہ دوم کے وارثوں کو عصبہ ہونے کی وجہ سے بالکل کچھ نہیں ملتا۔ ہاں چونکہ یہ لوگ ذوی الفروض میں بھی داخل ہیں۔ اس لئے درجہ اوّل کی موجودگی میں بھی ان کو چھٹا حصہ مل جاتا ہے (ملاحظہ ہو باب چہارم اول) اس درجہ کے عصبوں کو بھی ہم چار پشت تک چار نمبروں میں بیان کرتے ہیں۔

عصبہ درجہ دوم نمبر اول باپ

باپ کے حالات باب چہارم کی پہلی فصل میں مذکور ہو چکے ہیں۔ مگر سہولت کے لئے یہاں بھی یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ باپ کبھی محروم نہیں رہتا بلکہ (۱) اگر درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کی بیٹی پوتی۔ پڑپوتی۔ سکڑ پوتی بھی نہ ہو تو باپ کو وہ تمام ترکہ مل جاتا ہے جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے اس حالت میں باپ صرف عصبہ ہے ذوی الفروض میں سے نہیں (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل اول حالت نمبر ۳)

(۲) اگر میت کے عصبات درجہ اول میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی وغیرہ موجود ہو تو میت کے باپ کو چھٹا حصہ بھی ملے گا اور جو کچھ ذوی الفروض کے حصے دینے سے باقی رہے وہ بھی مل جائے گا۔ اس صورت میں باپ عصبہ بھی ہوا اور ذوی الفروض بھی (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل حالت نمبر ۲)

(۳) جب اول درجہ کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود ہو تو باپ عصبہ نہ

رہے گا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے اس کو کچھ نہ ملے گا بلکہ درجہ اول کے عصبات بیٹا پوتا وغیرہ اس کے حقدار ہوں گے۔ البتہ باپ محروم اس حالت میں کبھی نہیں رہ سکتا بلکہ اپنا چھٹا حصہ پائیگا اور اس وقت صرف ذوی الفروض ہو گا۔

(۴) باپ کی موجودگی میں دادا۔ پڑدادا۔ سکڑدادا وغیرہ ہر قسم کے حصے سے محروم رہتے ہیں۔ نہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے کچھ پاتے ہیں نہ عصبات ہونے کے لحاظ سے

دو باپ فی الحقیقت کسی شخص کے نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر کسی لڑکے پر دو آدمی دعویٰ کریں۔ اور دونوں کا دعویٰ حسب قاعدہ شرعاً ثابت ہو جائے تو بوجہ ناواقفیت اور لاعلمی و مجبوری کے دونوں کو باپ سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ فی الواقع ایک جھوٹا ہوتا ہے ایسی حالت میں جب بیٹا مر جائے تو جو حصہ ایک باپ کے لئے مقرر تھا وہ دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر باپ پہلے مر جائیں تو یہ بیٹا ہر ایک باپ سے پوری میراث لے گا اور یہ دونوں شخص اس کے مستقل باپ سمجھے جائیں گے:

عصبہ درجہ دوم نمبر ۲/۶ دادا[1]

جب میت کا باپ زندہ نہ ہو تو دادا اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور اسی طرح میراث پاتا ہے جس طرح باپ پاتا تھا یعنی

(۱) جب درجہ اول کے عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کی بیٹی۔ پوتی پڑپوتی۔ سکڑپوتی بھی نہ ہو تو دادا کو وہ تمام مل جاتا ہے۔ جو ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہے۔ اس حالت میں دادا صرف عصبہ ہے ذوی الفروض میں سے نہیں

---

[1] اگر صرف درجہ دوم کے عصبات کو شمار کریں تو نمبر دوم ہے اور اگر ابتدا سے عصبات کو شمار کریں تو چھٹے نمبر پر ہے اس لئے نمبر ۲/۶ ڈالے گئے اس طرح سب جگہ سمجھ لو ۱۲

(ملاحظہ ہو فصل دوم باب ۲ نمبر ۲)

(۲) اگر میت کے عصبات درجہ اوّل میں سے کوئی موجود نہ ہو لیکن بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو میت کے دادا کو چھٹا حصہ بھی ملے گا (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل دوم نمبر ۲) اس صورت میں دادا عصبہ بھی ہو اور ذوی الفروض بھی۔

(۳) اگر درجہ اوّل کے عصبات میں سے کوئی ایک (ذرا سا بچہ) بھی موجود ہو۔ تو دادا عصبہ نہ رہے گا اور عصبہ ہونے کی وجہ سے اس کو کچھ نہ ملے گا (بلکہ عصبہ درجہ اوّل بیٹا پوتا وغیرہ مستحق ہوں گے) البتہ دادا محروم پھر بھی نہ ہوگا۔ بلکہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ اس کو پہنچے گا (بشرطیکہ باپ زندہ ہو)

(۴) باپ کی موجودگی میں دادا ہر قسم کے حصے سے محروم رہے گا نہ ذوی الفروض ہونا کام آئے گا نہ عصبہ ہونے سے کچھ فائدہ ہوگا۔ اگرچہ باپ دادا دونوں درجہ دوم کے عصبات ہیں لیکن چونکہ باپ مقدم اور قریب ہے اور نمبر اوّل پر لکھا گیا ہے لہذا دادا سے مقدم ہو کر میراث حاصل کرلے گا۔

(۵) دادا کی موجودگی میں پڑدادا، سکڑدادا وغیرہ سب محروم رہیں گے۔

عصبہ درجہ دوم نمبر ۳ پڑدادا

(۱) اگر باپ اور دادا موجود نہ ہوں تو پڑدادا کا بالکل وہی حال ہے جو دادا کا ابھی عنقریب بہت مفصل مذکور ہوا۔ یعنی دادا کے حال میں جو اوّل و دوم و سوم و چہارم قاعدے لکھے گئے ہیں وہی اس کے حال ہیں۔

(۲) دادا کی موجودگی میں پڑدادا بالکل محروم رہتا ہے اور اس سے اگلی پشت کے دادا ہوں (مثلاً سکڑدادا لکڑدادا وغیرہ) وہ اس کی وجہ سے محروم رہیں گے۔

عصبہ درجہ دوم نمبر ۱/۲ سکڑ دادا

دادا کے دادا کو سکڑ دادا کہتے ہیں۔ اس کے حال بالکل پڑدادا کے مانند ہیں لیکن یہ پڑدادا کی موجودگی میں محروم رہتا ہے (چونکہ پڑدادا اور سکڑدادا بہت کم زندہ ہوتے ہیں لہٰذا مجملاً بیان کیا گیا) آپ کو یہ معلوم ہوگیا ہے کہ جب باپ نہ ہو تو دادے اس کے قائم مقام ہوتے ہیں اور ان کی میراث کا حال بالکل وہی ہوتا ہے جو باپ کا ہوتا ہے اور دادوں میں جو مقدم اور قریب ہوتا ہے وہی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اس سے پیچھے والے یعنی اوپر کی پشتوں کے دادا محروم رہتے ہیں۔ لیکن باپ اور دادوں میں دو فرق بھی ہیں جن کو سمجھنا نہایت مفید ہے۔

فرق اوّل۔ اگر میت کے صرف ماں باپ اور زوجہ موجود ہوں تو زوجہ کا حصہ دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں سے ماں کو ثلث ملے گا۔ اور اگر باپ کی جگہ کوئی دادا پڑدادا ہو یعنی میت نے صرف ماں اور دادا اور زوجہ چھوڑے ہوں تو ماں کو کل ترکہ میں سے ثلث ملے گا۔ غرض مذکورہ بالا صورتوں میں باپ موجود ہو تو ماں کو حصہ کم ملتا ہے اور اگر باپ نہ ہو اس کی جگہ کوئی دادا ہو تو ماں کو زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ کل مال میں سے تہائی دیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو باب ۴)

دوم۔ باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہوتی ہے۔
دادا کی موجودگی میں محروم نہیں ہوتی۔ خواہ دادا ہو یا پڑدادا یا سکڑ دادا (ملاحظہ ہو باپ و دادا کا فرق باب چہارم)

درجہ دوم عصبات کا بیان یہاں تک ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح پانچویں چھٹی پشت تک لکڑ دادا اور مکڑ دادا تک اور پھر اس سے اوپر تک سلسلہ چل سکتا ہے۔ جب تک

ان میں سے کوئی بھی موجود ہوگا۔ خواہ کتنی ہی دور کی پشت کا ہو درجہ سوم کے عصبات ہرگز وارث نہ ہوں گے ؛

فصل ۳ درجہ سوم کے عصبات (بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا اس کا پوتا)

اگر درجہ اول و دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو درجہ سوم کے عصبات وارث ہوتے ہیں اور ان میں بھی جو مقدم اور قریب ہے اور زیادہ تعلق رکھنے والا ہے۔ اس کے سامنے بعید درجہ کا عصبہ اور کم تعلق رکھنے والا محروم ہوجائے گا ہر ایک کا مفصل حال ملاحظہ کرو۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱ حقیقی بھائی

(۱) اگر درجہ دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے وہ عصبہ ہونے کی وجہ سے بھائی کو مل جاتا ہے (اور کوئی بھی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال بھائی کو مل جائے گا)

(۲) اگر حقیقی بھائی دو چار پانچ دس ہوں تو جو کچھ ترکہ ان کو ملا ہے وہ سب اس میں شریک رہیں گے اور باہم تقسیم کریں گے۔

(۳) اگر میت کی ایک یا زیادہ حقیقی بہنیں بھی ہوں تو وہ بھی بھائی کے ساتھ شامل ہوکر عصبہ ہوجائے گی اور وہی "للذکر مثل حظ الانثیین" کا قاعدہ جاری ہوگا (ملاحظہ کرو ذوی الفروض کی فصل نہم و دہم)

(۴) درجہ اول، دوم کے عصبات کے سامنے درجہ سوم کے عصبات یعنی ہر قسم کے بھائی بہن محروم رہتے ہیں۔

(۵) جب حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی اور علاتی بہنیں محروم رہیں گے۔

عصبہ درجہ سوم ؎ علاتی بھائی

علاتی بھائی اسے کہتے ہیں جو صرف باپ ہیں میت کا شریک ہو۔ ماں دونوں کی جدا ہو۔ چونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی اور دہری قرابت ہے لہذا یہ اس سے پیچھے رکھا گیا اور یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ

(۱) جب درجہ اول و دوم کے عصبات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو اور تیسرے درجہ میں حقیقی بھائی بھی کوئی نہ ہو تو علاتی بھائی کو وہ تمام ترکہ ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی رہ گیا ہے۔

(۲) اگر علاتی بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب اس میں مساوی درجہ کے شریک ہوکر برابر تقسیم کرلیں گے۔

(۳) اگر میت کی علاتی بہنیں بھی موجود ہوں تو وہ بھی علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گے اور ہر ایک بہن کو بھائی سے نصف حصہ ملے گا۔

(۴) اگر میت کے حقیقی بھائی موجود ہو تو علاتی بھائی محروم رہے گا کیونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ قوی ہے وہ اس سے مقدم ہے۔ چنانچہ عنقریب بیان اس کا گذرا

(۵) اگر میت کے حقیقی بھائی کوئی نہ ہو۔ لیکن میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہے تو بھی علاتی بھائی اور بہنیں محروم رہیں گی۔ جو کچھ ذوی الفروض کے بعد باقی رہیگا وہ حقیقی بہن کو عصبہ ہونے کے سبب ملے گا۔ ملاحظہ ہو حقیقی بہن کی میراث کا حال۔

؎ باقی رہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ذوی الفروض موجود ہوں اور ان کو حصہ دیا جائے اور جو کچھ مال باقی رہ جائے دوسرے یہ کہ کوئی ذوی الفروض زندہ ہی نہ ہو۔ تو وہ کل مال باقی رہ جائے گا فقولنا لو ان لم یکن من ذات الفروض الخ تمہ بحر لما علم ضمنا ۱۲

حقیقی بہن اس صورت میں میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہو گئی ہے اور قوی علاقہ اور قرابت رکھتی ہے لہذا علاتی سے متقدم ہے۔

(۲) جب علاتی بھائی موجود ہو تو حقیقی بھتیجا محروم رہتا ہے کیونکہ بھائی قریب ہے، اگرچہ علاتی ہے اور بھتیجے کا درجہ بعید ہے۔

فائدہ:- اخیافی بھائی کا اس باب میں کہیں ذکر نہیں آوے گا کیونکہ وہ عصبات میں شامل نہیں ذوی الفروض میں داخل ہے اور اس کی اولاد بھی عصبہ نہیں بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام میں شریک ہے:۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۳/۱ حقیقی بھتیجا (یعنی حقیقی بھائی کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی اور علاتی بھائی کوئی نہ ہو تو حقیقی بھائی کا بیٹا اس تمام مال کا مستحق ہو گا جو ذوی الفروض کے حصے لگا دینے کے بعد باقی رہا ہے۔

(۲) اگر دو چار[۱] حقیقی بھتیجے ہوں تو وہ سب اس مال میں شریک ہو کر بحصہ مساوی تقسیم کرلیں گے۔

(۳) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنیں موجود ہوں تو بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں ہوں گی۔ بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہیں گی (کیونکہ بہنیں صرف بھائی کے ساتھ یا میت کی بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں (ملاحظہ ہو ذوی الفروض میں ہمشیرہ کا حال)

(۴) اگر میت کے کوئی حقیقی یا علاتی بھائی موجود ہو یا درجہ اول، دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو تو بھتیجا بالکل محروم رہ جائے گا اور اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن دونوں موجود ہوں تب بھی یہ محروم ہے۔

---

[۱] خواہ وہ بھتیجے ایک بھائی کے لڑکے ہوں یا کئی بھائیوں کے بیٹے ہوں ۱۲

(۵) بھتیجیاں خواہ حقیقی بھائی کی بیٹیاں ہوں یا علاتی کی یا اخیافی کی عصبات میں داخل نہیں اور نہ ذوی الفروض ہیں بلکہ درجہ سوم کے ذوی الارحام میں داخل ہیں وہاں ان کا بیان آئے گا۔

(۶) جب تک حقیقی بھتیجا موجود ہو۔ علاتی بھائی کے بیٹے کو بالکل میراث نہیں پہنچ سکتی۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۴/۱۲ علاتی بھتیجا (یعنی علاتی بھائی کا بیٹا)

جب میت کے حقیقی بھائی اور بھتیجا اور علاتی بھائی نہ ہو تو علاتی بھائی کے بیٹے کو وہ سب مال ملتا ہے جو ذوی الفروض سے باقی رہے اور اگر علاتی بھائی کے دو چار بیٹے ہوں تو وہ سب اس مال میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہوں گے خواہ وہ سب بیٹے ایک علاتی بھائی کے ہوں یا کئی علاتی بھائیوں کے بیٹے ہوں۔

(۲) اگر میت کی حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو علاتی بھتیجے کے ساتھ عصبہ نہیں بن جائینگی بلکہ اپنی اصلی حالت پر ذوی الفروض رہیں گی (ملاحظہ ہو باب ۸ فصل ۹ و ۱۰)

(۳) اگر میت کی بیٹی بھی موجود ہو اور حقیقی بہن بھی تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہے گا۔

(۴) اگر درجہ اوّل یا درجہ دوم کا کوئی عصبہ موجود ہو یا میت کا حقیقی یا علاتی بھائی یا حقیقی بھتیجا موجود ہو تو علاتی بھائی کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

(۵) جب تک یہ علاتی بھتیجا موجود رہے گا نہ حقیقی بھائی کے پوتوں کو کچھ ملے گا نہ علاتی بھائی کے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۵/۱۳ حقیقی بھائی کا پوتا (یعنی بھتیجے کا بیٹا)

(۱) جب میت کا حقیقی بھائی بھتیجا اور علاتی بھائی بھتیجا کوئی نہ ہو تب حقیقی بھائی کا

پوتا عصبہ ہونے کی وجہ سے وہ سب مال میراث میں پاتا ہے جو ذوی الفروض کے حصے پورے مل جانے کے بعد باقی رہے۔ اگر حقیقی بھائی کے چند پوتے ہوں تو سب اس میں برابر شریک رہیں گے خواہ ایک بھائی کے پوتے ہوں یا کئی بھائیوں کے۔

فائدہ۔ میت کی بہنیں اس کے ساتھ مل کر عصبہ نہ ہوں گی بدستور ذوی الفروض رہنگی۔

(۲) اگر میت کا کوئی حقیقی بھائی یا بھتیجا یا علاتی بھائی یا اس کا بیٹا موجود ہو تو بھائی کا پوتا محروم رہتا ہے کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب اور مقدم ہیں۔

(۳) جب تک حقیقی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے علاتی بھائی کے پوتے کو کچھ نہیں مل سکتا اور نہ کسی بھائی کے پڑپوتے کو حق پہنچ سکتا ہے۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۶/۱۴ علاتی بھائی کا پوتا

اگر میت کے حقیقی بھائی اور اس کا بیٹا اور اس کا پوتا اور علاتی بھائی اور بھتیجا موجود نہ ہوں تو علاتی بھائی کے پوتے کو وہ تمام مال ترکہ مل جائے گا۔ جو ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد باقی رہ گیا ہے اگر علاتی بھائی کے چند پوتے ہوں تو وہ سب اس میں شریک رہیں گے اور برابر تقسیم کرلیں گے خواہ ایک علاتی بھائی کے پوتے ہوں یا مختلف علاتیوں کے۔

تفصیل نمبر ۵ میں دیکھو

(۲) اگر میت کی حقیقی بہن اور بیٹی موجود ہو تو علاتی بھائی کا پوتا محروم رہ جائیگا (جیساکہ خود علاتی بھائی اور ہر قسم کے بھتیجے میت کی بیٹی اور حقیقی ہمشیرہ کے اکٹھے ہونے کی وجہ سے محروم ہو جاتے تھے (ملاحظہ ہو ذوی الفروض کی فصل ۹ اور عصبہ درجہ سوم نمبر ۲)

(۱) اگر میت کے حقیقی بھائی۔ بھتیجا۔ بھتیجے کا بیٹا یا علاتی بھائی یا اس کا بیٹا موجود ہو تو یہ (علاتی بھائی کا پوتا) محروم رہے گا۔ کیونکہ وہ لوگ اس سے قریب یا قوی

علاقہ رکھنے والے ہیں۔

(۲) جب تک علاتی بھائی کا پوتا موجود ہوتا ہے۔ کسی قسم کے بھائی کے پڑپوتوں کو حق نہیں پہنچ سکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۵/۷ حقیقی بھائی کا پڑپوتا (یعنی بھتیجے کا پوتا)

(۱) اس کے حالات بالکل علاتی بھائی کے پوتے کے مانند ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ یہ علاتی بھائی کے پوتے کے سامنے محروم ہے اور حقیقی بھائی کا پوتا محروم نہیں تھا۔

(۲) جب تک حقیقی بھائی کا پڑپوتا موجود ہوتا ہے۔ علاتی بھائی کے پڑپوتے کو کچھ میراث اور حصہ نہیں مل سکتا۔

عصبہ درجہ سوم نمبر ۱۶/۸ علاتی بھائی کا پڑپوتا

(۱) اس کے حالات بالکل علاتی بھائی کے پوتے کے مانند ہیں۔

فرق بس اتنا ہے کہ علاتی بھائی کا پوتا حقیقی بھائی کے پڑپوتے سے مقدم تھا اور حقیقی بھائی کے پڑپوتے کو محروم کر دیتا تھا۔ یہ خود ہی حقیقی بھائی کے پڑپوتے کے سامنے محروم ہو جاتا ہے۔

(۲) جب تک حقیقی یا علاتی بھائی کا پڑپوتا موجود رہتا ہے کسی بھائی کے سکڑپوتے کو حصہ اور میراث نہیں مل سکتی نہ حقیقی بھائی کے سکڑپوتے کو نہ علاتی بھائی کے اور نہ ان سے نیچے درجے کے عصبات کو۔ کیونکہ جو قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور پڑپوتا بہ نسبت سکڑپوتوں وغیرہ کے بہت قریب ہے۔

یہاں تک درجہ سوم کے عصبات کی چار پشت تک آٹھ عصبات ختم ہو گئے

اسی طرح حقیقی اور علاتی بھائیوں کے لکڑ پوتے اور دھکڑ پوتے جہاں تک نکالتے چلے جائیں۔ سب درجہ سوم ہی کے عصبات میں داخل رہیں گے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود ہوگا۔ درجہ چہارم کے عصبات کو ہرگز میراث نہ ملے گی؛

یاددہانی۔ یہ بات پہلے عرض کردی گئی تھی کہ کسی شخص کے موجود ہونے کا جب اعتبار ہے کہ وہ شرعاً وارث سمجھا گیا ہو اور قتل و کفر و غلامی وغیرہ کی وجہ سے محروم الارث نہ سمجھا گیا ہو۔ پس اگر اوپر کے قریب درجہ میں کوئی کافر یا قاتل عصبہ موجود ہے تو نیچے والا عصبہ محروم نہ رہے گا۔ کیونکہ قریب والا جب شرعاً میراث سے محروم ہوگیا تو یوں سمجھو کہ وہ گویا بالکل ہی موجود ہی نہیں؛

فصل ۴۔ درجہ چہارم کے عصبات (چچا۔ چچا کا بیٹا۔ پوتا۔ پڑپوتا۔ باپ کا چچا۔ اس کے بیٹے پوتے دادا کا چچا اس کے پوتے وغیرہ)

جب درجہ اول و دوم و سوم کے عصبات میں سے کوئی ایک متنفس بھی موجود نہ ہو تب درجہ چہارم والے عصبات وارث ہوتے ہیں یہ ایسے بے ضرر وارث ہیں[1] کہ ان کی وجہ سے کسی ذوی الفروض کے حصے کو خدا تعالیٰ نے کم نہیں کیا۔ البتہ اگر ذوی الفروض کے پورے حصے دینے کے بعد کچھ باقی رہ جائے اور اول و دوم و سوم درجہ کے عصبوں میں سے کوئی موجود بھی نہ ہو تو ان درجہ چہارم کے عصبات میں سے جو شخص میت سے زیادہ قریب علاقہ رکھتا ہو وہ اس باقیماندہ مال کو لے لیگا اور اگر وہ چار عصبات بالکل برابر رتبہ رکھتے ہوں یعنی میت سے سب کا علاقہ یکساں اور مساوی ہو تو وہ اس مال میں باہم شریک رہیں گے اور تقسیم کرلیں گے

---

[1] اس وصف میں درجہ سوم والے بھی شریک ہیں ۱۲ [2] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

اب درجہ چہارم کے عصبات کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۱۲ اول حقیقی چچا (یعنی باپ کا حقیقی بھائی خواہ باپ سے بڑا ہو یا چھوٹا۔[1]

(۱) جب کسی میت کے تین درجے کے عصبات میں کوئی موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہ جائے وہ چچا کو کل جائے گا۔ اور اگر دو چار چچا ہوں تو سب باقیماندہ[2] ترکہ میں شریک ہوں گے اور باہم تقسیم کرلیں گے۔

ف ۱۔ اگر چچا کے ساتھ چچا کی بہن یعنی میت کی پھوپی بھی موجود ہو تو وہ عصبہ نہ ہو گی بلکہ محروم رہے گی۔ کیونکہ وہ ذوی الارحام میں داخل ہے اور ذوی الارحام کو اس وقت ملتا ہے کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو۔ یہاں چونکہ چچا عصبہ موجود ہے لہذا پھوپھی محروم ہوگی۔

ف ۲۔ چچا کی زوجہ (یعنی چچی) کو میراث نہیں ملتی کیونکہ اس سے نسبی علاقہ نہیں ہے۔ البتہ اگر چچی کسی دوسرے رشتہ اور قرابت سے کبھی وارث ہو جائے۔ تو حصہ پاسکتی ہے۔ مثلاً ایک عورت میت کی چچی بھی ہے اور والدہ بھی تو والدہ ہونے کے علاقہ سے میراث پائے گی۔ اس بحث کو ہم نے تیسرے باب کی چوتھی فصل کے قاعدہ چہارم میں بخوبی لکھ دیا ہے۔

(۲) جب تک حقیقی چچا موجود ہوتا ہے۔ علاتی چچا کو میراث نہیں مل سکتی ؎

---

[1] صرف باپ کے چھوٹے بھائی کو چچا کہتے ہیں۔ بڑے بھائی کو بعض جگہ بڑے ابا اور بڑا باپ کہتے ہیں اور تو ارج بہار وغیرہ میں تایا کہتے ہیں لیکن یہاں چچا سے مراد ہے باپ کا بھائی۔ بڑا چھوٹا ہونے کی وجہ سے عصبہ اور وارث ہونے میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور دونوں کو عربی میں عم کہتے ہیں ۱۲

[2] ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ باقی رہے یا کوئی ذوی الفروض نہ ہو تو کل مال باقی رہے ۱۲

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۲/۸ علاتی چچا (یعنی باپ کا علاتی بھائی)

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے مانند ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حقیقی چچا کے سامنے یہ محروم رہتا ہے۔

(۲) جب تک علاتی چچا موجود ہوتا ہے نہ حقیقی چچا کے بیٹے کو حصہ مل سکتا ہے نہ علاتی بیٹے کو۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۳/۱ حقیقی چچا کا بیٹا

(۱) اگر درجہ اول و دوم و سوم کے وارثوں میں سے کوئی موجود نہ ہو اور حقیقی و علاتی چچا بھی موجود نہ ہوں تو باپ کے حقیقی بھائی کا بیٹا وارث ہوگا اور وہ تمام مال واسباب جو میت کے ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی رہا ہے اس کو پہنچے گا۔ اگر چچا کے دو چار بیٹے ہوں تو وہ سب اس مال میں شریک ہوں گے۔ خواہ ایک حقیقی چچا کے بیٹے ہوں یا حقیقی چچاؤں کے۔

(۲) چچا کی بیٹیاں اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں ہوتی بلکہ محروم رہتی ہیں کیونکہ ذوی الارحام درجہ چہارم کی قسم دوم میں ہیں آئندہ ان کا بیان ہوگا۔

(۳) جب حقیقی چچا کا بیٹا موجود ہوتا ہے، علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۴/۲ علاتی چچا کا بیٹا

(۱) جب کہ عصبات درجہ اول و دوم و سوم میں سے کوئی موجود نہ ہو اور میت کا

سلہ درجہ چہارم سے شمار کریں تو یہ نمبر ۲ پر ہے اور اگر ابتدا سے عصبات مذکور کو شمار کریں تو یہ اٹھارہ نمبر پر ہے۔ اسی لحاظ سے آئندہ بھی جا بجا نمبر لکھے گئے ہیں۔ پہلے بھی یہ بات جتلا دی گئی ہے ۱۲ سلہ

اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو کل مال ۱۲

نہ کوئی حقیقی چچا ہو نہ اس کا بیٹا۔ اس وقت حقیقی چچا کا پوتا اس مال کا وارث ہو گا۔ جو ذوی الفروض کے حصّے پورے لگا دینے کے بعد باقی رہے۔ اگر چچا کے پوتے ایک سے زیادہ ہوں تو وہ اس مال کو باہم برابر تقسیم کر لیں خواہ ایک باپ کی اولاد ہوں یا کئی باپوں کی۔

مثال اوّل۔ زید کا چچا زاہد اور زاہد کا بیٹا ناظم یہ دونوں مر گئے۔ لیکن ناظم کے بیٹے زید کی وفات کے وقت موجود ہیں تو یہ سب عصبہ ہوں گے اور ذوی الفروض سے باقیماندہ مال کو باہم برابر تقسیم کر لیں گے۔

دوم۔ زید کا چچا عمر ہے اس کے دو بیٹے ہیں ولید اور خالد۔ ولید کے بھی بیٹے ہیں اور خالد کے بھی۔ اگر زید کا انتقال ہوا اور اس کے سامنے عمر۔ ولید۔ خالد سب مر گئے ہوں تو زید کے چچا کے پوتے یعنی ولید۔ خالد کے سب بیٹے اس کے وارث ہوں گے حالانکہ سب ایک باپ سے نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ خالد کی اولاد ہیں کچھ ولید کی۔ جب تک حقیقی چچا کا پوتا موجود ہو گا۔ علاتی چچا کے پوتے کو میراث نہیں ملے گی۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر $\frac{6}{22}$ علاتی چچا کا پوتا

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے پوتے کی مانند ہے۔ فرق یہ ہے کہ حقیقی چچا کے پوتے کے سامنے یہ محروم رہ جاتا ہے۔ وہ اس سے مقدم ہے۔ کیونکہ اس کے دادا کو میت کے باپ سے علاقہ اور رشتہ مضبوط حاصل ہے۔

(۲) جب تک یہ علاتی چچا کا پوتا موجود ہو گا کسی چچا کے پڑپوتے کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ پوتے کا درجہ قریب ہے۔ پڑپوتا اس سے نیچے ہے۔ لہٰذا پوتے کے سامنے

ملاحظہ: جا بجا اختصار کے لئے علاتی چچا کہہ دیا ہے مطلب یہ ہے کہ باپ کا علاتی بھائی

محروم رہے گا۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۷/۲۳ حقیقی چچا کا پڑپوتا

(۱) جب حقیقی و علاتی چچا اور ان کے بیٹے پوتے موجود نہ ہوں تو حقیقی چچا کا پڑپوتا وارث ہوتا ہے۔

(۲) جب ان لوگوں میں سے کوئی موجود ہو تو یہ محروم رہتا ہے۔

(۳) جب تک یہ موجود رہتا ہے علاتی چچا کے پڑپوتے کو حق نہیں پہنچتا۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۸/۲۴ علاتی چچا کا پڑپوتا

(۱) اس کا حال بالکل حقیقی چچا کے پڑپوتے کی مانند ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ یہ اس کے سامنے محروم رہتا ہے۔

(۲) جب تک چچا کے پڑپوتے موجود ہوں سکڑ پوتوں کو کچھ نہیں مل سکتا۔ خواہ حقیقی چچا کے ہوں یا علاتی کے۔ اس طرح دس بیس پشت بلکہ زیادہ تک بیٹے پوتے نکلتے چلے جاتے ہیں اور قریب کے سامنے بعید محروم رہتے ہیں لیکن ہم نے حسب عادت چار پشت تک بیان کر کے چھوڑ دیا ہے۔ جب حقیقی اور علاتی چچا بھی نہ ہوں اور ان کے بیٹے پوتے بھی کسی درجہ میں نہ ہوں تو اب پڑدادا کی اولاد کے عصبوں کے وارث ہونے کا وقت آتا ہے۔ یعنی باپ کے حقیقی اور علاتی چچا اور پھر ان کی اولاد وارث ہوتی ہے یہ سب بھی جہاں تک نکلتے چلے جائیں گے درجہ چہارم ہی میں شمار ہوں گے۔ ان میں سے ہم بلا ضرورت چار پشت تک مجملاً ذکر کرتے ہیں۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر ۹/۲۵ و ۱۰/۲۶ باپ کا حقیقی و علاتی چچا یعنی دادا کا

سلہ یہ جن کا ذکر گذرا وہ میت کے چچا تھے اب میت کے باپ کے چچاؤں کا حال ہے ۱۲

حقیقی بھائی اور علاتی بھائی)

(۱) جب مذکورۂ سابقہ وارث جو ان سے مقدم اور قریب ہیں موجود نہ ہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں باہم یہ فرق ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کے سامنے علاتی چچا محروم رہے گا۔

(۲) جب ان سے پہلا کوئی وارث موجود ہوگا تو یہ محروم ہوں گے اور جب ان میں سے کوئی موجود ہوگا تو ان سے نیچے درجہ والے محروم ہوں گے:۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر $\frac{11 \text{ و } 12}{27 \text{ و } 28}$ (میت کے حقیقی چچا کا بیٹا اور علاتی چچا کا بیٹا)

(۱) جب ان سے اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ ان دونوں میں باہم فرق یہ ہے کہ باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا مقدم ہے اس کے سامنے علاتی چچا کا بیٹا محروم رہتا ہے۔

(۲) اگر باپ کا حقیقی یا علاتی چچا موجود ہوگا تو یہ محروم رہیں گے:۔

عصبہ درجہ چہارم نمبر $\frac{13 \text{ و } 14}{29 \text{ و } 30}$ (میت کے باپ کے حقیقی چچا کا پوتا اور علاتی چچا کا پوتا[1])

جب اوپر والے موجود نہ ہوں تو یہ عصبہ ہو کر ذوی الفروض سے باقی ماندہ سب مال لیں گے۔ ان میں بھی باہم وہی پہلا فرق ہے کہ حقیقی کے سامنے علاتی محروم ہے۔ اسی طرح دور تک باپ کے چچا کے پڑپوتے اور سکڑ پوتے اور ان کے بیٹے اور پوتوں کا سلسلہ چلے گا۔ لیکن ہم نے اس لئے چھوڑ دیا کہ خواہ مخواہ ذہن سامعین کا پریشان ہوگا۔

---

[1] پڑپوتوں کا حال یہاں خلاف عادت اختصار کے لئے چھوڑ دیا مگر نقشہ میں لکھا گیا ۱۲

اگر باپ کے چچا اور ان کی اولاد کا بھی وجود نہ ہے تو دادا کے چچا اور ان کی اولاد کو حق میراث پہنچتا ہے اور دور تک سلسلہ چلا جاتا ہے اور جہاں تک نکلتے ہیں سب درجہ چہارم ہی کے عصبات کہلاتے ہیں لیکن جو لوگ میت سے علاقہ قریب رکھتے ہیں وہ مقدم ہیں۔ ان کے سامنے بعید علاقہ والے محروم ہوتے ہیں یعنی جو لوگ میت کی اول پشت میں شریک ہیں ان کے سامنے دوسری پیڑی کے شریک محروم رہیں گے مثلاً جو لوگ دادا میں شریک ہیں وہ چچا ہیں اور ان کی اولاد ہے چونکہ قریب ہیں لہٰذا ان سب کے سامنے باپ کے چچا اور ان کی اولاد محروم رہیں گے۔ کیونکہ وہ پڑدادا میں شریک ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی دسویں بیسویں ہزارویں پشت میں بھی شریک ہوگا وہ عصبہ ہی کہلائیگا۔ لیکن اگر کوئی اس سے قریب کی پشت میں شریک موجود ہوگا تو بعید والا والا محروم ہوگا۔ یہ بات جا بجا کر رسہ کرر اس قدر وضاحت سے بیان کردی گئی ہے کہ معمولی سمجھ کے آدمی کو بھی شبہ نہیں رہ سکتا کہ جب تک اوپر کے درجہ والے موجود ہوں گے نیچے والے محروم رہیں گے اور پھر ہر درجہ میں جو اول نمبر ہے اس کے سامنے دوم نمبر کا عصبہ محروم رہے گا۔ اور اسی طرح تیسرے کے سامنے چوتھا اور پانچواں وغیرہ چنانچہ ہر ایک عصبہ کے حال میں اس کی تشریح کردی گئی ہے لیکن چونکہ عصبات کا بیان بوجہ نہایت تفصیل اور تکرار عبارت کے بہت طویل ہوگیا ہے جس کا ذہن میں حاضر کرنا دشوار ہے لہٰذا ایک فہرست مختصر اور واضح چار پشت تک لکھی جاتی ہے جس سے بہت آسانی سے معلوم ہو جائیگا کہ کون مقدم ہے اور کس کے سامنے کون عصبہ محروم رہتا ہے۔ اگر نقشے کے کسی نمبر کے سمجھنے میں دقّت ہو تو اسی نمبر کے عصبہ کا حال مفصل بیان میں ملاحظہ کرلیجئے۔ شک جاتا رہے گا واللہ ولی التوفیق ولہ الحمد والنعمۃ ؛

نقشہ نمبر ۳ فہرست عصبات نقشہ ترتیب وار تا چہارم نسبت بہ قید درجہ و نمبر سلسلہ وار مع کیفیت مختصر

درجہ	نمبر خاص	نمبر سلسلہ وار	نام رشتہ عصبہ کا	حالت و کیفیت
درجہ اول	۱	۱	میت کا بیٹا	یہ تمام عصبوں سے مقدم ہے خود کبھی محروم نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے باقی ۲۲ نمبر تک تمام عصبات محروم رہتے ہیں میت کی بیٹیاں اس کے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہیں ؛
	۲	۲	میت کا پوتا	نیچے کے سب نمبر اسکے سامنے محروم۔ نمبر اول کے سامنے یہ خود محروم رہتا ہے
	۳	۳	میت کا پڑپوتا	نمبر اول، دوم کے سامنے خود محروم نیچے کے نمبر اس کے سامنے سب محروم
	۴	۴	میت کا سکڑپوتا	نیچے والے اسکے سامنے محروم اوپر والوں کے سامنے خود محروم
درجہ دوم	۱	۵	میت کا باپ	اوپر والوں کے سامنے عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ پائیگا البتہ ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے چھٹا حصہ مقررہ ملیگا ؛
	۲	۶	میت کا دادا	اپنے سے پہلے نمبروں کے سامنے عصبات کے حق سے محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۳	۷	میت کا پڑدادا	"
	۴	۸	میت کا سکڑدادا	"
درجہ سوم	۱	۹	میت کا حقیقی بھائی	بہن موجود ہو تو اس کے ساتھ عصبہ ہوجائے گی
	۲	۱۰	میت کا علاتی بھائی	اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن موجود ہو تو یہ محروم ہے علاتی بہن اس کے ساتھ عصبہ ہوگی
	۳	۱۱	حقیقی بھائی کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اسکے سامنے محروم

درجہ	نمبر خاص	نمبر سلسلہ وار	نام رشتہ عصبہ کا	حالت وکیفیت
	۴	۱۲	علاتی بھائی کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اسکے سامنے محروم
	۵	۱۳	حقیقی بھائی کا پوتا	〃 〃 〃
	۶	۱۴	علاتی بھائی کا پوتا	〃 〃 〃
	۷	۱۵	حقیقی بھائی کا پڑپوتا	〃 〃 〃
	۸	۱۶	علاتی بھائی کا پڑپوتا	〃 〃 〃
	۱	۱۷	حقیقی چچا یعنی باپ کا حقیقی بھائی	〃 〃 〃
	۲	۱۸	باپ کا علاتی بھائی	〃 〃 〃
	۳	۱۹	حقیقی چچا کا بیٹا	〃 〃 〃
	۴	۲۰	علاتی چچا کا بیٹا	〃 〃 〃
	۵	۲۱	حقیقی چچا کا پوتا	〃 〃 〃
	۶	۲۲	علاتی چچا کا پوتا	〃 〃 〃
	۷	۲۳	حقیقی چچا کا پڑپوتا	〃 〃 〃
	۸	۲۴	علاتی چچا کا پڑپوتا	〃 〃 〃
	۹	۲۵	باپ کا حقیقی چچا	〃 〃 〃
	۱۰	۲۶	باپ کا علاتی چچا	〃 〃 〃

درجہ	نمبر خاص	نمبر سلسلہ وار	نام رشتہ عصبہ کا	حالت و کیفیت وغیرہ
درجہ پنجم	۱۱	۲۷	باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا	اوپر والوں کے سامنے خود محروم نیچے والے اس کے سامنے محروم
	۱۲	۲۸	باپ کے علاتی چچا کا بیٹا	" " "
	۱۳	۲۹	باپ کے حقیقی چچا کا پوتا	" " "
	۱۴	۳۰	باپ کے علاتی چچا کا پوتا	" " "
	۱۵	۳۱	باپ کے حقیقی چچا کا پڑپوتا	" " "
	۱۶	۳۲	باپ کے علاتی چچا کا پڑپوتا	" " "

اس نقشہ میں ایک نمبر تو خاص ہر ایک درجہ کا ڈالا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ وارث خاص اپنے درجہ میں کس نمبر پر ہے۔ مثلاً اگر شروع سے شمار کریں۔ تو حقیقی بھائی کا پوتا نمبر ۱۳ پر ہے۔ لیکن اس نمبر سے ناواقف لوگوں کو زیادہ فائدہ نہ ہوگا۔ عام فہم نمبر دوسرا ہے۔ یعنی نمبر سلسلہ وار اسی نمبر کے لحاظ سے یہ پختہ اور قطعی قاعدہ سمجھ لو کہ اس نقشہ میں جس قدر عصبات لکھ دیئے ہیں ان میں سے جب تک پہلے نمبر والا موجود ہوگا۔ پچھلے نمبر والے کو کچھ حق نہیں پہنچے گا۔ مثلاً جب نمبر ۴ والا موجود ہے تو نمبر ۵ سے ۳۲ تک، سب محروم ہیں۔ یہ بات نمبر سلسلہ وار کے دیکھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ بلکہ اگر نمبر کا بھی خیال نہ کریں تو بس اس قدر سمجھنا کافی ہے کہ

[1] یعنی عصبہ ہونے کے لحاظ سے کچھ نہ ملے گا باپ دادا اگر ذوی الفروض بن کر حصہ پالیں تو مضائقہ نہیں۔

اس فہرست میں جو پہلے لکھا گیا ہے اس کے سامنے اس سے پچھلے سب محروم ہونگے یہ ممکن ہے کہ ان ۳۲ عصبات مندرجہ نقشہ کے علاوہ کوئی جدید عصبہ دور کے سلسلہ کا نکل آوے۔ مثلاً نمبر ۱۶ کے بعد علاتی بھائی کے پوتے کا پوتا موجود ہو اور وارث ہو جائے اور نمبر ۱۷ کو حصہ نہ ملنے دے۔ لیکن یہاں جس قدر لکھ دیئے گئے ہیں (اور عموماً چار پشت تک لکھے ہیں) ان میں ممکن نہیں کہ اوپر والا موجود ہو اور نیچے والوں کو حصہ مل جائے۔ مثلاً یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ نمبر ۱۰ کی موجودگی میں نمبر ۱۱ و ۱۲ وغیرہ کو مل جائے۔ پس یہ یقینی قاعدہ یاد رکھو کہ اس نقشہ میں لکھے ہوئے عصبات میں سے جب تک اوپر والا موجود ہو گا۔ نیچے کے نمبروں کو ہرگز کچھ حق نہ پہنچے گا۔ واللّٰہ اعلم بالصواب ؛

چھٹا باب ذوی الارحام کا بیان

یہ بحث نہایت دشوار گذار اور عام لوگوں پر اس کا سمجھنا مشکل ہے اور ضرورت بھی کم پڑتی ہے۔ اس لئے کہ ابھی بیان ہوا ہے کہ کوئی نہ کوئی عصبہ ہر میت کا ضرور موجود ہوتا ہے۔ پہلی دوسری دسویں بیسویں پشت کا شریک اگر موجود بھی نہ ہو تو ایسا کون شخص ہے۔ جس کے پچاس ساٹھ سو دسو اوپر کی پشت میں بھی کوئی شریک ہی نہ ہو۔ دیکھو جتنے سید ہیں۔ سب آخر علی رضی اللہ عنہ پر جا کر مل جاتے ہیں۔ کیونکہ سب آپ کی اولاد ہیں۔ اسی طرح جتنے صدیقی شیخ ہیں۔ سب کا

سلسلۂ نسب ابوبکر رض پر جاکر پہنچتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ فاروقیوں کا عمر رضی اللہ عنہ پر لیکن چونکہ یہ معلوم ہونا دشوار ہوتا ہے کہ کون شخص کس پشت میں شریک ہے اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ عصبہ کوئی موجود ہی نہیں۔ ایسی صورت میں ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ ان وجوہ سے مناسب تو یہی تھا کہ ذوی الارحام کے بیان کو ہم بالکل چھوڑ دیتے۔ لیکن چونکہ وارثوں کی اقسام میں بندہ نے ان کا ذکر کر دیا تھا اور فرائض میں یہ ایک مستقل بحث ہے۔ اس لئے اس کا ذکر بالکل چھوڑنا گوارا نہ ہوا پھر باوجود ارادہ اختصار کے یہ بیان بہت طویل ہو گیا۔

باب چہارم کے مقدمہ میں وارثوں کی اقسام میں فقیر نے بتلایا تھا کہ ذوی الارحام وہ[1] وارث ہے کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہ ہوں اور عصبہ بھی کوئی نہ ہو تو ان کو میراث پہنچے۔ کیونکہ اگر عصبہ موجود ہے تو ذوی الفروض سے بچا ہوا وہ لے گا۔ اور اگر عصبہ کوئی نہ ہو تو ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہے گا وہ دوبارہ حصہ رسدا نہیں پر تقسیم کر دیا جائے گا (ملاحظہ کرو باب ہفتم فصل سوم) ہاں جب ذوی الفروض اور عصبہ کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کے وارث ہونے کا نمبر آتا ہے مگر دو ذوی الفروض ایسے مہربان ہیں کہ ان کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ پہنچ سکتا ہے وہ زوجہ اور شوہر ہیں۔ یعنی اگر کسی میت کے صرف زوجہ باقی رہے اور اس کے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہ ہو تو اس کی وجہ سے ذوی الارحام محروم نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کا چوتھا حصہ دے کر باقی مال ذوی الارحام کو دیا جائیگا علیٰ ہذا القیاس اگر صرف شوہر موجود ہو تو وہ ذوی الارحام کے حصہ میں خلل انداز نہ

[1] تفہیم عوام کے لئے تعریف میں تسامح کیا گیا نیز اس لئے کہ مغایرت خود معلوم ہو رہی ہے

ہوگا بلکہ نصف اپنا حق لے کر باقی ذوی الارحام کے لئے چھوڑ دے گا۔

غرض عصبات تو ایسے ہیں کہ ذوی الارحام ان کے سامنے حصہ اور میراث نہیں پا سکتے اور منجملہ بارہ ذوی الفروض کے دس ذوی الفروض بھی ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوگا تو ذوی الارحام کا کچھ حق نہ ہوگا اور دو ایسے ہیں کہ انکی موجودگی میں بھی ذوی الارحام میراث پا سکتے ہیں۔

قاعدہ اوّل۔ عصبات کی طرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں اور جب تک اول درجے والے موجود ہوتے ہیں دوم درجہ والوں کو میراث نہیں ملتی۔ اسی طرح دوم درجہ کی موجودگی میں سوم درجہ والے محروم رہتے ہیں۔ اور سوم درجہ والوں کے سامنے درجہ چہارم کو کچھ نہیں ملتا بلکہ جب تینوں درجوں کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تب چوتھے درجہ والوں کو ترکہ پہنچتا ہے وہ چار درجے یہ ہیں جن کو ہم تیسرے قاعدے کے بعد علیحدہ علیحدہ فصلوں میں بیان کریں گے۔

درجہ اوّل خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں داخل نہیں[1]

درجہ دوم۔ میت کے اصول جو ذوی الفروض اور عصبات نہیں جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ۔

درجہ سوم۔ میت کے ماں باپ کی اولاد جو ذوی الفروض و عصبہ نہیں جیسے بھانجا بھانجی بھتیجی[2]۔

درجہ چہارم۔ دادا اور دادی اور نانی کی اولاد جیسے پھوپھی۔ خالہ۔ ماموں۔ اخیافی چچا وغیرہ (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

---

[1] جیسے نواسہ نواسی وغیرہ ۱۲

[2] اخیافی بھائی کا بیٹا بیٹی وغیرہ

قاعدہ دوم۔ ذوی الفروض میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک درجہ کے وارثوں میں جو سب سے قریب ہوتا تھا وہ مستحق ہوتا تھا اور جو اس سے بعید ہوتے وہ سب محروم رہتے۔ یہاں ذوی الارحام میں یہ قاعدہ بھی جاری ہے اور ایک اور قاعدہ بھی ملحوظ رہتا ہے جو اب بیان ہوتا ہے۔

قاعدہ سوم۔ جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور وارث ہوتا۔ ایسے ذوی الارحام اس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اس کو میراث نہ ملتی۔

مثال۔ عبدالرحیم کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک اپنی پوتی کی بیٹی چھوڑی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چھوڑے اب اس کا ترکہ پوتی کی بیٹی کو پہنچے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہیں گے۔ اس لئے کہ اگر عبدالرحیم کے انتقال کے وقت پوتی بھی زندہ ہوتی اور نواسی بھی تو پوتی کو میراث ملتی نواسی محروم رہتی۔ اسی لحاظ سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہی:

فصل اوّل ذوی الارحام کا پہلا درجہ

ذوی الارحام نمبر اوّل نواسہ نواسی

ذوی الارحام میں یہ سب سے مقدم اور اوّل نمبر کے وارث ہیں ان کے سامنے اور کوئی ذوی الارحام وارث نہیں ہو سکتا۔ جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو

تو کل مال وہی لے لے گا۔ اور اگر دو چار ہوں تو باہم برابر تقسیم کر لیں۔ مرد کو دُہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔ جیسا کہ عصبات میں حال ہوتا ہے۔

تنبیہ:۔ یہ جو کہا گیا کہ جب ذوی الفروض نہ ہوں تو ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے۔ اس سے وہی دس ذوی الفروض مراد ہیں۔ کیونکہ زوجہ اور شوہر کی موجودگی میں تو ذوی الارحام کو حصہ مل جاتا ہے جس کا بیان عنقریب مفصل گذر چکا ہے۔ اسی طرح ذوی الارحام کی تمام بحث میں جس جگہ یہ بتلا دیا جاوے گا کہ جب عصبہ اور ذوی الفروض نہ ہوں تو فلاں شخص کو میراث ملے گی۔ وہاں بھی صرف دس ذوی الفروض سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ گیارھویں اور بارھویں ذوی الفروض یعنی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے ذوی الارحام کی میراث میں نقصان نہیں آتا۔

ذوی الارحام نمبر دوم۔ پوتی کی اولاد یعنی بیٹے کے نواسہ نواسی

(۱) یہ سب نمبر اوّل کے سامنے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ میت کے قریب ہے یہ بعید ہیں۔ اگر نمبر اول نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر کئی مرد یا کئی عورتیں ہوں تو باہم برابر تقسیم کر لیں اور اگر مرد اور عورت دونوں ملے ہوئے ہوں تو مرد کو دُہرا اور عورت کو اکہرا حصّہ ملے گا۔

(۳) ان کے سامنے ذوی الارحام نمبر سوم[ل] محروم رہیں گے۔ کیونکہ پشت اور علاقہ کے اعتبار سے اگرچہ یہ نمبر سوم کے برابر اور مساوی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ پوتی کی اولاد ہیں اس لئے نواسہ نواسی کی اولاد ان کے سامنے محروم رہے گی۔ جس طرح پوتی کے سامنے نواسہ نواسی محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ پوتی ذوی الفروض ہے اور نواسی ذوی الارحام

[ل] جواب مذکور ہوں گے ۱۲

ذوی الارحام نمبر سوم میت کے نواسہ اور نواسی کی اولاد (بیٹا بیٹی)

(۱) یہ نمبر اول کے سامنے محروم رہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان سے زیادہ قریب کے سامنے بھی محروم رہتے (حالانکہ نمبر دوم بھی ان سے قریب نہیں، بلکہ برابر کا رشتہ ہے۔ اس لئے کہ نمبر دوم وارث کی اولاد ہیں یعنی پوتی کی اور یہ نمبر سوم نواسی نواسہ کی اولاد ہیں جو وارث نہیں ہوتے۔ یعنی پوتی کے سامنے محروم رہا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی اولاد بھی پوتی کی اولاد کے سامنے محروم رہی۔

(۲) اگر ان میں سے کوئی تنہا ہو تو تمام مال کا مالک ہو جائے گا اور اگر کئی آدمی ہوں تو باہم شریک ہو جائیں گے۔

(۳) شریک ہونے کی صورت میں اگر سب اولاد نواسیوں کی ہے (خواہ ایک نواسی کی اولاد ہو یا کئی نواسیوں کی اولاد ہو) تو باہم تقسیم کرنے میں بلا تکلف مرد کو دُہرا حصہ ملیگا اور عورت کو اکہرا۔ اسی طرح اگر سب موجودہ لوگ نواسوں کی اولاد ہیں (خواہ ایک نواسے کی اولاد ہوں یا کئی نواسوں کی ہوں، تو بھی باہم تقسیم کرنے میں بسہولت للذکر مثل حظ الانثیین کا لحاظ رہے گا یعنی مرد کو دہرا عورت کو اکہرا۔

(۴) اگر کچھ اولاد نواسوں کی ہو اور کچھ نواسیوں کی تو دونوں طرف کے مرد و عورت کو کچھ لحاظ نہ ہوگا۔ بلکہ کل مال متروکہ کے تین حصے کر کے دو حصے نواسے کی اولاد کو دیئے جائیں گے۔ وہ باہم للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرلیں گے۔ اور ایک حصہ نواسی کی تمام اولاد کو دیا جائے گا۔ اس تہائی میں نواسی کی سب اولاد باہم شریک رہے گی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ ملے گا (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

شرح:۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ سب موجودہ اور زندہ وارثوں کو دیکھ کر مرد کو دہرا

عورت کو اکہرا حصہ دے دیں۔ بلکہ ان اصل ذوی الارحام کا لحاظ کیا ہے جن کی یہ اولاد ہیں۔ نواسہ سب سے پہلا اور سب سے اوپر کا ذوی الارحام ہے وہ چونکہ مرد ہے لہٰذا اس کی اولاد کو دو تہائی دیدینگے (پھر وہ اس کو باہم للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرلیں گے) اور نواسی چونکہ سب سے اوپر کی ذوی الارحام عورت ہے اس کی سب اولاد کو ایک تہائی ملیگا (پھر وہ اس کو باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلینگے۔ مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا) لیکن یہ بات صرف اسی وقت ہے جبکہ نواسہ کی اولاد بھی موجود ہو اور نواسی کی بھی۔ ورنہ اگر صرف نواسے کی اولاد وارث ہے یا صرف نواسی کی اولاد ہے تو ان ہیں بلا تکلف خود موجودہ وارثوں کو دیکھ کر مرد کو دوہرا دیدینگے عورت کو اکہرا۔ چنانچہ ابھی قاعدہ نمبر ۳ چند سطر پہلے گذر چکا ہے :۔

ذوی الارحام نمبر چہارم (پوتے کے نواسہ نواسی)

(۱) یہ نمبر ۳ کے سامنے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان سے ایک پشت مقدم اور قریب ہیں (۲) جب نمبر سوم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ سب مال کے مستحق ہوتے ہیں۔ پس اگر ایک ہی شخص ہے تو وہی مالک ہو جائیگا اور اگر کئی آدمی ہوں تو شریک رہیں گے (۳) مرد کو دوہرا حصہ ملیگا عورت کو اکہرا یعنی خود موجودہ وارثوں کے مرد و عورت ہونے کے لحاظ سے حصہ دیا جائیگا۔

(۴) نمبر پنجم کے ذوی الارحام ان کے سامنے محروم رہتے ہیں :۔

ذوی الارحام نمبر پنجم (الف۔ میت کی پوتی کے پوتا پوتی (ب) میت کی پوتی کے نواسہ نواسی)

(۱) جب نمبر پنجم تک کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہے تو کل مال اسی کو ملیگا اور اگر چند آدمی ہیں تو شریک رہیں گے جب مرد ہیں تو برابر ورنہ للذکر مثل حظ الانثیین

(۳) اگر چند آدمی صرف نمبر ۵ الف کی طرف کے ہیں تو مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دے کر تقسیم کیا جائے۔ اسی طرح اگر نمبر ۵ ب کی طرف کے لوگ موجود ہیں الف کی طرف کا کوئی بھی نہیں تب بھی مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائے۔

(۴) اگر نمبر الف کی طرف کے وارث بھی موجود ہیں اور نمبر ب کی طرف کے بھی ہیں یعنی دونوں طرف کے وارث ملے ہوئے موجود ہیں تو کل مال میں سے نمبر الف والوں کو دو تہائی دیا جائے اور نمبر ب والوں کو ایک تہائی اور نمبر الف والے اپنے دو تہائی کو باہم للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرلیں گے اور نمبر ب والے اپنے ایک تہائی کو اسی قاعدے سے باہم بانٹ لیں گے۔

الف والوں کو دو چند حصہ ملنے کی وجہ ذوی الارحام نمبر سوم کے بیان میں چوتھے قاعدہ کی شرح میں گذر چکی ہے کہ جب دونوں قسم کے وارث موجود ہوں تو اوپر والے اصل وارث ذوی الارحام کا اعتبار ہوتا ہے۔ یہاں چونکہ الف نمبر ۵ والے پوتی کے بیٹے کی اولاد ہیں ان کو اکہرا پہنچے گا۔

(۶) یہ وارث یعنی پوتی کے پوتا پوتی وغیرہ نواسہ نواسی کے پوتا پوتی وغیرہ سے مقدم رہے جن کا ذکر اب نمبر ۶[1] میں ہوگا۔ اس لئے کہ ان کے سب سے اوپر کے درجہ میں وارث نواسہ نواسی ہیں اور اس نمبر ۵ کے وارثوں میں سب سے اوپر والی وارث پوتی ہے۔ چونکہ پوتی کے سامنے نواسہ نواسی محروم رہا کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے

[1] یعنی نمبر الف والے مذکر کی اولاد اور نمبر ب والے مؤنث کی اولاد ۱۲ [2] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

نیچے کے درجوں کی اولاد میں بھی یہی قاعدہ جاری رہا۔

ذوی الارحام نمبر ۶ (الف۔ نواسہ کے پوتا پوتی۔ نواسہ کے نواسہ نواسی (ب) نواسی کے پوتا پوتی۔ نواسی کے نواسہ نواسی)

(۱) جب نمبر پنجم تک کوئی وارث موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال کا وہی وارث ہو جائے گا۔

(۳) اگر الف والوں میں صرف نمبر اول موجود ہیں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔ اسی طرح اگر الف نمبر دوم موجود ہیں۔ الف نمبر اول کا کوئی نہیں تب بھی عورت کو اکہرا مرد کو دوہرا حصہ دیا جائے۔

(۴) اگر ب والوں میں صرف نمبر اول کے چند آدمی موجود ہیں تو باہم تقسیم کرلیں۔ مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔ اسی طرح اگر ب نمبر دوم موجود ہیں، ب نمبر اول کوئی نہیں۔ تب بھی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا دیا جاتے۔

(۵) اگر الف کی طرف کے بھی بعض وارث موجود ہیں اور ب[1] کی طرف کے بعض لوگ زندہ ہیں تو پھر یہاں وہی صورت آجائے گی کہ اصل کا اعتبار ہوگا۔ پس الف[1] کی طرف کے جو وارث موجود ہیں ان کو دوہرا حصہ ملے گا۔ کیونکہ وہ نواسے کی اولاد ہیں۔ جو مرد تھا اور ب[1] کی طرف کے جس قدر وارث موجود ہیں۔ ان سب کو کل مال میں سے ایک تہائی ملیگا اب الف والے اپنے دو تہائی کو لے کر اور ب والے اپنے ایک تہائی کو لے کر باہم حسب قاعدہ تقسیم کرلیں گے یعنی مرد کو دوہرا عورتوں کو اکہرا حصہ دیں گے۔

---

[1] اس تمام بیان میں نمبر سے مراد ذوی الارحام کے درجہ اول کا نمبر ہے جس کا ذکر ہو رہا ہے ۱۲

مثال نمبر ۲ مسئلہ ۵۴ نمبر ۶

نواسے کا پوتا	نواسے کا پوتا	نواسہ کی پوتی	نواسی کا پوتا	نواسی کی پوتی
۱۲	۱۲	۶		۵

(۵۰ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

یہاں نمبر ۲ الف اور نمبر ۶ ب کی طرف کے وارث ملے ہوئے ہیں اگر خود ان سب کو مرد عورت ہونے کا اعتبار کرتے تو آٹھ سہام کرکے ایک ایک حصہ دونوں عورتوں کو دے دیتے اور دو دو حصے تین مردوں کو لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ کل مال میں سے دو تہائی نواسے کی اولاد کو دیا (یعنی ۵۰ میں سے ۱۵) پھر الف والوں کو جو دو تہائی ملا تھا اس میں سے مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا دیا (یعنی مردوں کو ۱۲ عورت کو ۶) اور ب والوں کو جو ایک تہائی دیا گیا تھا اس میں سے مرد کو دو چند حصہ دیا (یعنی مرد کو ۱۰ عورت کو ۵)

یہاں تک ذوی الارحام کے پہلے درجہ میں نواسہ نواسیوں کے پوتا پوتی اور ان کے نواسہ نواسی اور پوتے پوتیوں کے نواسوں اور پوتیوں تک بیان ہو چکا۔ اسی طرح دور تک سلسلہ چل سکتا ہے۔ نواسہ نواسی کے پوتا پوتی کی اولاد اور پھر ان کی اولاد اور پھر ان کی اولاد در اولاد۔ اسی طرح پوتا پوتیوں کے نواسے نواسیوں کی اولاد در اولاد وغیرہ چونکہ اس قدر دور کے ذوی الارحام عموماً کسی کے موجود نہیں ہوتے۔ اس لئے ہم اس سے زیادہ تفصیل لکھ کر ذہن ناظرین کو پریشان نہیں کرتے (اس قدر بھی شاید بہت سے حضرات نہیں سمجھ سکیں گے) اور درجہ اول کے ذوی الارحام کا ایک مفید شجرہ لکھ کر اس درجہ کے بیان کو ختم کرتے ہیں:

شجرہ ملاحظہ کرنے سے بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پشت اول میں کوئی

ذوی الارحام نہیں۔ دوسری پشت میں نواسہ نواسی ہیں جو سب سے اول نمبر کے ذوی الارحام ہیں اور ہم نے اول نمبر میں ان کو بیان کیا ہے۔ تیسری پشت میں ذوی الارحام پوتی کی اولاد ہیں اور چار ذوی الارحام نواسہ نواسی کی اولاد ہیں اور چوتھی پشت میں چھ ذوی الارحام بیٹے کی اولاد میں ہیں اور آٹھ بیٹی کی اولاد میں ہیں ؛

فصل ۲ ذوی الارحام کا دُوسرا درجہ

نانا۔ نانی فاسدہ۔ دادا فاسد۔ دادی فاسدہ

جب درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی نہ ہوں، تو درجہ دوم کے ذوی الارحام تک میراث پہنچے گی۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے ذوی الفروض میں بیان کیا تھا کہ ایسا دادا جس کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اثر نہ کرے وہ ذوی الفروض میں سے ہے۔ جیسے باپ کا باپ۔ دادا کا باپ۔ اُس کا باپ ؛

نقشہ نمبر ۴ یعنی شجرہ ذوی الارحام درجہ اوّل تا چہار پشت متعلقہ فصل اوّل باب ششم مفید الوارثین

قاعدہ اوّل:- بیٹے کا پوتا پڑپوتا سکڑپوتا سب عصبات ہیں قاعدہ دوم:- بیٹی کی تمام اولاد ذوی الارحام ہیں مذکر ہو یا مؤنث

قاعدہ سوم:- پوتی کی مؤنث مذکر اولاد سب ذوی الارحام ہیں قاعدہ چہارم:- علیٰ ہذا القیاس پڑپوتی کی اولاد سب ذوی الارحام ہیں

اسی طرح اوپر تک اور جس کسے رشتہ میں عورت کا واسطہ آجائے وہ ذوی الارحام میں داخل ہے جیسے باپ کی ماں کا باپ (یعنی دادی کا باپ) یا دادی کا نانا دادا وغیرہ (ملاحظہ ہو باب چہارم فصل دوم دادا کا حال) اب یہاں حسب وعدہ انہیں دادوں کا بیان آگیا جن میں عورت کا واسطہ ہے اور ان کو جد فاسد کہتے ہیں۔ اور وہ ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

دادی و نانی کے بیان میں ہم نے کہا تھا کہ نانیاں دادیاں دو قسم کی ہیں۔ صحیحہ اور فاسدہ۔ صحیحہ کو ذوی الفروض میں بخوبی سمجھا دیا تھا اور فاسدہ کو ذوی الارحام میں ذکر کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ بھی اب وفا کیا جاتا ہے۔

پس ایسے ذوی الارحام جن کے ذکر کا وعدہ ہو چکا ہے تین ہوئے۔ دادا فاسد[1] دادی فاسدہ[2]۔ نانی فاسدہ[3]۔ لیکن اس درجہ کے ذوی الارحام صرف تین ہی نہیں بلکہ اسی درجہ کا ایک اور بھی ذوی الارحام ہے جس کا ذکر اب تک نہیں ہوا یعنی نانا[1] لہذا درجہ دوم میں چار قسم کے ذوی الارحام ہوئے۔ دادا فاسد دادی فاسدہ نانی فاسدہ، تمام نانا۔

اب ہم ان کا ذکر نمبروار کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں بھی جو میت کے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ مقدم ہوتا ہے۔ اس کے سامنے دور والے محروم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم کے ذوی الارحام موجود ہوگا تو نیچے والوں کو کچھ نہ ملے گا۔

درجہ دوم میں چار نمبروں کے ذوی الارحام ذکر کئے جاتے ہیں۔

---

[1] چونکہ نانا کوئی عصبہ یا ذوی الفروض نہیں اور نہ اس کی دو قسمیں ہیں لہذا اب تک اس کا ذکر نہیں آیا تھا اور نہ اس کی دو قسمیں ہوئیں کیونکہ نانا سب جد فاسد ہیں صحیح کوئی نہیں۔

ذوی الارحام نمبر ۱۔ ماں کا باپ یعنی نانا

(۱) جب درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو اور ذوی الفروض و عصبہ بھی نہ ہوں، تو تمام ترکہ کا وارث نانا ہوگا نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ ہمسر اور اس درجہ دوم میں نہ کوئی اس سے مقدم ہے نہ برابر۔

(۲) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی ایک بھی موجود ہو یا عصبہ[۲] اور ذوی الفروض میں سے کوئی موجود ہو تو نانا محروم رہے گا۔

یادداشت۔ اول مرتبہ جب ہم نے بیان کیا کہ ذوی الارحام کو میراث جب مل سکتی ہے کہ جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی موجود نہ ہوں وہاں یہ بھی تبلادیا تھا کہ اگر میت نے صرف زوجہ یا صرف شوہر چھوڑا ہو تو وہاں ذوی الارحام کو باقی مال مل سکتا ہے پس ذوی الارحام کی میراث کو روکنے والے زوجہ اور شوہر نہیں ان کے سوا جب دوسرے ذوی الفروض اور عصبے ہیں وہ ذوی الارحام کیلئے حارج ہیں اس بات کا ہر جگہ خیال رکھنا چاہیئے بار بار ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) نمبر دوم والے ذوی الارحام جو اب مذکور ہوں گے نانا کے سامنے محروم رہتے ہیں۔

ذوی الارحام نمبر ۲/۸ باپ کا نانا یعنی دادی کا باپ، ماں کا دادا۔ ماں کا نانا۔ ماں کی دادی یہ چار آدمی نمبر دوم کے ذوی الارحام ہیں تین مرد اور ایک عورت

---

[۱] اہل علم معاف فرمادیں احقر نے آسانی کیلئے جابجا مفرد کے لئے بھی ذوی الارحام کا لفظ لکھ دیا ہے۔ تاکہ عوام کو ذی رحم اور ذوی الارحام میں فرق کی مشکل نہ پڑے ۱۲ [۲] ذوی الارحام میں ہر جگہ یہ شرط ہے۔ کہ عصبہ اور ذوی الفروض موجود نہ ہوں صرف یاددہانی کے لئے کسی جگہ لکھ دیا جاتا ہے ۱۲

(۱) جب نمبر اول کا ذوی الارحام یعنی نانا موجود نہ ہو تو ان کو ترکہ ملتا ہے۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) تو کل مال اسی کو ملے گا۔ اگر دو، تین چار یا زیادہ موجود ہوں تو باہم تقسیم کرلیں۔ اور اگر عورت (یعنی ماں کی دادی) بھی ہو تو اس کو مردوں سے نصف حصہ ملے گا یعنی مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔

(۲) اگر درجہ اوّل کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو تو یہ نمبر دوم کے چاروں ذوی الارحام محروم رہ جائیں گے۔

(۳) اگر نانا موجود ہو تب بھی یہ چاروں میراث نہ پائیں گے۔

ذوی الارحام $\frac{۳}{۹}$ گیارہ شخص بہ تفصیل مندرجہ ذیل

باپ کی طرف کے ذوی الارحام۔ پڑدادی کا باپ یعنی دادا کا نانا۔ دادی کا دادا یعنی باپ کے نانا کا باپ۔ دادی کا نانا یعنی باپ کی نانی کا باپ۔ دادی کی دادی یعنی باپ کے نانا کی ماں۔

ماں کی طرف کے ذوی الارحام۔ ماں کا پڑدادا۔ ماں کی دادی کا باپ۔ نانی کا دادا۔ نانی کا نانا۔ ماں کی پڑدادی یعنی نانا کی دادی۔ ماں کی دادی کی ماں یعنی نانا کی نانی۔ نانی کی دادی یعنی ماں کے نانا کی ماں۔

تیسرے نمبر پر یہ گیارہ ذوی الارحام ہیں۔ اگر نمبر اول و دوم میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ان کو مال مل جاتا ہے (۱) اگر ان گیارہ میں سے صرف کوئی ایک مرد یا ایک عورت موجود ہو تو تمام مال اسی کو مل جائے گا۔

(۲) اور اگر پورے گیارہ ذوی الارحام یا دو چار دس پانچ موجود ہوں بعض ماں کی طرف کے ہوں یعنی باپ کی طرف کے تو کل ترکہ کو باہم تقسیم کرلیں۔ کیونکہ یہ سب لوگ ایک

درجہ اور ایک پشت کے ہیں کوئی آگے پیچھے نہیں اور نیچے نہیں باہم تقسیم تو کریں لیکن جو ذوی الارحام باپ کی طرف کے ہوں۔ ان سب کو کل مال سے دو ثلث دے دیا جائے اور ماں کی طرف کے جس قدر وارث موجود ہوں ان کو ایک تہائی دیا جائے۔ پھر یہ دونوں طرف کے آدمی اپنے اپنے مال کو حسب قاعدہ تقسیم کرلیں۔

یعنی مذکورہ بالا گیارہ ذوی الارحام میں سے پہلے چار شخص جو باپ کی طرف کے ہیں ان میں سے خواہ ایک موجود ہو یا دو تین یا چاروں زندہ ہوں ان کو کل مال سے دو تہائی دے دیا جائے گا۔ اگر مرد ہی مرد زندہ ہوں تو باہم اس کو برابر تقسیم کرلیں اور عورت بھی زندہ ہو تو اس کو مردوں سے نصف حصہ دیا جائے اور پچھلے سات آدمی جو ماں کی طرف کے ہیں ان کو ایک تہائی کل مال میں سے دے دیا جائے خواہ وہ ساتوں موجود ہوں یا کم ہوں۔ اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال کو وہی رکھ لے گا اور اگر دو چار ہیں تو باہم تقسیم کرلیں۔ عورت کو اکہرا مرد کو دو چند ملے گا۔ یہاں ان اصل رشتہ داروں کا لحاظ کیا ہے جن کے علاقہ سے ان موجودہ وارثوں کو میراث پہنچی ہے۔ یعنی کل مال کے تین حصہ کرکے دو ثلث باپ والوں کی طرف دے دے اور ایک ثلث ماں والوں کو دیا گیا (تفصیل ضمیمہ میں دیکھیے)

(۳) اگر صرف باپ کی طرف کے چار ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی۔ اور ماں کی طرف کا کوئی بالکل نہ ہو تو خود موجودہ آدمیوں کا اعتبار کرکے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیا جائے گا۔

(۴) اسی طرح اگر صرف ماں کی طرف کے سات ذوی الارحام میں سے مرد بھی موجود ہو عورت بھی اور باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہ ہو تو خود موجودہ لوگوں کا لحاظ کرکے مرد کو دہرا حصہ دیا جائے گا عورت کو اکہرا۔

(۵) جب تک ان مذکورہ بالا ذوی الارحام نمبر ۳ میں سے کوئی شخص بھی موجود ہوگا ذوی الارحام نمبر ۴ کو ہرگز میراث نہ پہنچے گی جن کا اب بیان ہوتا ہے ۔

ذوی الارحام ۴ ۔ سات دادا فاسد - چار دادیاں فاسدہ - آٹھ نانا - سات نانیاں فاسدہ

چھبیس آدمی درجہ چہارم کے ذوی الارحام ہیں اور سب چوتھی پشت کے وارث ہیں - اس لئے سب ایک درجہ میں شمار ہوئے (تفصیل ان کی نقشہ نمبر ۵ سے معلوم ہوگی)

(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی موجود نہ ہو تو ان کو میراث ملتی ہے ۔

(۲) اگر ان چھبیس میں سے صرف ایک شخص ہو تو کل مال وہی لیگا خواہ مرد ہو یا عورت ۔

(۳) اگر دو چار یا زیادہ یا سب موجود ہوں تو مال ان میں تقسیم ہوگا ۔

(۴) اگر ماں کی طرف کا کوئی ذوی الارحام موجود نہیں صرف باپ کی طرف کے موجود ہیں یعنی فاسد دادا - فاسدہ دادیاں تو مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ ملے گا ۔

(۵) اسی طرح اگر صرف ماں کی طرف کے وارث ہیں یعنی چوتھی پشت کے نانے اور اسی پشت کی فاسدہ نانیاں تو بھی مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ ملے گا ۔

(۶) اور اگر کچھ وارث باپ کی طرف کے موجود ہیں اور بعض ماں کی طرف کے بھی ہیں تو باپ کی طرف والوں کو کل مال ہیں سے دو تہائی ملے گا اور ماں کی طرف والوں کو ایک تہائی دیدیا جائے گا - پھر دونوں جانب کے لوگ اپنے مال کو حسب قاعدہ تقسیم کرینگے جیسا کہ ابھی نمبر سوم کے ذکر میں بیان ہوا ۔

درجہ دوم کے ذوی الارحام کو ہم نے چار پشت تک بیان کیا ہے - اوّل پشت یعنی اوّل نمبر میں صرف ایک ذوی الارحام تھا (یعنی نانا) دوسری پشت یعنی

نمبر دوم میں چار تھے۔

تیسرے نمبر اور تیسری پشت میں گیارہ تھے۔ چوتھے درجہ میں چوتھی پشت کے چھبیس مرد و عورت ذوی الارحام تھے۔ اب اگر پانچویں اور چھٹی اور ساتویں پشت کا حال لکھیں تو ہر پشت میں مقدار و تعداد بڑھتی چلی جائے اور ساتویں پشت پر قریب دہ چند کے ہو جائے۔ چونکہ ان کی ضرورت بہت کم پڑتی ہے۔ شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ چوتھی پشت کے ذوی الارحام کسی کے زندہ ہوں۔ اس لئے چار ہی پشت پر ختم کر دیا۔ ان میں اوّل نمبر کے سامنے دوم محروم رہتا ہے اور دوم کے سامنے سوم و علیٰ ہذا القیاس۔ چنانچہ ہر جگہ ہم نے صاف صاف بیان کر دیا ہے ؞

نقشہ:۔ اب ہم ایک فہرست و نقشہ لکھتے ہیں۔ جس سے اس درجہ دوم کے وارثوں کی ترتیب خوب واضح ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ فلاں پشت میں کتنے نانا ہو سکتے ہیں اور کس قدر فاسد دادیاں اور کتنی فاسد نانیاں ہو سکتی ہیں جو ذوی الارحام میں داخل ہیں۔

فرائض کی اکثر بلکہ کل کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ فاسد دادیاں اور نانیاں ذوی الارحام ہیں اور صحیحہ دادی اور نانیاں ذوی الفروض ہیں۔ اسی طرح دادے اور نانے دو قسم کے ہیں اور پھر صحیح و فاسد کے پہچاننے کے قاعدے لکھے ہیں۔ جو ہم طالب علموں کی سمجھ میں مشکل آتے ہیں۔ عام ناواقف مسلمان بیچارے کیا سمجھیں اس لئے ہم نے یہ جھگڑا نہیں رکھا جو دادیاں نانیاں اور دادے ذوی الفروض تھے ان کو چار پشت تک ذوی الفروض میں بیان کر دیا اور ان میں سے جو ذوی الارحام ہیں ان کو نام بنام اس ذوی الارحام کی بحث میں بیان کر دیا۔ اب اگر دیکھنے والا کچھ بھی سمجھ

رکھتا ہو گا تو انشاء اللہ شبہ نہ رہے گا۔ جب کبھی کسی دور کی نانی دادی نانا دادا کا حصّہ اور حال دیکھنا منظور ہو اس کے رشتہ کو دیکھ لو اور پھر ذوی الفروض اور ذوی الارحام کے نقشے نمبر ۲ و ۵ کو دیکھ لو کہ اس رشتہ کا نام کس جگہ لکھا ہے۔ اگر ذوی الفروض کے نقشہ میں لکھا ہے تو ذوی الفروض سمجھو اور اگر ذوی الارحام کے نقشے میں ہے تو ذوی الارحام سمجھو اور پھر دیکھ لو کہ اس پشت میں اور کتنے آدمی وارث زندہ ہیں اگر اور بھی کوئی اسی پشت کا وارث زندہ ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیگا اور یہ بھی غور کر لو کہ جس کا حال تم کو دیکھنا منظور ہے۔ اس سے قریب درجہ اور پشت کا کوئی وارث موجود نہیں۔ اگر اس سے پہلی پیڑھی کا کوئی اور ایسا ہی وارث موجود ہے تو وہ قریب والا میراث پائیگا اور دور والا محروم رہے گا۔ ذوی الفروض دادا دادیوں نانیوں میں بھی یہی حال ہے اور ذوی الارحام میں بھی ؛

نقشہ نمبر ۵ مشتمل بر ذوی الارحام درجہ دوم تا چہار پشت

یعنی نانا اور دادا فاسد اور فاسد دادیوں اور فاسد نانیوں کی ہر ایک پشت کی مفصل فہرست

تفصیل پشت و نمبر	باپ کی طرف سے ذوی الارحام	ماں کی طرف سے ذوی الارحام	نمبر ترتیب	کیفیت
پشت اول پہلا نمبر	پہلی پشت میں باپ کی طرف سے کوئی ذوی الارحام نہیں	ماں کا باپ یعنی نانا (اب الام)	۱	درجہ دوم میں یہ سب سے مقدم اور اول نمبر کا ذوی الارحام ہے
دوسری پشت یعنی نمبر دوم	باپ کا نانا یعنی دادی کا باپ ۲	ماں کا دادا۔ ماں کا نانا ماں کی دادی ۳	۴	نمبر اول کے سامنے محروم رہینگے اور نمبر سوم ان کی وجہ سے محروم ہوگا

تیسری پشت یعنی نمبر سوم	پڑدادی کا باپ، دادی کا دادا۔ دادی کا نانا، دادی کی دادی ۱۴	ماں کا پڑدادا۔ ماں کی دادی کا باپ۔ نانی کا دادا۔ نانی کا نانا۔ ماں کی پڑدادی۔ ماں کی دادی کی ماں، نانی کی دادی	۱۱	نمبر اول و دوم میں سے کوئی نہ ہو تو یہ وارث ہوتے ہیں نمبر ۴ ان کے سامنے محروم ہیں
چوتھی پشت یعنی نمبر چہارم	پڑدادا کا نانا۔ پڑدادی کا دادا۔ پڑدادی کا نانا۔ دادی کا پڑدادا۔ دادی کے باپ کا نانا۔ باپ کی نانی کا دادا۔ باپ کی نانی کا نانا۔ پڑدادا کی دادی۔ دادی[1] کی پڑدادی۔ دادی کے باپ کی نانی۔ باپ کی نانی کی دادی ۱۱ [1] تفصیل ضمیمہ میں دیکھیے،	نانا کا پڑدادا۔ نانی کی دادی کا باپ۔ ماں کی دادی کا دادا (یعنی نانا کی ماں کا دادا) ماں کی دادی کا نانا۔ ماں کے نانا کا دادا۔ ماں کے نانا کا نانا۔ ماں کی نانی کا دادا۔ ماں کی نانی کا نانا۔ نانا کی پڑدادی نانا کی دادی کی ماں۔ ماں کی دادی کی دادی۔ ماں کی دادی کی نانی۔ ماں کے نانا کی دادی ماں کے نانا کی نانی۔ ماں کی نانی کی دادی ۱۵	۲۶	نمبر اول و دوم کے سامنے محروم رہتے ہیں۔ پانچویں چھٹی وغیرہ پشتوں کا اگر کوئی ذوی الارحام ہو تو ان کی وجہ سے محروم رہے گا۔

قاعدہ (۱) اگر درجہ اول کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو تو یہ محروم رہتی ہیں
(۲) ان میں جب اوپر والے نمبر کا کوئی شخص موجود ہو تو نیچے کے سب نمبروں

والے محروم رہتے ہیں۔ جب کسی ایک نمبر میں کوئی ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی پائے گا (۴)۔ اگر دو چار ہوں اور سب ماں کی طرف کے ہوں یا سب باپ کی طرف کے ہوں تو مرد کو دُہرا، عورت کو اکہرا دے کر تقسیم کیا جائے (۵)۔ اگر دو چار ہوں اور بعض ماں کی طرف کے ہوں اور بعض باپ کی طرف کے ہوں تو باپ کی طرف والے مردوں اور عورتوں کو دُہرا اور ماں کی طرف والے مرد اور عورت کو اکہرا حصہ دے کر تقسیم کیا جائے (تفصیل پہلے گذر چکی ہے)

فصل۳ ذوی الارحام کا تیسرا درجہ

بہنوں کی اولاد۔ بھائیوں کی وہ اولاد جو عصبہ نہیں

جب درجہ اول و دوم کے ذوی الارحام موجود نہ ہوں (اور عصبہ اور ذوی الفروض بھی کوئی نہ ہو) تو درجہ سوم کے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ ان میں بھی جو میت کے قریب علاقہ رکھتا ہے وہ بعید سے مقدم ہے یعنی جن ۴ نمبروں کا ذکر کرتے ہیں ان میں اوّل نمبر کے سامنے دوم نمبر والے محروم رہیں گے اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم نمبر والے محروم ہوں گے (علیٰ ہذا القیاس۔ جیسا کہ درجہ دوم کے چار نمبروں میں عنقریب ہی مذکور ہو چکی ہے۔

ذوی الارحام ۱ / ۱۱ (۱) دس شخص مندرجہ ذیل۔ حقیقی بہن کا بیٹا۔ بیٹی۔ علاقی بہن کا بیٹا

(۱) اگر ذوی الارحام کو اول سے شمار کریں تو یہ گیارھواں نمبر ہے۔ اگر خاص تیسرے درجہ کے ذوی الارحام کو دیکھنا چاہیں تو یہ اول نمبر ہے اس لئے نمبر ایک لکھا اور نیچے نمبر گیارہ لکھا۔ اسی طرح دوسری جگہ سمجھ لو ۱۲ منہ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے۔

بیٹی۔ اخیافی بہن کا بیٹا۔ بیٹی ۔ حقیقی بھائی کی بیٹی۔ علاتی بھائی کی بیٹی۔ اخیافی بھائی کا بیٹا۔ بیٹی۔

درجہ سوم میں یہ دس آدمی نمبر اول کے ذوی الارحام ہیں۔ یہ سب مساوی اور برابر ہیں ان میں کوئی مقدم اور زیادہ مستحق نہیں۔

(۱) جب درجہ اول و دوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تو ان کو میراث ملتی ہے

(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہو تو بلا تکلف اس کو کل مل جائے گا۔

(۳) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں۔ جب بھی بلا تکلف مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا مل جائے گا۔ مثلاً دس بھانجا بھانجی یعنی سگی بہن کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں موجود ہیں تو مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا حصہ مل جائے گا۔

(۴) لیکن اگر چند آدمی موجود ہوں اور کئی رشتہ داروں کی اولاد ہوں تو ان میں باہم تقسیم ہونے کا حساب مشکل ہے غور سے سمجھو (اور سمجھ میں نہ آوے تو چھوڑ دو)

حساب: (جب یہ دس آدمی یا ان میں سے دو چار موجود ہوں یا ایک ہی کے نام کے کئی عدد موجود ہوں۔ مثلاً تین بھانجے۔ چار بھانجیاں۔ پانچ بھتیجیاں تو ایسے وقت میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہوگا۔ اول یہ کہ جو شخص عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہے گا۔ اور جو شخص عصبہ کی اولاد نہیں بلکہ ذوی الارحام کی اولاد ہے وہ عصبہ کی اولاد کے سامنے میراث سے محروم رہے گا۔ دوسرے یہ کہ جب کئی آدمی مساوی درجہ کے مستحق ہوں تو خود موجود لوگوں کے مرد و عورت ہونے کا اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی اصلوں کو دیکھتے ہیں کہ اگر وہ موجود ہوتے تو کس حساب سے حصہ پاتے۔ مثلاً بھتیجیاں بھائی کی اولاد ہیں اور بھانجیاں بہن کی اولاد ہیں تو بھائی کی موجودگی میں بہن کو جو حصہ

قسم دیکھئے

ملا کرتا تھا۔ اسی حصہ کو لاکر بہن کی اولاد پر تقسیم کردیں گے اور للذکر مثل حظ الانثیین کا قاعدہ جاری کریں گے۔ اور بھائی کو جو حصہ اوپر کے درجہ میں بوقت زندگی ملتا اس کو لاکر بھائی کی اولاد پر تقسیم کردیں گے لیکن اولاد کی تعداد کے مطابق اس حصہ کو بڑھادیں گے مثلاً بہن کو ایک حصہ ملتا ہے اور اب اس کی اولاد ہے پانچ عدد تو سب کو ایک حصہ دیدینگے اور اس طرح پانچ حصے بہن کی اولاد کو ملیں گے اور بھائی کو چونکہ دو حصے ملتے ہیں۔ لہذا اس کی تمام اولاد کو دو دو حصے دیدے اور چونکہ تعداد اس کی اولاد کی چار تھی۔ لہذا گویا بھائی کو بجائے دو کے آٹھ حصے ملے کیونکہ اس کی اولاد کی تعداد کے موافق ہم نے اس کے حصے کو بڑھادیا تھا اور ہمشیرہ کو بجائے ایک حصے کے پانچ حاصل ہوئے۔ کیونکہ اس کی اولاد پانچ ہیں۔ اب ہم ایک مثال اور سوال[1] و جواب لکھ کر سمجھانا چاہتے ہیں شاید کہ ان سے کسی کی سمجھ میں اصل مقصود بخوبی آجائے:

مثال۔ زید کا انتقال ہوا اس کے کوئی وارث عصبوں اور ذوی الفروض میں سے موجود نہ تھا۔ تین بھتیجیاں، دو بھانجے اور دو بھانجیاں کل سات وارث چھوڑے اب اگر موجودہ مرد و عورت کا لحاظ کریں اور ان کی اصلوں کا اعتبار نہ کریں تو کل مال کے نو حصے کرکے دو دو فیصد فی کس دونوں مردوں کو دیدیں اور ایک، ایک فی آدمی پانچ عورتوں کو دے دیں لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ ان کی اصلوں کو دیکھا۔ بھتیجوں کی اصل

[1] سوال:۔ آپ نے بتلادیا کہ جو ذوی الارحام عصبہ کی اولاد ہو وہ مقدم رہے گا لیکن اگر کوئی شخص ذوی الفروض کی اولاد ہو اور دوسرا ذوی الارحام کی اولاد ہو تو یہ ذوی الفروض کی اولاد اس سے مقدم رہے گی یا نہیں۔ جواب اس درجہ سوم میں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ذوی الارحام کی اولاد اور ذوی الفروض کی اولاد ایک نمبر پر آجائیں اور مقابل ہوجائیں ۱۲

ہے۔ بھائی اور بھانجا بھانجی کی اصل ہے۔ ہمشیرہ اور بھائی بہن میں جو مال تقسیم ہوتا ہے تو دو حصے بھائی کو ملتے ہیں اور ایک حصہ بہن کو۔ لہٰذا کل مال کو (جو تیس روپیہ تھا) تین حصہ کر کے ایک حصہ بہن کو دیا اور دو حصے بھائی کو پھر حسب بیان مذکور سابق بہن کی اولاد کی تعداد چونکہ چار تھی۔ لہٰذا (حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ) اس کو اکہرے چار حصے دیئے اور بھائی کی اولاد چونکہ تین تھی لہٰذا بھائی کی طرف تین حصے دُہرے دُہرے رکھ دیئے کیونکہ بھائی کو دوہرا حصہ ملا تھا۔ پس اب کل مال میں سے جس کی مقدار تیس روپیہ تھی۔ دُہرے دُہرے تین حصے یعنی اکہرے چھ حصے بھائی کی اولاد کو دیئے (چھ حصے میں ۱۸ روپیہ ہوئے یعنی فی حصہ تین روپے) اور ہمشیرہ کی اولاد کو چار حصے دیئے (یعنی ۱۲ روپے) پس اب ان چار حصوں کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیا۔ دونوں بھانجوں کو چار چار روپیہ اور دونوں بھانجیوں کو دو دو روپیہ اور وہ جو چھ حصے یعنی اٹھارہ روپے بھائی کی اولاد کو دیئے گئے تھے ان کو اس کی تینوں بیٹیوں پر تقسیم کرو۔ یافی بیٹی چھ روپیہ صورت اس کی یہ ہے۔

بھائی کی اولاد کو چھ حصے یعنی ۱۸/۳۰ روپیہ دیئے گئے۔ یعنی کل مال ۳۰ روپیہ کو دس حصوں پر تقسیم کیا۔ بہن کی اولاد کو چار حصے یعنی ۱۲/۳۰ دیئے گئے۔

غرض بھائی کو جو حصہ پہنچتا تھا اسی کو اس کی اولاد کی تعداد کے موافق بڑھا ایسا اور پھر انہیں پر تقسیم کر دیا۔ اسی طرح ہمشیرہ کو جو حصہ ملتا ہے۔ اس کی اولاد کی تعداد کے موافق بڑھا کر انہیں پر تقسیم کر دیا۔ یعنی کل مال کے دس حصے ہو کر چھ بھائی کی طرف پہنچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے اور چار حصہ ہمشیرہ کی طرف پہنچے اور اولاد پر تقسیم ہوئے۔

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
دو حصّے	دو حصّے	دو حصّے	دو حصّے	دو حصّے	یک حصّہ	یک حصّہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

سوال :- اگر صورت مذکورہ بالا میں ایک بھتیجا بھی موجود ہوتا۔ تو پھر حصہ کس طرح تقسیم ہوتا۔

جواب :- بھتیجا چونکہ عصبہ ہے لہذا اگر وہ موجود ہوتا تو کل مال اسی کو پہنچ جاتا اور بھتیجیاں اور بھانجے وغیرہ ذوی الارحام سب محروم رہ جاتے۔

سوال :- اگر کسی شخص نے تین بھانجے دو بھانجیاں اور چار بھتیجیاں چھوڑیں اور بعد تجہیز و تکفین کے انتالیس روپیہ مال چھوڑا تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب :- بھائی کی اولاد کی تعداد چونکہ چار ہے اور بھائی کو دُہرا حصّہ ملا کرتا ہے۔ لہذا چار حصے دُہرے دُہرے بھائی کی طرف رکھیں گے اور بہن کی اولاد چونکہ پانچ ہے۔ لہذا اس کی طرف پانچ حصّے اکہرے اکہرے رکھیں گے۔ غرض کل مال کے تیرہ حصّے ہو جائیں گے اور پانچ حصوں کو ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیں گے۔ مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا اور آٹھ حصّوں کو بھائی کی چاروں بیٹیوں پر برابر تقسیم کر دیں گے۔ صورت اس کی یہ ہے۔

کل مال ۳۹ تقسیم شدہ بر ۱۳ حصّہ

[illegible]

بھائی کی اولاد کو ۴ حصے دہرے دہرے یعنی [illegible] - بہن کی اولاد کو پانچ حصے اکہرے یعنی ۱۵

لے یعنی چار دہرے حصّے جن میں سے آٹھ اکہرے حصے ہوتے ہیں مع تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	۲ حصے	یک حصہ	یک حصہ
ےر	ےر	ےر	ےر	۱۲ؔ ہے	۱۲ؔ ہے	۱۲ؔ ہے	۱۲ؔ آر	۱۲ؔ آر

بھائی کی طرف جو آٹھ حصے یعنی لعہ۱۶ دیئے گئے تھے ان میں سے سب بھتیجوں کو دو دو حصے دے دیئے گئے اور بہن کی اولاد کو جو ۳۰ روپیہ میں سے پانچ حصہ[1] یعنی ۱۰ دیئے گئے تھے۔ ان پندرہ کو آٹھ حصے کر کے دُہرا دُہرا بھانجوں کو اور اکہرا اکہرا بھانجیوں کو دیا۔

سوال۔ اگر دو حقیقی بھانجا بھانجی اور تین اخیانی بھتیجیاں چھوڑیں تو حسب قاعدہ مذکورہ سابقہ ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ کل مال کے چھ حصے کر کے ایک حصہ اخیانی کی اولاد کو دیا۔ کیونکہ اخیانی بھائی اگر ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ مگر چونکہ اس کی پانچ اولاد ہیں۔ لہذا اس ایک حصے کے پانچ کر دیئے اور بہن کو پانچ حصے[1] ملے تھے۔ چونکہ اس کی اولاد دو عدد ہیں لہذا پانچ کو دو دو دفعہ کیا تو دس ہوگئے۔ اب کل مال کے ۱۵ حصے ہوکر پانچ حصہ اخیانی بھائی کی طرف گئے اور اس کی اولاد پر برابر تقسیم ہوگئے۔ کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت کو برابر حصہ ملتا ہے اور حقیقی بہن کی طرف جو دس حصے پہنچے تھے ان میں سے مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دے کر تقسیم کر دیئے۔ صورت اس کی یہ ہوئی۔

کل مال ۳۰ روپیہ تقسیم شدہ بر پندرہ سہام

حقیقی بہن کی اولاد کو پانچ حصے[2] پہنچے — اخیانی بھائی کی اولاد کو ایک حصہ پہنچا

[1] یعنی وقت موجود ہونے اخیانی بھائی کے بہن حقیقی کو کل مال میں سے باقی پانچ حصے ملتے تھے [2] چونکہ اولاد دو ہیں ان کو دگنا کر کے دس کر دیا۔ عہ و سہ تفصیل ضمیمہ میں دیکھیے

حقیقی بھانجا	حقیقی بھانجی	اخیافی بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجی	بھتیجی
دو حصے	یک حصہ	یک	یک	یک	یک	یک
عہ ۵ر۴ پائی	۱۰ر۸ پائی	عہ	عہ	عہ ر	عہ ر	عہ ر

تیس روپیہ کے پندرہ حصے لگا کر دس حصے (یعنی عنہ ۲۰ روپے) ہمشیرہ کی اولاد پر تقسیم کر دیئے۔ مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔ اور پندرہ حصوں میں سے پانچ حصے (یعنی دس روپیہ) اخیافی بھائی کی اولاد پر برابر تقسیم کر دیئے۔ کیونکہ مرد و عورت اخیافیوں میں برابر رہتے ہیں۔ یہاں تک درجہ سوم کے نمبر اوّل کا بیان ہوا یعنی بھائی بہنوں کی اولاد بلاواسطہ ان کے آگے نمبر دوم والے یہ لوگ ہیں۔

درجہ سوم کے ذوی الارحام نمبر ۲ ۱۲ بارہ قسم کے رشتہ دار

[1] حقیقی بھتیجے کی دختر۔ [2] علاتی بھتیجے کی دختر۔ [3] اخیافی بھتیجے کی اولاد۔ [4] حقیقی بھتیجی کی اولاد۔ [5] علاتی بھتیجی کی اولاد۔ [6] اخیافی بھتیجی کی اولاد۔ [7] حقیقی بھانجوں کی اولاد۔ [8] علاتی بھانجوں کی اولاد۔ [9] اخیافی بھانجوں کی اولاد۔ [10] حقیقی بھانجیوں کی اولاد۔ [11] علاتی بھانجیوں کی اولاد۔ [12] اخیافی بھانجیوں کی اولاد۔

جب تک نمبر اول کے لوگوں میں سے کوئی بھی موجود ہوگا۔ ان میں سے کسی کو میراث نہ پہنچے گی۔ جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو ان کو نمبر اول والوں کے قاعدے کے مطابق میراث پہنچے گی یعنی

(۱) اگر ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا تکلف وہ کل مال کا مالک ہو جائے گا

(۲) اگر چند آدمی ہیں لیکن سب ایک ہی رشتہ دار کی اولاد ہیں —— تو للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کی بموجب تقسیم کرلیں۔

(۳) اگر چند آدمی ہیں اور مختلف رشتہ داروں کی اولاد ہیں تو عصبہ کی اولاد مقدم ہوگی ان لوگوں پر جو عصبہ کی اولاد نہیں ہیں یعنی حقیقی اور علاتی بھتیجوں کی بیٹیوں کے سامنے اور سب محروم رہ جائیں گے۔

(۴) اگر عصبہ کی اولاد کوئی نہ ہو تو ترکہ اور میراث سب موجودہ وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ لیکن موجودہ لوگوں کے مذکر و مؤنث ہونے کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ ان کی اصلوں کو دیکھ کر جو حصہ اصل کو پہنچتا اسی کو نیچے لاکر اس کی اولاد پر تقسیم کردیں گے جیسا کہ نمبر اول میں بیان ہوا۔

(۵) جب تک یہ لوگ موجود ہوں گے نمبر سوم کے ذوی الارحام محروم رہیں گے۔

ذوی الارحام نمبر ۳/۱۳ بھانجا۔ بھانجی اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہ ہوں۔

(۱) یہ لوگ نمبر دوم کی اولاد ہیں۔ نمبر دوم میں سے جب تک کوئی ایک بھی ہو گا یہ محروم رہیں گے۔

(۲) جب تک ان میں سے ایک شخص بھی موجود ہو گا نمبر چہارم محروم رہیں گے۔

ذوی الارحام نمبر ۴/۱۴ بھانجا بھانجی اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پوتی (جو عصبہ نہ ہوں)

(۱) جب نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث ہوتے ہیں۔

(۲) جب تک نمبر اول و دوم و سوم میں کوئی بھی موجود ہوتا ہے یہ محروم رہتے ہیں۔

باقی حال ان کا مانند نمبر اول و دوم کے ہے (۱) (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

تیسرے درجے کے ذوی الارحام چار پشت تک بیان ہو گئے۔ آگے اسی طرح اولاد در اولاد کا سلسلہ چل سکتا ہے اور یہی قاعدہ ہے یہ خیال رکھنا ضرور چاہیئے کہ قریب والوں کی موجودگی میں بعید نمبر کے محروم رہیں گے۔ مثلاً نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم۔ دوم کے سامنے سوم وعلیٰ ہذا القیاس۔

چونکہ ان کے حال کی ضرورت نہیں پڑتی اور بیان مشکل ہے اس لئے صرف نمبر اول کو مفصل بیان کرکے باقی تفصیل کو مفید عام نہ سمجھ کر چھوڑ دیا ؛

ذوی الارحام کا سب سے آخری چوتھا درجہ

درجہ چہارم میں میت کی پھوپھیاں۔ خالہ، ماموں۔ اخیافی چچا اور پھر ان سب کی اولاد اور حقیقی اور علاتی چچاؤں کی دختری اولاد اور پھر میت کے باپ کی اور ماں کی پھوپھیاں، خالائیں۔ ماموں اور ان کے اخیافی چچا داخل ہیں۔ چونکہ ان کی تعداد بہت ہے اور بیان مشکل ہے۔ اس لئے ہم ان کو تین قسم کرکے علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں یعنی درجہ چہارم کی تین قسمیں ہو گئیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ہم ان کو تین درجوں میں علیحدہ بیان کرکے ذوی الارحام کے چھ درجے کر دیتے۔ لیکن چونکہ اکثر کتابوں میں ذوی الارحام کو چار ہی درجوں میں بیان کیا ہے۔ اس لئے ہم نے ان کے خلاف کرنا پسند نہ کیا اور چھٹے درجہ کی تین قسمیں کرکے سمجھا دیا والامر بید اللہ الکریم

درجہ چہارم کی پہلی قسم ماموں، خالہ۔ اخیافی چچا۔ اس درجہ کے دو نمبر ہیں الف و ب

---

[1] اسی درجہ کا نمبر سوم جس کا ذکر اب آتا ہے ۱۲ [2] تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

پہلی قسم نمبر الف۔ باپ کی طرف کے حقیقی پھوپی۔ علاتی پھوپھی۔ اخیانی پھوپھی۔ اخیانی چچا
پہلی قسم نمبر ب۔ ماں کی طرف کے حقیقی ماموں۔ علاتی ماموں۔ اخیانی ماموں۔ حقیقی خالہ علاتی
خالہ، اخیانی خالہ۔ درجہ چہارم کی اس پہلی قسم میں دس رشتوں کے وارث ہیں۔ یعنی نمبر
الف میں باپ کی طرف کے چار اور نمبر ب میں والدہ کی طرف کے چھ۔ کل دس طرح کے
وارث ہوئے۔

اب ان کے قاعدے گوش ہوش سے سنو

(۱) جب درجہ سوم کے کسی نمبر کا کوئی ذوی الارحام موجود نہ ہو تو یہ لوگ وارث
ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب درجہ چہارم میں داخل ہیں اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ جب تک
قریب درجہ کے وارث موجود ہوتے ہیں بعید وارث یعنی نیچے کے درجے کے محروم
رہتے ہیں۔

(۲) اگر ان دس میں سے صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو بلا نزاع کل مال اسی کو
مل جائے گا نہ تقسیم کا جھگڑا نہ شرکت کا تصفیہ۔

(۳) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے دس پانچ وارث ہوں اور کوئی نہ ہو۔ تو کل
مال ان میں بلا تکلف برابر تقسیم ہو جائے گا۔ مثلاً دو چار حقیقی پھپھیاں ہوں تو جتنی
پھوپیاں ہوں گی۔ میت کے ترکہ کے اسی قدر حصہ کر کے سب کو برابر تقسیم کر دیا جائے
گا۔ کیونکہ پھوپیاں حقیقی سب ایک ہی نمبر کی ہیں۔ یعنی اول نمبر پہ ہم نے لکھا ہے اور
رشتہ میں نام بھی سب کا ایک ہے۔ اگر دس بھی ہوں گی تو دسوں کو حقیقی پھوپی کہیں
گے۔ یا مثلاً علاتی ماموں کئی نفر ہوں اور کوئی نہ ہو تو سب مال ان میں برابر تقسیم
ہو جائے گا۔ کیونکہ سب کا نام رشتہ میں ایک ہی ہے[1] (یعنی علاتی ماموں، اور نمبر ۵

---

[1] اگلے صفحہ پر دیکھیں

میں داخل ہیں۔ اسی طرح اور وارثوں کو سمجھ لو۔ مثلاً دو چار دس پانچ حقیقی خالہ ہوں اور کوئی نہ ہو تو انہیں میں برابر تقسیم ہوگا۔ یا پانچ سات اخیافی چچا ہوں اور کوئی نہ ہو تو انہیں میں برابر تقسیم ہوگا۔

(یہاں تک ذرا آسان تھا اب مشکل بیان آتا ہے ہوشیار ہو جاؤ)

(۴) اگر ایک ہی نام اور ایک ہی نمبر کے وارث نہیں بلکہ مختلف نمبروں کے ہیں لیکن سب نمبر الف کی طرف کے ہیں یعنی ماں کی طرف کا کوئی نہیں۔ سب باپ ہی کی طرف کے رشتہ دار ہیں (مثلاً حقیقی پھوپھی زندہ ہے اور علاتی بھی یا علاتی پھوپھی زندہ ہے اور علاتی چچا بھی) تو ان میں نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم رہے گا اور نمبر دوم کے سامنے نمبر سوم محروم رہے گا۔ لیکن نمبر سوم کے سامنے نمبر چہارم محروم نہ ہوگا۔ بلکہ سوم و چہارم باہم شریک رہیں گے اور برابر حصہ میراث پادیں گے۔ مرد عورت ہونے کا ان میں کچھ خیال نہ ہوگا۔ غرض جب باپ کی طرف کے چار وارثوں میں سے ایک دو تین چار نام کے وارث موجود ہوں اور ماں کی طرف کا کوئی بھی نہ ہو تو حقیقی پھوپی کے سامنے باقی تینوں وارث محروم ہیں یعنی علاتی پھوپھی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپھی محروم نہیں رہتی (اس لیے ہم نے کہا تھا کہ نمبر ۳ کے سامنے نمبر ۴ محروم نہیں ہوتا) بلکہ جب اخیافی چچا محروم نہ ہو اور اخیافی پھوپھی بھی موجود ہو تو جو کچھ مال ہوگا اس کو باہم بالکل برابر تقسیم کریں گے۔ جتنا مرد کو ملے گا۔ اسی قدر عورت کو ملے گا۔ کیونکہ اخیافی وارثوں

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۳۰ (ایک نام کے وارثوں سے بھی یہی مطلب ہے کہ رشتہ سب کا بالکل ایک ہی اور رشتہ میں سب کا نام ایک لیا جاتا ہو اگرچہ ان کے نام جدا جدا ہوں مثلاً کوئی عبداللہ ہو کوئی حبیب حسن کوئی خدابخش مگر رشتہ میں سب علاتی ماموں ہوں ۱۲ ست و منہ تفصیل ضمیر میں دیکھئے

میں مرد عورت کا فرق خدا تعالےٰ نے نہیں رکھا۔

مثالیں

مسئلہ ۲: حقیقی پھوپی، حقیقی پھوپی
مسئلہ ۴: حقیقی پھوپی، اخیافی پھوپی، اخیافی پھوپی، اخیافی پھوپی، اخیافی پھوپی

مسئلہ ۲: حقیقی ماموں، حقیقی ماموں، حقیقی ماموں، حقیقی پھوپی
مسئلہ ۳: علاتی خالہ، علاتی خالہ، علاتی خالہ

ان چار مثالوں میں چونکہ ایک ہی نام کے کئی کئی وارث تھے اس لئے سب کو برابر حصّہ دے کر ترکہ تقسیم ہوا۔

مسئلہ: حقیقی پھوپی، علاتی پھوپی، اخیافی چچا
علاتی پھوپھی، اخیافی چچا، اخیافی پھوپی

ان دو مثالوں میں حقیقی پھوپی کے سامنے اخیافی چچا اور علاتی پھوپی محروم رہے اور علاتی پھوپی نے اخیافی چچا و پھوپی کو محروم کیا۔

مسئلہ ۳ عہ: اخیافی چچا، اخیافی پھوپی، اخیافی پھوپی

اس مثال میں اخیافی چچا نے پھوپی کو محروم نہیں کیا۔ بلکہ مرد و عورت کو برابر حصہ پہنچا ہے (تفصیل ضمیمہ میں دیکھیئے)

(۵) جیسے باپ کی طرف کے وارثوں میں مفصل بیان ہوا۔ اسی طرح اگر ماں کی طرف کے ذوی الارحام کئی ناموں اور کئی نمبروں کے رشتہ دار ہیں لیکن جس قدر بھی ہیں سب نمبر ب کی طرف کے یعنی صرف ماں ہی کی طرف کے ہیں۔ باپ کی طرف کا کوئی ایک بھی نہیں (مثلاً حقیقی خالہ بھی زندہ ہے اور علاتی ماموں۔ یا علاتی ماموں ہے اور اخیافی خالہ) تو ان میں نمبر اول و دوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم رہیں گے لیکن حقیقی ماموں کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہ ہوگی۔ بلکہ شریک رہیں گے مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا علیٰ ہذا القیاس

علاتی ماموں و خالہ باہم ایک دوسرے کو محروم نہ کریں گے۔ بلکہ شریک رہیں گے۔ البتہ جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو اخیافی کو میراث پہنچتی ہے اور ان میں مرد و عورت حصہ لینے میں یکساں رہتے ہیں کیونکہ اخیافی ہیں۔ شاید چند مثالوں کے لحاظ سے آپ کو اس بیان کے سمجھنے میں کچھ سہولت ہو جائے ۔

اول مسئلہ

حقیقی ماموں	علاتی خالہ	اخیافی ماموں
۱	محروم	محروم

دوم مسئلہ

حقیقی خالہ	علاتی ماموں	اخیافی ماموں
۱	محروم	محروم

سوم مسئلہ ۳

حقیقی ماموں	حقیقی خالہ
۲	۱

دیکھئے پہلی مثال میں حقیقی ماموں نے سب کو محروم کر دیا اور دوسری میں حقیقی خالہ نے۔ لیکن تیسری مثال میں جب حقیقی ماموں کے ساتھ حقیقی خالہ بھی موجود تھی تو وہ اس کو محروم نہ کر سکا۔ بلکہ دونوں شریک ہو گئے ۔

چہارم مسئلہ ۱

علاتی ماموں	اخیافی ماموں	خالہ
۱	محروم	محروم

پنجم مسئلہ ۱

علاتی خالہ	اخیافی ماموں	خالہ
۱	محروم	محروم

ششم مسئلہ ۳

علاتی خالہ	علاتی ماموں
۱	۲

دیکھئے چوتھی مثال میں علاتی ماموں نے اخیافیوں کو محروم کر دیا۔ اور پانچویں میں علاتی خالہ نے اخیافیوں کے حصے کو روک دیا لیکن چھٹی مثال میں جب علاتی خالہ و ماموں جمع ہوئے تو ایک نے دوسرے کو محروم نہ کیا بلکہ باہم شریک ہو گئے مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔

ہفتم مسئلہ ۲

اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
۱	۱

اس مثال پر غور کرو کہ حقیقی و علاتی ماموں و خالہ میں سے جو کوئی موجود ہوتا تھا وہ غریب اخیافی خالہ و ماموں کو محروم کر ڈالتا تھا۔ چنانچہ پہلی مثالوں سے واضح ہو رہا ہے لیکن جب ان میں سے کوئی نہ رہا اور اخیافی ماموں و خالہ جمع ہوئے تو ایک نے

تفصیل نقشہ میں دیکھو

دوسرے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ شریک ہوئے اور شریک بھی برابر کے حصّہ دار۔ خالہ کو ماموں سے کچھ نہیں پہنچا کیونکہ اخیافیوں میں مرد وعورت کو برابر ملتا ہے یہاں تک وہ صورتیں بیان ہوئیں کہ صرف ایک طرف کے ذوی الارحام موجود ہوں۔ یعنی صرف باپ کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر الف ہوں یا صرف ماں کی طرف کے مندرجہ قسم اول نمبر ب ہوں۔ اب وہ صورت ملاحظہ کرو کہ بعض وارث باپ کی طرف کے ہوں اور بعض ماں کی طرف کے یعنی نمبر الف کی طرف کے چار وارثوں میں سے بھی کوئی زندہ ہو۔

(۶) جب کچھ وارث نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ہوں اور کچھ نمبر ب یعنی والدہ کی طرف کے تو اس صورت میں کل موجودہ ترکہ کے تین حصے کرکے دو حصے باپ کی طرف والوں کو دیدیں تاکہ وہ بھی باہم تقسیم کرلیں اور ایک حصہ ماں کی طرف والوں کو دےدیں تاکہ وہ بھی تقسیم کرلیں تقسیم کرنے کی صورت یہ ہے۔

باپ کی طرف کے ذوی الارحام کو جو دو ثلث دیئے گئے ہیں۔ اگر ان میں صرف ایک ہی شخص موجود ہے تو پورے دو ثلث وہی لے لیگا۔ اور اگر ایک نام کے دو چار آدمی ہیں تو برابر تقسیم کرلیں۔ مثلاً تین پھوپیاں ہوں لیکن حقیقی پھوپی کے سامنے علاتی پھوپی محروم رہے گی اور علاتی کے سامنے اخیافی چچا و پھوپی محروم رہیں گے۔ لیکن اخیافی پھوپی محروم نہ ہوگی۔

اب گویا ان کا حال وہی ہوگیا جو قاعدہ نمبر ۴ میں مذکور ہوا ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ وہاں والدہ کی طرف کے وارثوں میں کوئی نہ تھا۔ کل مال باپ کی طرف والوں کو دیا گیا تھا۔ اور یہاں ایک حصہ والدہ والوں کو دے دیا گیا ہے اور دو حصے باپ

والوں کے لئے رہے ہیں۔ لیکن اور باتیں سب وہی ہیں۔ حقیقی کے سامنے علاتی اور علاتی کے سامنے اخیافی جس طرح وہاں محروم تھے۔ وہی سب باتیں یہاں ہیں والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو تین ثلث میں سے ایک ثلث دیا گیا ہے اگر ان میں صرف ایک ہی آدمی موجود ہے تو اس پورے ثلث کو وہی لے لے گا۔ اور اگر ایک نام کے کئی آدمی ہیں تو مال کو برابر تقسیم کر لیں۔ مثلاً دو چار حقیقی ماموں یا حقیقی خالہ کوئی بھی موجود ہو گا۔ تو علاتی ماموں و خالہ اور اخیافی ماموں اور خالہ چاروں آدمی محروم رہیں گے لیکن حقیقی ماموں کی وجہ سے حقیقی خالہ محروم نہیں رہے گی بلکہ دونوں شریک رہیں گے۔ ماموں کو دوہرا خالہ کو اکہرا۔ اسی طرح علاتی ماموں اور خالہ ایک طرح سب کو محروم نہ کریں گے۔ بلکہ ایک ثلث مال جو ملا ہے اس میں شریک رہیں گے۔ خالہ کو اکہرا ماموں کو دوہرا مگر ان علاتیوں میں سے جب کوئی ایک بھی موجود ہو گا۔ اخیافیوں کو محروم کر دے گا اور جب ان چاروں میں سے کوئی بھی نہ ہو یعنی نہ حقیقی ماموں ہو نہ خالہ ہو۔ تو اخیافی ماموں اور خالہ وارث ہوں گے۔ اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے حصے میں خلل نہ آوے گا۔ بلکہ اگر اخیافی خالہ اور ماموں دونوں موجود ہوں تو مال کو برابر تقسیم کر لیں۔ اب گویا ان کا حال بالکل وہی ہو جائے گا جو قبل ازیں قاعدہ نمبر ۵ میں بیان ہوا تھا۔ اتنا فرق ہے کہ باپ کی طرف کے وارثوں میں وہاں کوئی نہ تھا۔ کل ترکہ والدہ کی طرف کے لوگوں میں تقسیم ہوتا تھا یہاں دو ثلث باپ والوں کو دینے کے بعد جو ایک ثلث والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو دیا گیا ہے۔ وہ اسی قاعدہ سے تقسیم ہو رہا ہے اب چند مثالیں سمجھ لو۔

مسئلہ نمبر ۹

مثال اوّل	حقیقی پھوپی	علاتی پھوپھی	اخیافی چچا	علاتی ماموں	علاتی خالہ	اخیافی ماموں	خالہ
	۶	محروم	محروم	۲	۱	محروم	محروم

اس مثال میں کل مال کے نو حصے کر کے دو تہائی یعنی ۶ سہام تو باپ کی طرف دیئے اور ایک تہائی یعنی ۳ سہام والدہ کی طرف دیئے۔ باپ کی طرف حقیقی پھوپی نے علاتی اور اخیافی کو محروم کر دیا اور کل دو ثلث مال خود لیا اور والدہ کی طرف چونکہ خالہ بھی علاتی تھی اور ماموں بھی علاتی تھا۔ اس لیئے وہ دونوں ایک ثلث میں شریک ہوئے اکہرا عورت کو دیا گیا اور مرد کو دُہرا۔ مگر ہاں ان کی وجہ سے اخیافی خالہ اور ماموں و خالہ محروم رہ گئے۔

مثال ۲ — مسئلہ ۶

علاتی پھوپی	علاتی پھوپی	حقیقی ماموں	علاتی ماموں
۲	۲	۲	محروم

مثال ۳ — مسئلہ ۹

حقیقی پھوپی	اخیافی پھوپی	اخیافی ماموں	اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
۶	محروم	۱	۱	۱

دُوسری مثال میں حسب قاعدہ کل مال کے تین ثلث کر کے دو ثلث باپ کی طرف دیئے یعنی چھ میں سے چار اور ایک ثلث والدہ کی طرف دیا یعنی چھ میں سے دو۔ والدہ کی طرف کا وارث چونکہ حقیقی ماموں تھا۔ اس لیئے اس نے وہ ایک ثلث خود لیا اور علاتی ماموں اس کی وجہ سے محروم ہو گیا اور باپ کی طرف جو دو ثلث دیئے گئے تھے وہاں چونکہ ایک ہی نام کے دو وارث تھے یعنی علاتی پھوپیاں۔ اس لیئے وہ مال ان میں برابر تقسیم ہو گیا۔

تیسری مثال میں بھی دو ثلث یعنی ۹ میں سے ۶ باپ کی طرف دیا۔ اس کو حقیقی پھوپی نے لے لیا اور اخیافی پھوپی اس کی وجہ سے محروم ہوئی اور ایک ثلث یعنی ۹ میں سے ۳ ماں کی طرف کے وارثوں کو دیا گیا جو ان میں باہم تقسیم ہو گیا۔ کیونکہ وہ سب اخیافی تھے نہ مرد عورت کا حصہ زیادہ کم ہوا نہ کسی وجہ سے کوئی محروم رہا۔ باوجودیکہ باپ کی طرف حقیقی پھوپی موجود تھی۔ مگر اخیافی ماموں و خالہ کو محروم نہ کیا۔ کیونکہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام باپ کی طرف والوں کو محروم نہیں کر سکتے اور نہ باپ کی طرف والے

ماں والوں کو محروم کرتے ہیں غرض یہ ہے کہ جب باپ کی طرف کے ذوی الارحام بھی موجود ہوں اور ماں کی طرف کے بھی تو ان میں سے ایک دوسرے کو محروم نہیں کر سکتا خواہ باپ کی طرف کتنے ہی وارث ہوں۔ ماں کی طرف والوں سے ان کا کچھ علاقہ نہ ہوگا۔ اسی طرح ماں کی طرف خواہ کوئی سا وارث ہو اور ان کی خواہ کتنی ہی مقدار ہو۔ باپ والوں سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ بلکہ باپ کی طرف والے اپنے دو ثلث لے کر علیحدہ ہو جائیں گے اور اسی قاعدے سے تقسیم کریں گے۔ جو ہم نے عنقریب بیان کیا اور ماں کی طرف والے اپنا ایک ثلث لے کر باہم تقسیم کریں گے۔ ہم نے درجہ چہارم کو تین قسم کر کے بیان کیا ہے یہاں تک پہلی قسم کا بیان ختم ہو گیا۔ جب تک ان لوگوں میں سے کوئی بھی زندہ ہوگا۔ درجہ چہارم کی قسم دوم و سوم کو کچھ حق نہیں پہنچے گا۔ اب قسم دوم کا بیان سنو۔

درجہ چہارم کی دوسری قسم یہ چچاؤں اور پھوپیوں کی اولاد۔ ماموں اور خالاؤں کی اولاد۔ بہ تفصیل ذیل قسم دوم نمبر الف باپ کی طرف کے حقیقی چچا کی بیٹیاں حقیقی پھوپی کے بیٹا بیٹی۔ علاتی چچا کی بیٹیاں۔ علاتی پھوپی کے بیٹا بیٹیاں۔ اخیافی چچا کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی پھوپی کے بیٹا بیٹی۔ **قسم دوم نمبر ب** ماں کی طرف کے حقیقی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ حقیقی خالہ کے بیٹا بیٹی۔ علاتی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ علاتی خالہ کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی ماموں کے بیٹا بیٹی۔ اخیافی خالہ کے بیٹا بیٹی

جب ان سے پہلی قسم کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو مندرجہ ذیل قواعد کے موافق ان پر میراث تقسیم ہوتی ہے۔

(۱) اگر ماں کی طرف والے وارثوں میں سے کوئی نہیں صرف باپ کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ ان کو مل جائے گا۔ اگر ماں کی طرف نمبر ب والے بھی موجود ہیں تو دو ثلث

باپ کی طرف والوں کو دیا جائے گا اور ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو۔

(۲) باپ کی طرف والوں کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا دو ثلث دیا گیا ہو وہ اس کو باہم تقسیم کر لیں۔ لیکن ان میں سب کو حصہ نہ ملے گا بلکہ

(۳) جب حقیقی چچا کی ایک بیٹی یا کئی بیٹیاں موجود ہوں گی تو باپ کی طرف کے باقی پانچوں وارث محروم رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ حقیقی پھوپی کے بیٹے بھی محروم رہ جائیں گے۔ البتہ ماں کی طرف والوں سے کچھ بحث نہ ہوگی نہ اس طرف والا ان کو نہ محروم کر سکتا ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

(۴) جب حقیقی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہ ہو تو حقیقی پھوپی کی اولاد کو حصہ پہنچتا ہے۔ اگر ایک آدمی ہو تو کُل پر قبضہ کر لے اور دو چار ہیں تو باہم تقسیم کر لیں۔ مرد کو دُہرا حصہ ملے گا۔ عورت کو اکہرا دیا جائے گا۔

(۵) جب تک حقیقی پھوپی کا کوئی بیٹا یا بیٹی موجود ہو گا۔ علاتیوں اور اخیافیوں کو کو ہرگز حصہ نہ ملے گا بلکہ علاتی چچا کی بیٹیاں بھی محروم رہیں گی اور علاتی پھوپی کی تمام اولاد بھی اور اخیافی چچا اور اخیافی پھوپی کی اولاد بھی محروم رہے گی۔ غرض حقیقی پھوپی کی اولاد کے سامنے جو نمبر ۲ پر لکھے ہوئے ہیں باقی چاروں وارث محروم رہیں گے یعنی نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶

(۶) جب حقیقی چچا کی بیٹیاں بھی نہ ہوں اور حقیقی پھوپی کی اولاد بھی بالکل نہ ہو اس وقت علاتی چچا کی بیٹیوں پر میراث پہنچے گی۔ اگر ایک ہی موجود ہو تو کل مال کی مستحق ہے اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کر لیں۔

(۷) جب تک علاتی چچا کی کوئی بیٹی بھی موجود ہو گی۔ علاتی پھوپی کی اولاد کو کچھ

حصہ ہرگز نہ ملے گا۔ اور اخیافی چچا اور پھوپی کی اولاد بھی علاتی چچا کی بیٹی کے سامنے محروم رہے گی۔ غرض علاتی چچا کی دختر مندرجہ نمبر ۳ کے سامنے باقی تین نمبر کے لوگ محروم رہیں گے یعنی نمبر ۲، ۵ و ۶

(۸) جب علاتی چچا کی کوئی بیٹی موجود نہ ہو تو علاتی پھوپی کی اولاد کو میراث پہنچے گی اگر اس کی اولاد میں ایک ہی شخص ہو تو کل مال پر قبضہ کرلے۔ اور اگر دو چار ہوں تو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا دیا جائے۔

(۹) جب تک حقیقی اور علاتی چچا اور پھوپیوں کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا۔ اخیافی چچا اور پھوپی کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملے گا اور علاتی پھوپی کی اولاد مندرجہ نمبر ۴ کی وجہ سے اخیافیوں کی اولاد نمبر ۵ و ۶ محروم رہیں گے۔

(۱۰) جب علاتی پھوپی کی اولاد میں سے بھی کوئی موجود نہ ہو تو چاروں قسم کے اخیافی مستحق ہوں گے یعنی اخیافی چچا کے بیٹا بیٹی اور اخیافی پھوپی کے بیٹا بیٹی کو میراث ملے گی۔ ان میں کوئی شخص دوسرے کو محروم نہیں کرتا۔ اگر ان میں سے صرف ایک شخص موجود ہو تو کل مال وہی لے لے اور اگر دو چار موجود ہوں تو باہم تقسیم کرلیں اخیافی پھوپیوں اور اخیافی چچا کی اولاد کو برابر کا حصہ ملے گا۔ نہ مرد عورت کا فرق ہوگا اور نہ کوئی ایک دوسرے کو محروم کرے گا۔ یعنی جس طرح نمبر اول نے دوم کو محروم کردیا تھا اور دوم نے سوم کو اور سوم نے چہارم کو۔ یہاں ایسا نہ ہوگا۔ نمبر ۵ نمبر ۶ کو محروم نہ کرے گا بلکہ شریک رہیں گے۔

یہاں تک باپ کی طرف کے ذوی الارحام کا بیان ہوا۔ یعنی اگر ماں کی طرف سے کوئی موجود نہ ہو۔ تو کل وہ مال لے کر مطابق قواعد مذکورہ بالا تقسیم کرلیں۔ اگر ماں کی

طرف کے ذوی الارحام میں سے کوئی بھی موجود ہے۔ تو ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو دے کر دو ثلث باپ کی طرف والے ان قواعد مذکورہ کے بموجب تقسیم کر لیں۔ غرض خواہ ان کو مال پہنچے یا دو ثلث پہنچے تقسیم کرنے کے قاعدے وہی ہیں جو ابھی دس نمبر تک مذکور ہوئے۔ اگر ماں کی طرف والے بھی موجود ہوں۔ تو باپ والے ان سے کچھ علاقہ نہ رکھیں گے۔ نہ بہ کسی کو محروم کریں گے نہ ان کی وجہ سے باپ والوں میں سے کوئی محروم ہوگا۔ بلکہ دو ثلث لے کر اسی کو باہم حسب قاعدہ تقسیم کر لیں۔ اور ایک ثلث ماں کی طرف والوں کو دے دیں وہ اس کو مندرجہ ذیل قواعد کے مطابق تقسیم کر لیں گے اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ تقسیم میں نہ رکھیں گے۔

(۱۱) اگر باپ کی طرف کے وارثوں میں سے کوئی نہیں۔ صرف ماں کی طرف والے ہیں تو کل ترکہ ان کو مل جائے گا۔ اگر باپ کی طرف یعنی نمبر الف والے بھی موجود ہیں تو ماں والوں کو صرف ایک ثلث پہنچے گا۔ دو ثلث باپ کی طرف والوں کا حق ہے۔

(۱۲) ماں کی طرف والوں کو خواہ کل مال دیا گیا ہو یا صرف ایک ثلث پہنچا ہو وہ اس کو باہم تقسیم کر لیں لیکن بلا تکلف ہر ایک کو حصہ نہ ملے گا بلکہ

(۱۳) جب حقیقی خالہ اور ماموں کی اولاد موجود ہوگی تو علاتیوں اور اخیافیوں کی اولاد ان کے سامنے بالکل محروم رہے گی۔ یعنی نمبر اول و دوم کے سامنے نمبر ۳ و ۴ و ۵ و ۶ سب محروم رہیں گے۔

(۱۴) اگر ان میں سے ایک ہی آدمی موجود ہے تو ایک ثلث یا کل مال جو کچھ ماں کی طرف والوں کو دیا گیا ہے وہ تنہا وارث لے گا اور مستحق ہوگا۔

(۱۵) اگر دو چار آدمی موجود ہیں مگر سب حقیقی ماموں ہی کی اولاد ہیں خالہ کی اولاد

کوئی نہیں۔ تو جو کچھ (کل مال یا ایک ثلث) ان کو ملا ہے اس کو باہم تقسیم کرلیں اور مرد کو دُہرا حصہ دیں اور عورت کو اکہرا۔ اسی طرح اگر سب وارث حقیقی پھوپی کی اولاد ہوں حقیقی ماموں کی اولاد میں سے کوئی نہ ہو تو جو کچھ (ثلث مال یا کل) ماں کی طرف والوں کو دیا گیا ہے اس کو باہم تقسیم کرلیں مرد کو دہرا عورت کو اکہرا (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

(۱۶) اور اگر حقیقی ماموں کی اولاد بھی موجود ہے اور حقیقی خالہ کی بھی تو موجودہ لوگوں کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ ماموں کی تمام اولاد کو کل مال میں سے دو تہائی دے دیں گے۔ اور خالہ کی سب موجودہ اولاد کو ایک تہائی دیا جائے گا۔ جس کو وہ حسب قاعدہ مشہور "للذکر مثل حظ الانثیین" تقسیم کرلیں گے۔

(۱۷) جب حقیقی ماموں اور خالہ کی اولاد میں سے بالکل کوئی نہ ہو تو علاتی ماموں اور خالہ کی اولاد کو میراث پہنچتی ہے۔ یعنی اگر باپ کی طرف والے ذوی الارحام موجود نہیں ہیں تو کل مال علاتیوں کو پہنچے گا۔ اگر ایک ہی شخص ہے تو کل مال وہی لے گا۔ ورنہ وہ اس کو باہم تقسیم کرلیں۔

(۱۸) صرف علاتی ماموں کی اولاد زندہ ہے یا صرف علاتی خالہ کی زندہ ہے۔ تو موجودہ مرد عورت کا لحاظ کرکے مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ دیا جائے گا۔

(۱۹) اور اگر علاتی ماموں اور خالہ دونوں کی اولاد موجود ہے تو جو کچھ (یعنی ایک ثلث یا کل) والدہ کی طرف کے ذوی الارحام کو پہنچا ہے۔ اس میں سے ماموں کی اولاد کو دُہرا حصہ دیں اور خالہ کی اولاد کو اکہرا حصہ دیں۔ جیسا کہ حقیقی خالہ اور ماموں کی اولاد میں عنقریب مذکور ہوا ہے۔

(۲۰) جب تک علاتیوں کی اولاد میں سے کوئی بھی موجود ہوگا۔ اخیافی ماموں اور خالہ

کی اولاد کو کچھ حصہ نہ ملے گا یعنی نمبر ۳ و ۴ کے سامنے نمبر ۵ و ۶ محروم رہیں گے۔

(۲۱) جب علاتیوں میں سے کوئی مرد و عورت بالکل نہ ہو تو وہ کل مال یا ثلث مال اخیافیوں پر پہنچے گا۔ اگر ایک ہی اخیافی مرد یا عورت ہے تو کل مال کا وہی مستحق ہوگا۔ اور اگر کئی آدمی ہیں تو باہم برابر تقسیم کرلیں۔ کیونکہ اخیافیوں میں مرد و عورت کا کچھ فرق نہیں ہوتا

فرق ہم نے نمبر الف یعنی باپ کی طرف کے ذوی الارحام کے چھ نمبروں میں بھی بیان کیا ہے کہ فلاں نمبر فلاں کے سامنے محروم رہتا ہے۔ اور یہاں نمبر ب یعنی ماں کی طرف والوں میں بھی یہی بیان کیا۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کی طرف والوں میں نمبر اول کے سامنے دوم بھی محروم تھا اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶ بھی۔ یہاں نمبر اوّل کے سامنے دوم محروم نہیں بلکہ دونوں شریک ہیں۔ البتہ ۳ و ۴ و ۵ و ۶ محروم ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس وہاں نمبر ۳ کے سامنے ۴ و ۵ و ۶ محروم تھے۔ یہاں نمبر ۳ کے سامنے ۴ محروم نہیں شریک ہے۔ البتہ ۵ و ۶ محروم ہیں۔ نمبر ۵ کے سامنے نمبر ۶ نہ وہاں باپ کی طرف والوں میں محروم تھا نہ یہاں ماں کی طرف والوں میں محروم ہے۔ اس بارے میں نمبر الف و نمبر ب دونوں برابر ہیں۔

یہ ذکر پھوپھیوں اور چچاؤں کی اولاد کا تھا جو عصبہ نہیں ذوی الارحام ہیں۔ اب آگے جو ان کی اولاد ہو وہ بھی اسی قسم کی دوم میں داخل ہے اور اس کا بھی بالکل یہی حال ہے جو بیان ہوا۔ مگر مذکورہ بالا اولادیں اور ان کی اولاد در اولاد میں فرق یہ ہے کہ مذکورہ بالا لوگوں کے سامنے نیچے کے درجہ کی اولاد والے وارث محروم رہیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس جب کسی عورت ہیں کئی درجے کی اولادیں موجود ہوں تو اوپر والوں کے سامنے نیچے کے درجے والے محروم رہیں گے۔ خواہ وہ اوپر کے درجے کی اولاد ہی

لوگ ہوں۔ جن کو ہم نے اس قسم دوم میں ذکر کیا ہے۔ یا کوئی ان کے سوا ان سے نیچے درجہ کی ہوں۔ ان سے جو نیچے درجے والے ہوں وہ سب ان کے سامنے محروم رہیں گے۔ مثلاً پھوپی کی پوتی بھی موجود ہے اور پڑپوتی بھی تو پوتی کے سامنے پڑپوتی محروم رہے گی۔ خواہ وہ پوتی اور پڑپوتی ایک ہی پھوپی کی ہوں یا ایک پھوپی کی پوتی ہو اور ایک کی پڑپوتی۔ بہرصورت پوتی کی موجودگی میں پڑپوتی محروم ہوگی۔ اسی طرح ماموں کے بیٹے کے سامنے پوتا محروم ہے اور پوتے کے سامنے پڑپوتا۔ اسی طرح دیگر ذوی الارحام خالہ وغیرہ کی اولاد کو خیال کر لو۔

یہ طویل بیان۔ درجہ چہارم کی قسم دوم کا تھا۔ جب تک اس قسم میں سے کوئی موجود ہوگا یا ان کی اولاد کی اولاد میں سے کوئی زندہ ہوگا قسم سوم ہرگز وارث نہ ہوں گے۔

اب صرف اس درجہ کی قسم سوم کا بیان باقی ہے۔ اس کو مختصر طریقہ سے تحریر کر کے ہم ذوی الارحام کے مشکل بیان کو ختم کرتے ہیں۔

درجہ چہارم کی تیسری قسم میں وارث بہ تفصیل ذیل

باپ کی طرف وارث نمبر الف۔ باپ کی حقیقی پھوپی۔ باپ کی علاتی پھوپی۔ باپ کا اخیافی چچا۔ باپ کی اخیافی پھوپی۔ (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

نمبر ب:۔ باپ کا حقیقی ماموں۔ باپ کی حقیقی خالہ۔ باپ کا علاتی ماموں۔ باپ کی علاتی خالہ۔ باپ کا اخیافی ماموں۔ باپ کی اخیافی خالہ۔

ماں کی طرف کے وارث نمبر الف:۔ ماں کی حقیقی پھوپی۔ ماں کی علاتی پھوپی۔ ماں کی اخیافی پھوپی۔ ماں کا اخیافی چچا۔

نمبر ب:۔ ماں کا حقیقی ماموں۔ ماں کی حقیقی خالہ۔ ماں کا علاتی ماموں۔ ماں کی

علاتی خالہ۔ ماں کا اخیافی ماموں۔ ماں کی اخیافی خالہ۔

دس نام کے وارث باپ کی طرف کے اور دس ماں کی طرف کے بیس وارث درجہ چہارم قسم سوم میں داخل ہیں۔ جب درجہ اوّل دوم و سوم کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود نہ ہو اور درجہ چہارم کی قسم اوّل میں بھی کوئی موجود نہ ہو اور قسم دوم میں بھی کوئی نہ رہا ہو جو عنقریب مذکور ہوئی ہے۔ تو اس قسم سوم کے ذوی الارحام کو میراث ملتی ہے۔ ان کا حال بالکل درجہ چہارم کی قسم اول کے مانند ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لو یعنی

(۱) اگر ان لوگوں میں سے صرف ایک آدمی ہو تو کل مال کا وہی مستحق ہوگا۔

(۲) اگر چند آدمی ہوں مگر سب ایک ہی نام کے ہوں (مثلاً باپ کے دو تین حقیقی ماموں ہوں) تو باہم تقسیم کرلیں۔

(الف ۳) اگر چند نام اور چند نمبر کے آدمی ہیں مگر سب نمبر الف ہی کی طرف کے ہیں۔ تو اسی طرح تقسیم ہوگا جس طرح قسم اول کے نمبر الف میں لکھا گیا ہے یعنی حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم رہیں گے اور علاتیوں کی موجودگی میں اخیافی محروم سمجھے جائیں گے۔

(ب ۳) اسی طرح اگر صرف نمبر ب موجود ہوں۔ نمبر الف میں سے کوئی نہ ہو تو سبھی حقیقی ماموں و خالہ کے سامنے علاتی و اخیافی محروم رہیں گے اور علاتیوں کے سامنے صرف اخیافی محروم ہوں گے یعنی نمبر اول و دوم باہم شریک اور ۳ و ۴ و ۵ و ۶ ان کے سامنے محروم اسی طرح ۳ و ۴ باہم شریک اور ۵ و ۶ ان کے سامنے محروم اور اگر ۳ و ۴ نہ ہوں تو ۵ و ۶ باہم شریک (یہ حالت تھی باپ کی طرف کے دو قسم کے وارثوں کی)

(۴) اگر ماں کی طرف کے وارث چند نام اور کئی نمبروں کے ہوں۔ مگر سب نمبر الف

ہی کی طرف کے ہوں تو بھی حقیقی کے سامنے علاتی اور اخیافی محروم یعنی نمبر اول کے سامنے دوم۔ سوم۔ چہارم محروم رہیں گے۔ اور دوم نمبر کی موجودگی میں سوم و چہارم محروم لیکن سوم کی وجہ سے چہارم محروم نہ ہوگا بلکہ برابر کا شریک رہے گا۔

(۵) اور اگر ماں کی طرف کے صرف نمبر ب والے موجود ہیں تو حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم اور علاتیوں کے سامنے اخیافی محروم بالکل جس طرح ابھی قاعدہ تین میں بیان ہوا ہے ۔ یہ حالت جب تھی کہ صرف باپ کی طرف کے یا ماں کی طرف کے وارث زندہ ہوں لیکن۔

(۶) اگر بعض وارث باپ کی طرف کے زندہ ہیں اور بعض ماں کی طرف کے تو جس طرح قسم اول کے نمبر ۲ میں مذکور ہوا ہے کل موجودہ ترکہ کے تین حصے کر لے۔ دو حصے باپ کی طرف والوں کو دے دیں اور ایک ثلث ماں کی طرف کے تمام موجودہ ذوی الارحام کو دے دیں۔ اب وہ باہم اس کو اسی طرح تقسیم کریں جیسا کہ قسم اول کے نمبر ۴ و ۵ میں مذکور ہوا ہے۔ یعنی باپ والوں کو ماں والوں سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ بلکہ اس اپنے دو ثلث کو اس طرح تقسیم کریں جیسا کہ قسم اول کے نمبر ۴ و ۵ میں مذکور ہوا ہے۔ یعنی باپ والوں کو ماں والوں سے کچھ بحث نہ ہوگی۔ بلکہ اس اپنے دو ثلث کو اس طرح تقسیم کریں کہ حقیقیوں کے سامنے علاتی محروم اور علاتیوں کے سامنے اخیافی رہیں جیسا کہ قسم اول نمبر ۴ میں مذکور ہوا) اور ماں والوں کو ایک حصہ دے دیں وہ اس کو باہم تقسیم کر لیں جیسا کہ قاعدہ نمبر ۵ قسم اول میں ذکر ہوا اور باپ کی طرف والوں سے کچھ علاقہ نہ رکھیں یعنی جب دونوں طرف کے وارث موجود ہیں تو ایک طرف والے دوسری طرف والوں کو محروم و محجوب نہ کریں گے۔ بلکہ باپ والے اپنے دو ثلث پر اور ماں والے اپنے ایک ثلث پر۔

قناعت کرکے باہم تقسیم کریں گے اور خیال رکھا جائے گا کہ حقیقی کے سامنے علاتی کو
اور علاتی کی زندگی میں اخیافی کو میراث نہ پہنچے۔

چونکہ یہ وارث بہت کم موجود ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ان کو کسی قدر مجمل بیان
کردیا ہے جو کافی ہے۔ اگر ان مذکورہ بالا تمام قسموں اور تمام درجوں کے وارثوں میں
سے کوئی موجود نہ ہو تو باپ اور ماں کی پھوپی اور خالہ وغیرہ کی اولاد کو اسی قاعدے سے
میراث ملے گی۔ جس طرح اسی قسم سوئم میں ذکر کیا جو ابھی ختم ہوئی ہے۔ لیکن چونکہ نہ وارث
کسی کے زندہ ہوتے ہیں اور نہ کہیں ان کی میراث کا مسئلہ پیش آتا ہے۔ لہذا ہم نے
زیادہ ذکر فضول سمجھا۔ واللہ اعلم بالصواب؛

گذارش۔ جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا ہے مناسب تو ذوی الارحام کے ذکر کو چھوڑ
دینا تھا لیکن مختصر طور پہ ذکر کرنے کا ارادہ ہوگیا تو میری فضول اور بے جوڑ عبارت
نے اس بیان کو بہت طویل کردیا۔ ہر چند مختصر کرنا چاہا مگر یہ خوف ہوا کہ کوئی بھی نہ
سمجھے گا۔ اس لئے طول کو اختیار کیا۔ یہ بحث مشکل ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ یہ اوراق
جو بڑی محنت سے لکھے گئے ہیں عام لوگوں کے لئے فضول ہوں گے مگر بایں خیال کہ
شاید کسی کو نفع پہنچ جائے ان کو خارج کرنا مناسب[1] نہ سمجھا۔

احقر نے تا مقدور خود اس کو عام فہم طریقہ سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے
اس سے زیادہ عام فہم بنانے پر ذہن قادر نہ تھا۔ بعض دفعہ کوئی شخص کسی بات کو بیان
کرکے سمجھتا ہے کہ اس سے زیادہ اختصار و سلامت ممکن نہیں۔ مگر دوسرا شخص ایسی
آسان و مختصر عبارت میں اس کو ادا کردیتا ہے کہ پہلا شخص بشرط انصاف مان جاتا

[1] امید ہے کہ طالب علمان عربی کو اس بحث سے نفع پہنچے گا۔

ہے کہ بے شک میرا قصور تھا۔

پس اگر کوئی صاحب توجہ فرما کر اس سے زیادہ عام فہم طرز اور مختصر الفاظ میں اس بیان ذوی الارحام کو تحریر فرما کر احقر کے پاس بھیج دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ بشرط حیات ڈیڑھ[۱] سال کے بعد جب احقر اس کتاب پر نظر ثانی کر کے دوبارہ مرتب کرے گا بجائے اس بیان کے ان کی تحریر فرمودہ بحث کتاب میں داخل کر کے ان کا نام نامی ظاہر کر دے گا۔ کیونکہ احقر کو مؤلف کہلانے کا شوق نہیں عام لوگوں کو سمجھانے کی آرزو ہے۔ والحمد للہ علیٰ فضلہ؛

ساتواں باب

فصل اوّل حصّے نکالنے اور سہام لگانے کے طریقے

جب ہر قسم کے وارثوں کی میراث کا حال اور ہر شخص کے مفصّل حصے بیان ہو چکے تو مناسب ہے کہ اب میراث کو تقسیم کرنے اور مسئلہ تبلانے کا عام فہم قاعدہ اور طریقہ بھی لکھا جائے تا کہ بعد ملاحظہ بیانات سابقہ کے ہر شخص بآسانی حصے لگانے پر قادر ہو جائے۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وارثوں میں سب سے مقدم اور مستحق ذوی الفروض

---

[۱] پندرہ برس کے بعد نظر ثانی ہو کر دوبارہ طبع ہوئی ۱۲

ہیں ان کے حصے شریعت میں مقرر ہیں۔ ان کے حصّے پورے دیئے جانے کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے وہ عصبات کو ملتا ہے اور جب ان ہر دو قسم میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام کو ملتا ہے جن کا درجہ سب سے گھٹا ہوا ہے۔ ذوی الفروض کو جو حصّے ملتے ہیں وہ یہ چھ حصّے ہیں :-

سدس یعنی چھٹا۔ ثلث یعنی تہائی۔ دو ثلث یعنی دو تہائی۔ ثمن یعنی آٹھواں۔ ربع یعنی چوتھائی ان کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں یعنی جب کسی ذوی الفروض کو حصہ ملتا ہے تو ان چھ ہی میں سے کوئی نہ کوئی ملتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ان کے علاوہ کوئی اور حصہ مل جائے۔ مثلاً یہ ممکن نہیں کہ کسی ذوی الفروض کو پانچواں حصہ یا ساتواں حصہ مل جائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان حصوں سے کم زیادہ مل جائے۔ مثلاً یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی ذوی الفروض کو نواں حصہ یا دسواں یا بارھواں حصہ مل جائے کیونکہ ان میں سب سے چھوٹا اور کم حصہ آٹھواں ہے۔ اس سے کم کسی کو نہیں مل سکتا اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان حصوں سے زیادہ کسی کو مل جائے۔ مثلاً سب سے بڑا حصہ ان میں دو ثلث ہے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی وارث کو اس سے زیادہ مل جائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تین ربع دیا جائے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ کل دیا جائے[1]

اب ایک نقشہ لکھا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان مذکورہ بالا چھ حصوں میں سے کون سا حصہ کس کس شخص کو ملتا ہے۔

---

[1] البتہ رد اور عول کی صورتوں میں زیادہ کم دیا جاتا ہے لیکن وہاں فی الحقیقت حصہ نہیں مل سکتا۔

نقشہ نمبر ۶ مشتمل بر شش حصہ مقرر شدہ برائے ذوی الفروض مع تفصیل مستحقین

نمبر	نام حصہ	تفصیل مستحقین حصہ مع تشریح مختصر
۱	نصف ۵ وارثوں کو ملتا ہے	شوہر کو ملتا ہے جبکہ مرنے والی زوجہ کے اولاد نہ ہو بیٹی کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور بھائی اس کے ساتھ نہ ہو پوتی کو ملتا ہے جبکہ میت کے بیٹی اور پوتا وغیرہ موجود نہ ہو ہمشیرہ کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو اور میت کے بیٹا بیٹی اور باپ نہ ہو علاتی ہمشیرہ کو ملتا ہے جبکہ حقیقی ہمشیرہ موجود نہ ہو۔
۲	رُبع مستحق ہیں دو وارث	زوجہ مستحق ہے جبکہ شوہر کے اولاد نہ ہو۔ شوہر مستحق ہے جبکہ زوجہ کی اولاد نہ ہو
۳	ثمن ایک وارث کا حق ہے	زوجہ کو ملتا ہے۔ جبکہ شوہر کے بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی وغیرہ موجود ہو
۴	دو ثلث چار وارثوں کو ملتا ہے	بیٹیوں کا حق ہے جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ بشرطیکہ بھائی کے ساتھ عصبہ نہ ہوں۔ پوتیوں کو ملتا ہے جبکہ بیٹیاں موجود نہ ہوں اور پوتا بھی نہ ہو۔ حقیقی بہنیں اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو ملتا ہے۔ بشرطیکہ میت کی اولاد اور باپ دادا نہ ہو۔ علاتی بہنوں کو ملتا ہے جبکہ حقیقی بہنیں نہ ہوں بشروط مذکورۃ الصدر

سے، سے، سے، سے، سے تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

۵	ثلث مستحق ہیں دو وارث	والدہ کا حق ہے۔ جبکہ میت کی اولاد نہ ہو اور دو بھائی بہن بھی نہ ہوں۔ اخیافی بھائی ۲ بہن کو ملتا ہے جبکہ ایک سے زیادہ ہوں۔
۶	سدس (یعنی چھٹا حصہ) چار وارث پاتے ہیں:	باپ ۱ کو ملتا ہے جبکہ میت کے اولاد نہ ہو۔ والدہ ۲ کو ملتا ہے جبکہ میت کی اولاد ہو یا کسی قسم کے دو بھائی بہن ہوں۔ اخیافی بھائی ۳ اگر صرف ایک ہو تو اس کو ملتا ہے۔ اخیافی بہن ۴ کو ملتا ہے جبکہ صرف ایک ہو:

یہی چھ حصے ہیں جو مختلف حالتوں میں ذوی الفروض کو ملتے رہتے ہیں۔ اس کی پوری تشریح ذوی الفروض کے مذکورہ سابقہ حالات کو پڑھنے سے ہو جائے گی۔

عصبات اور ذوی الارحام کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ سب سے مقدم اور قریب کے عصبہ کو اور اگر عصبہ موجود نہ ہو تو سب سے قریب ذوی الارحام کو پہنچتا ہے چنانچہ یہ بات پوری تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔
پس اگر کسی شخص کے ان تینوں قسموں میں سے صرف ایک ہی وارث ہو تو بعد تجہیز و تکفین مورث و ادائے دین و اجرائے وصیت، جو کچھ مال باقی رہا ہے وہ اس وارث کو مل جائے گا۔ خواہ وہ ایک وارث ذوی الفروض ہو یا عصبہ یا ذوی الارحام نہ کچھ ضرورت تقسیم کرنے کی ہے نہ حصّہ لگانے کی۔

مثلاً مسئلہ ۱ زید مرا — والدہ ۱
مسئلہ عمر مرا — بیٹا ۱
مسئلہ ۱ خالد مرا — بھانجا ۱

اور اگر وارث ایک نہیں بلکہ چند ہیں لیکن سب ایک ہی نام کے ہیں۔ یعنی سب کے

رشتہ کا ایک ہی نام ہے۔ مثلاً چار بہنیں ہیں یا پانچ پوتے ہی پوتے ہیں یا تین ماموں ہی ماموں ہیں۔ جب بھی کچھ دقت نہیں ان کی جس قدر تعداد ہو اسی قدر سہام کر کے ایک ایک سہام سب کو دے دو۔ خواہ وہ ذوی الفروض ہوں یا عصبہ یا ذوی الارحام

مثال ذوی الفروض کی

مسئلہ

زوجہ	زوجہ	زوجہ

مسئلہ ۴

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۱	۱	۱	۱

مسئلہ ۳

ہمشیرہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ
۱	۱	۱

مثال عصبات کی

مسئلہ ۶

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
۱	۱	۱	۱	۱	۱

مثال ذوی الارحام کی

مسئلہ ۳

نواسا	نواسا	نواسا
۱	۱	۱

مسئلہ ۳

بھانجا	بھانجا	بھانجا
۱	۱	۱

قاعدہ عصبات اور ذوی الارحام میں جس جگہ مرد و عورت شریک ہو کر وارث ہوتے ہیں۔ مثلاً بیٹی بیٹے کے ساتھ۔ بہن بھائی کے ساتھ۔ بھانجی بھانجے کے ساتھ۔ نواسی نواسے کے ساتھ تو وہاں ان مرد و عورتوں کو ایک ہی نام کے وارثوں کے مانند سمجھتے ہیں اور مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا حصہ خیال کر کے جس قدر سہاموں کی ضرورت ہوتی ہے بنا لیتے ہیں۔ مثلاً

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

یہاں ہم نے بیٹے اور بیٹی کو دو قسم کے وارث نہیں سمجھا بلکہ ایک ہی نام کے وارث سمجھ کر بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین ہر ایک بیٹے کو بجائے دو بیٹیوں کے سمجھ کر گیارہ سہام پر ترکہ تقسیم کر کے مردوں کو دو دو حصے دیئے۔ عورتوں کو ایک ایک یا مثلاً

۹

نواسا	نواسا	نواسا	نواسی	نواسی	نواسی
۲	۲	۲	۱	۱	۱

یہاں بھی سب کو ایک قسم کے وارث سمجھ کر مرد کے لئے دو اور عورت کے لئے ایک حصہ تجویز کر کے کل مال کے نو سہام بنا کر تقسیم کر دیا۔ پس یہی حال سمجھ لو جبکہ بھائی کے ساتھ مل کر بہنیں عصبہ ہوں یا پوتے کے ساتھ پوتیاں عصبہ بن جائیں یا بھانجے کے ساتھ بھانجیاں وارث ہوں۔

اور اگر مختلف رشتہ دار ہیں تو دیکھو کہ ان میں ذوی الفروض صرف ایک ہے یا چند آدمی ہیں۔ اگر ایک ہی ذوی الفروض ہے تو اس کا جو کچھ حصہ ہے اسی کے موافق سہام مقرر کر کے ایک اس کو دے دو اور باقی عصبات کو دیدو

مسئلہ ۴
زوجہ ۱　تین بیٹے ۳

مسئلہ ۶
اخیافی بھائی ۱　دو چچا ۵

آپ نے جو کچھ ذوی الفروض کے حصے سے باقیماندہ عصبات کو دیا ہے وہ اس کو حسب قاعدہ باہم برابر[1] تقسیم کر لیں گے اور اگر کئی آدمی ذوی الفروض ہیں اور عصبہ کوئی بھی نہیں تو ایک خط کھینچ کر اس کے نیچے سب وارثوں کو لکھو جو بوقت مرنے مورث کے زندہ تھے اور پہلی فصلوں میں دیکھ کر ہر ایک ذوی الفروض کا حصہ مقررہ اس کے نیچے لکھتے جاؤ اور دیکھو کہ سب کو حصے ملنے کے بعد کچھ باقی رہا ہے یا نہیں۔ اگر باقی رہا ہے تو وہاں جو کوئی عصبہ ہے اس کو دے دو اور اگر باقی نہیں رہا تو عصبہ کے نیچے لفظ محروم لکھ دو اور پھر غور سے حاجب و محجوب کی بحث دیکھ لو شاید ان میں کوئی وارث محجوب ہو اور تم نے غلطی سے حصہ دے دیا ہو) اگر دو تین عصبے ہوں تو یہ بھی دیکھ لو کہ ان میں کون مقدم اور قریب ہے جو مقدم ہے اس کو ذوی الفروض سے بچا ہوا دے دو اور بعید عصبے کو محروم لکھ دو۔

[1] اگر کوئی عورت ساتھ ہو گی تو مرد کو اکہرا حصہ دینگے۔ مثلاً بھائی کے ساتھ بہن یا پوتے کے ساتھ پوتی ۱۲

اب ان باتوں کو ایک مثال میں سمجھو۔ جس میں سب وارث ذوی الفروض ہی ذوی الفروض ہیں۔ ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے چار وارث چھوڑے۔ والدہ دختر۔ پوتی۔ شوہر ہم نے ایک خط کھینچ کر اس کے نیچے چاروں وارثوں کو لکھا اور پھر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور نقشوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ جب

شوہر	والدہ	دختر	پوتی
ربع	چھٹا	نصف	چھٹا

میت کے اولاد ہوتی ہے تو شوہر کو چوتھا حصہ ملتا ہے اور والدہ کو چھٹا۔ یہی حصے ان دونوں کے نیچے ہم نے لکھ دیئے پھر دیکھا جب دختر تنہا ہوتی ہے تو اس کو نصف ترکہ ملتا ہے وہی اس کے نیچے لکھا۔ پوتی کے حالات میں لکھا ہے کہ اگر میت کی ایک بیٹی موجود ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اس لئے ہم نے چھٹا حصہ پوتی کے نام کے نیچے لکھ دیا۔ پس میت کا کل ترکہ تقسیم ہو گیا۔ اس کے بعد دوسری مثال پر خیال کرو۔ جس میں عصبہ بھی موجود ہے۔ ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ دو دختر ایک نانی ایک بھائی چھوڑا۔ ان سب وارثوں کا نام ہم نے ایک خط کے نیچے لکھ کر ذوی الفروض کے مفصل حالات اور حصوں کے موافق زوجہ کو آٹھواں۔ دو بیٹیوں کو دو ثلث نانی کو چھٹا حصہ دیا۔ اس کے بعد جو کسی قدر مال باقی رہ گیا وہ بھائی کو دیا جو عصبہ ہے یہاں بھی مسئلہ حل ہو کر ترکہ تقسیم ہو گیا

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
آٹھواں	دو ثلث	چھٹا	باقی

تیسری مثال کو بھی اسی طرح سمجھ لو جس میں عصبہ موجود ہے لیکن کچھ مال ذوی الفروض سے باقی نہیں رہا۔ اس لئے محروم ہے

شوہر	والدہ	ہمشیرہ اخیافی	چچا
نصف	ثلث	سدس	محروم

کیونکہ حسب قاعدہ نصف شوہر کو ملا۔ ایک ثلث والدہ کو اور چھٹا حصہ اخیانی ہمشیرہ کو۔ یہ ثلث اور چھٹا مل کر بھی نصف ہو گئے۔ نصف شوہر نے لیا نصف ان دونوں نے بس ترکہ کا فیصلہ ہو گیا اور چچا صاحب جو عصبہ تھے خالی رہ گئے۔

ابھی ہم کو بہت سی مثالیں بیان کرنا باقی ہیں۔ لیکن ان سے پہلے آپ اس ضروری بات پر خیال کریں کہ ان تین مثالوں میں آپ نے حصے بھی لگا دیئے اور ترکہ تقسیم کر دیا اور بلاشبہ اس قدر معلوم ہو جانا بھی بہت غنیمت اور بڑا بھاری علم ہے لیکن یہ بات ابھی معلوم نہیں ہوئی کہ ان تینوں مثالوں میں کل ترکہ کو کتنے سہام بنا کر وارثوں میں تقسیم کریں۔ مثلاً پہلی مثال میں ہم نے چوتھا حصہ شوہر کو چھٹا حصہ والدہ کو نصف دختر کو چھٹا پوتی کو دیا ہے۔ اب یہ سمجھنا باقی ہے کہ کل ترکہ کو کتنے سہام کر کے ان لوگوں پر تقسیم کریں اور جس کو نصف پہنچا ہے اس کو کس قدر سہام دیں اور جس کو چھٹا پہنچا ہے اس کو کس قدر اور جس کا حصہ رُبع ترکہ ہے اس کو کتنے سہام دیں بس اسی بات کو غور سے سنو۔

ہم نے یہ تبلا دیا تھا کہ جس جگہ صرف ایک وارث ہو یا ایک نام کے چند وارث ہوں۔ وہاں کچھ جھگڑا تقسیم میں نہیں رہتا۔ بلکہ جس قدر آدمی ہوتے ہیں۔ اسی قدر سہام بنا کر ایک ایک حصہ سب کو دے دیتے ہیں۔ اس لئے ہم اس قاعدہ کو نہیں دہراتے۔ بلکہ اسی صورت میں مذکورہ بالا تین مثالوں کو سمجھاتے ہیں جہاں مختلف وارث ہوں پہلی مثال میں اگر ہم کل مال کے تین سہام کر کے آدھا سہام والدہ کو دیں آدھا پوتی کو اور ڈیڑھ سہام بیٹی کو اور پونا[۱] سہام شوہر کو تب بھی میراث بخوبی تقسیم

[۱] یعنی ایک سہام میں سے تین ربع یعنی کل مال کا چوتھا حصہ۔ ۱۲

ہو جائے گی اور جس کا جتنا حق تھا اس کو مل جائے گا کیونکہ تین سہام میں سے چوتھا سہام شوہر کو ملا تو چوتھا حصہ مل گیا اور والدہ اور پوتی کو نصف نصف سہام ملا تو چھٹا حصہ ہر ایک کو پہنچا اور تین سہام میں سے ڈیڑھ سہام پوتی کو ملا تو نصف مل گیا۔ لیکن حصول کو توڑ توڑ کر دینا پڑا[۱]۔ اور فرائض میں یہ قاعدہ ہے کہ مال کے اتنے سہام بناتے ہیں جن کو تقسیم کرنے میں توڑنا نہ پڑے اور ہر شخص کو سالم سہام مل جائیں۔ پس ہم نے سوچا کہ شاید اس صورت میں چار سہام کرکے تقسیم کرنے سے پورا پورا سہام ملے۔ لیکن غور سے دیکھا تو یہاں اور بھی زیادہ ٹکڑے کرکے تقسیم کرنا پڑتا ہے اور پانچ میں بھی یہی خرابی ہے تو چھ سہام کرکے تقسیم کرنا چاہا تو وہاں شوہر کو ڈیڑھ سہام دینا پڑتا اسی طرح سات سہام آٹھ سہام نو سہام دس سہام گیارہ سہام کرنے میں کسی طرح بلا توڑے سہام کے تقسیم نہیں ہو سکتا۔ لہذا بارہ سے تقسیم کرنا چاہا تو ایسی طرح تقسیم ہو گیا کہ سہام کو توڑنا نہ پڑا اور حصہ ہر شخص کو پورا مل گیا۔ یعنی کل مال کے بارہ سہام کرکے بارہ میں سے چوتھا حصہ یعنی ۳ سہام شوہر کو دیئے۔ چھٹا حصہ یعنی دو سہام والدہ کو اور اسی قدر پوتی کو دیئے اور بارہ میں سے نصف یعنی چھ سہام بیٹی کو دیئے۔ پس کل مال کا فیصلہ ہو گیا اور سہام میں کسر نہ واقع ہوئی یعنی کوئی حصہ توڑنا نہ پڑا

اب ہر جگہ یہی قاعدہ سمجھ لو کہ اول ایک خط کے

شوہر	والدہ	دختر	پوتی
ربع ۳	چھٹا ۲	نصف ۶	چھٹا ۲

نیچے وارثوں کو لکھ کر ان کے حصے لگادو اور پھر دیکھو کہ کتنے سہام کرنے سے بلا تکلف مال تقسیم ہوتا ہے اور سہام کو توڑنا نہیں پڑتا۔ جتنے سہام کرنے کے بعد مطلب حاصل

---

[۱] سہام تیرہ بنا دیں گے اور تقسیم کرنے کے لئے حساب بارہ سے لگا دیں گے۔ کیونکہ ایک سہام صرف عول کے لئے بڑھا ہے۔ مطلب سمجھانے کے لئے یہ مثال کافی ہے ۱۲

ہوتا ہو۔ اسی قدر سہام خط کے اوپر لکھ کر حصوں کے مطابق ہر ایک وارث کے سہام بھی اس کے نیچے لکھ دو اور سب سے پہلے جو ایسا عدد مل جائے جس میں سب سہام نکل آویں۔ بس اسی کو تقسیم کا ذریعہ بنالو۔ چنانچہ دیکھو قبل ازیں جو ہم نے دوسری مثال لکھ کر حصے لگائے تھے وہ یہ تھی

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
آٹھواں	دو ثلث	چھٹا	باقی

یہاں ہر چند غور کیا گیا۔ مگر کوئی تعداد سہام کی ایسی خیال میں نہ آئی کہ حصے پورے مل جائیں اور سہام توڑنے کی نوبت نہ آئے۔ بہت سے عددوں میں امتحان کر کے دیکھا لیکن توڑ کر حصہ لگانا پڑتا ہے۔ دو میں بھی تین میں بھی چار پانچ میں بھی۔ اب ہم نے سمجھا کہ چھ میں سے ایک سہام نانی کے نیچے لکھا۔ لیکن جب زوجہ کو آٹھواں حصہ دینا چاہا تو پھر وہی خرابی پیش آئی۔ سہام توڑنے پڑے۔ یعنی چوتھا سہام زوجہ کو ملنا ہے۔ اب ہوش آیا کہ چھ سہام کر کے بھی تقسیم نہیں ہو سکتا۔ آگے چلے تو سات میں بھی مدعا نہ برآیا نہ آٹھ میں نہ نو میں اسی طرح ہر ایک عدد کو دیکھا اور بڑھتے بڑھتے بیس سہام بھی کر کے دیکھ لیے لیکن یہی بات نصیب نہ ہوئی کہ سہام توڑنا نہ پڑے اور مال حصہ رسد سب کو پہنچ جائے بیس سے آگے اکیس بائیس تیئیس سہام کئے۔ مگر وہی سہام ٹوٹنے کی خرابی بدستور رہی۔ دل گھبرا گیا۔ مگر ہم نے ہمت نہ ہاری اور ۲۴ کو آزمایا تو سارا عقدہ حل ہو گیا اور پورے پورے سہام پہنچ کر مال تقسیم ہو گیا

زوجہ	دو دختر	نانی	بھائی
آٹھواں ۳	دو ثلث ۱۶	چھٹا ۴	باقی ۱

اب ہماری ہمت بندھ گئی اور قاعدہ معلوم ہو گیا۔ تیسری مثال جو پہلے مذکور ہو چکی ہے اس کو تقسیم کرنے کے لئے دو چار عددوں کو آزما کر دیکھ لیا اور چھ سہام کرنے سے بلا تکلف وہ ترکہ تقسیم ہو گیا۔ چونکہ

شوہر	والد	اخیافی بہن	چچا
نصف ۳	ثلث ۲	چھٹا ۱	محروم

ذوی الفروض کو دینے کے بعد کوئی سہام باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے چچا محروم ہو گئے۔

اعتراض۔ سہام کا باقی رہنا نہ رہنا تو سہام لگانے والے کی مرضی پر موقوف ہوا دیکھئے اگر آپ اس موقعہ پر سات سہام کرکے تقسیم کر دیتے تو ضرور ایک سہام چچا کے لئے باقی رہ جاتا۔

جواب۔ نہیں گھٹانا بڑھانا کسی کے اختیار میں نہیں بلکہ ذوی الفروض کے حصول کے لحاظ سے ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں ذوی الفروض کو پورا پورا حصہ مل جائے اور سہام کو توڑنا نہ پڑے۔ پس جو عدد ہم کو سب سے پہلے ایسا مل جائے گا وہیں ٹھہر جانا لازم ہے آگے بڑھ ہی نہیں سکتے۔ اگر بڑھیں گے تو غلطی ہوگی۔ کیونکہ اصل وہ حصے ہیں۔ جو ہم نے وارثوں کے نام کے نیچے لگا دیئے ہیں۔ جب ان میں گنجائش نہیں تو سہام بڑھانا حماقت ہے۔ کیونکہ سہام تو ان ہی حصوں کے موافق کئے جاتے ہیں۔ جو وارثوں کے لئے مقرر کرکے ان کے نیچے لکھے گئے ہیں اب سہام بے قاعدہ بڑھائے جائیں گے تو ذوی الفروض کا حصہ گھٹ جائے گا یا یہ سہام بڑھانا فضول جائے گا۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا مثال میں اگر چھ کی جگہ سات سہام بنا دیں اور ان میں سے ایک چچا کو دے دیں اور تین شوہر کو دو والدہ کو ایک بہن کو تو سب کا حصہ گھٹ جائے گا یا یہ سہام بڑھانا فضول جائے گا اور کسی کو بھی حصہ شرعی نہ پہنچے گا۔ کیونکہ شوہر کو سات میں سے تین دیئے تو آدھا ترکہ نہ پہنچا۔ والدہ کو دو دیئے تو ثلث نہ پہنچا۔ بہن کو ایک دیا تو چھٹا حصہ نہ پہنچا بلکہ ساتواں حصہ پہنچا اور اگر سب کے حصے پورے دیدیں

یعنی نصف شوہر کو۔ ثلث والدہ کو چھٹا بہن کو تو بس مال ختم ہو جائے گا۔ یہ سہام بڑھانا بیکار جائے گا۔

اب ہم چند مثالیں مختصر تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں۔ جس سے آپ کے ذہن میں یہ قاعدہ بخوبی جم جائے گا۔ کہ ذوی الفروض کے حصے لگانے کے بعد ایسا عدد تلاش کر لیتے ہیں جس سے بہ سہولت حصے بخوبی نکل آویں اور سہام ٹوٹنے نہ پاویں اور سب سے پہلے جو عدد مل جاتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ اسی قدر سہام بنا کر تقسیم کر دیتے ہیں۔

مثال نمبر ۴۔ جس میں دو عصبے موجود ہیں۔ ذوی الفروض سے باقیماندہ مال قریب کو ملا بعید محروم رہا۔ اس میں ذوی الفروض کے حصے نصف اور ربع اور چھٹا ہیں

شوہر	والدہ	دختر	بھتیجا	چچا
ربع ۳	چھٹا ۲	نصف ۶	باقی ۱	محروم

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بارہ کے سوا کوئی عدد ایسا نہیں ہے جس سے بلا توڑے سہام کے پورا پورا حصہ تمام مستحقوں کا نکل آوے۔

مثال نمبر ۵۔ جس میں دو عصبے ایک نام کے موجود ہیں۔ لہٰذا ذوی الفروض سے باقیماندہ دونوں پر تقسیم کر دیا گیا

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
چھٹا ۱	نصف ۱	باقی ۱	باقی ۱

یہاں ہم نے والدہ کے نیچے چھٹا اور بیٹی کے نیچے نصف لکھا اور باقی دونوں بھتیجوں کے نیچے لکھ دیا اور پھر غور کیا کہ ایسا کون سا عدد ہے کہ اس میں سے چھٹا والدہ کو اور نصف بیٹی کو مل جائے اور سہام توڑنا نہ پڑے۔ دو تین چار پانچ چھ کو امتحان کرنے سے سمجھ میں آ گیا کہ چھ سے ہمارا مدعا بر آوے گا۔ اس لئے کل مال کے چھ سہام کر کے چھٹا حصہ یعنی ایک سہام والدہ کو

نصف یعنی تین سہام بیٹی کو اور باقی ماندہ یعنی ایک ایک سہام ہر دو بھتیجیوں کو دیا گیا۔

سوال۔ جس طرح آپ نے چھ سہام کر کے اس مال کو تقسیم کیا ہے اسی طرح بارہ سہام بنا کر بھی آپ اس کو بلا تکلف تقسیم کر سکتے ہیں اور صرف بارہ ہی

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجی
۲	۶	۲	۲

نہیں بلکہ اٹھارہ اور چوبیس اور تیس اور چھتیس اور اڑتالیس سہام سے بھی اسی طرح تقسیم ہو سکتا ہے کہ سہام کو توڑنا نہیں پڑتا اور ہر ایک وارث کا پورا پورا حصہ مل جاتا ہے۔ مثلاً

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجی
۶	۱۸	۶	۶

پس چھ کے عدد کی کوئی خصوصیت نہ رہی اور چھ سہام بنا کر تقسیم کرنا ضروری نہ ہوا بلکہ جس عدد سے تقسیم کر دیں صحیح ہو جائیگا۔

جواب۔ بلاشبہ چھ کے سوا دوسرے عددوں سے بھی تقسیم ہو سکتا ہے اور چھ سے دو چند سہ چند چہار چند بنا لینے میں بھی سہام نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ پورا تقسیم ہو جاتا ہے لیکن شاید آپ کو یاد ہو کہ ہم نے پہلی مثال کو سمجھانے کے بعد ہر جگہ مقررہ شدہ حصوں کے سہام لگانے کا قاعدہ سمجھاتے ہوئے عرض کیا تھا کہ سب سے پہلے جو ایسا عدد مل جائے جس میں سے سب حصے پورے نکل آویں اسی کو تقسیم کا ذریعہ بنا لو۔ جیسا کہ آپ نے بتلایا ہے۔ اس موقعہ پر چھ کے سوا بہت عدد ایسے ہیں جو اس ترکہ کو تقسیم کر دیں اور سہام توڑنا نہ پڑے۔ لیکن سب سے پہلا عدد ان کو نہیں کہہ سکتے پوری طرح تقسیم کرنے والا سب سے پہلا عدد چھ ہے۔ اس لئے بقاعدۂ فرائض اس مثال میں چھ سہام بنا کر تقسیم کرنا ضروری ہے اور دیگر مثالوں میں بھی جو سب سے چھوٹا اور سب سے پہلا عدد پوری طرح تقسیم کرنے کی قابلیت رکھتا ہو وہی لیا جائے گا۔ اگر اس سے بڑا عدد لے کر بھی کوئی تقسیم کر دے تو حصے سب کو پورے مل جائیں گے۔ لیکن فرائض کے قاعدے سے

جو شخص واقف ہوگا وہ کہے گا کہ غلط تقسیم کیا ہے۔ اس لئے کہ فرائض میں جیسا کہ اس بات کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کوئی سہام توڑنا نہ پڑے۔ بلکہ ہر وارث کے حصے میں پورا پورا سہام آوے۔ خواہ ایک سہام آوے یا دو یا دس بیس اسی طرح یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ سہام فضول اور بے فائدہ نہ بڑھ جائیں جہاں تک ممکن ہو اختصار رہے۔ پس اسی مثال میں جس جگہ ہم چھ سہام بنا کر تقسیم کر آئے ہیں۔ اگر آپ بارہ یا اٹھارہ یا چوبیس یا تیس وغیرہ سہام بنا کر تقسیم کریں تو آپ نے فضول سہام بڑھائے کیونکہ تقسیم کرنے کے لئے تو چھ سہام بنا لینا ہی کافی تھا جو سب سے چھوٹا اور مختصر ہے۔

مثال ۷ جس میں عصبات مرد و عورت ہیں

۶

والدہ	والد	بیٹا	بیٹی	بیٹی
چھٹا	چھٹا	ثلث	باقی	ہے
۱	۱	۲	۱	۱

والدہ اور والد کا چھٹا چھٹا حصہ مقرر تھا اس لئے کل ترکہ کے چھ سہام مقرر کئے تاکہ ان کا حصہ مل جائے اور سہام نہ ٹوٹے والدین کا حصہ دینے کے بعد جو چار باقی رہے وہ میت کے بیٹا بیٹی کو دے کیونکہ وہ عصبہ ہیں اور ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ لے کر بقاعدہ للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرتے ہیں۔

فائدہ:- اور قاعدہ اگرچہ ہم نے سہام مقرر کرنے کے لئے مختصر بات بتلادی ہے کہ تم کو سب سے پہلے جو سب سے چھوٹا عدد ایسا مل جائے جس میں سے سب حصے پوری طرح بلا ٹوٹنے سہام کے نکل آویں۔ پس اسی قدر سہام بنا لو اور تقسیم کر دو۔ چنانچہ یہاں تک سب مثالوں میں اسی طرح سہام مقرر کر کے تقسیم کر دیا گیا۔ لیکن اس میں آپ کو ہر ایک عدد کو دیکھنا اور امتحان کرنا پڑتا ہے کہ شاید فلاں عدد سے تقسیم ہو جائے اور شاید فلاں سے مثلاً کسی جگہ خیال کرو گے کہ شاید پانچ سہام بنا کر بلا تکلف تقسیم

ہو جائے۔ کسی جگہ سات کو آزما کر دیکھو کہیں دس کہیں پندرہ سہام پر خیال دوڑاؤ گے اس طرح بہت حیران ہونا پڑے گا۔ لہٰذا یاد رکھو کہ ترکہ کو پوری طرح تقسیم کرنے والے یہ عدد ہیں ۲ اور ۳ اور ۴ اور ۶ اور ۸ اور ۱۲ اور ۲۴۔ جب ضرورت ہو ان سب کو امتحان کرکے دیکھ لینا کسی ایک میں سے بالضرور سب حصے پورے نکل آویں گے اور سہام توڑنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ باآسانی ترکہ تقسیم ہو جائے گا۔

مثال ۸ جس میں بہت ذوی الفروض ہیں اور عصبات مرد و عورت ہیں۔ ہر ایک وارث کے نیچے اس کا حصہ

زوجہ (۲۴)	دختر	والدہ	پوتی	بھائی بہن
ثمن ۳	نصف ۱۲	چھٹا	چھٹا	باقی

مقررہ لکھا اور بہن بھائی کے نیچے باقی لکھ دیا۔ اس کے بعد سہام تجویز کرنے کے لئے مناسب عدد کو تلاش کیا تو زیادہ حیران نہ ہونا پڑا۔ بلکہ صرف مذکورہ بالا چھ عددوں میں غور اور امتحان کیا اور سب سے آخر میں چوبیس کے عدد نے اس مشکل کو حل کر دیا۔ یعنی ۲۴ سہام بنا کر تئیس سہام ذوی الفروض کے حصوں میں خرچ کر دیئے۔ باقی رہا ایک وہ میت کے بہن اور بھائی دونوں کا حق ہے۔ اسی ایک سہام میں دونوں شریک رہیں گے اسی ایک سہام کے تین ٹکڑے کرکے دو ٹکڑے بھائی کو دیئے جائیں گے ایک بہن کو[1]۔

سلہ ہم نے مختصر کر دیا ہے۔ اگر کل سہام ۷۲ بنالیں تو بہن بھائی کا سہام بھی توڑنا نہ پڑے دو بھائی کو ملیں ایک بہن کو ۱۲

فصل ۲ عول یعنی سہام بڑھانے کا بیان

بعض دفعہ موجودہ وارث اس قدر حصوں کے مستحق ہو جاتے ہیں کہ کل مال میں ان حصوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اگر بعض وارثوں کا حصہ پورا دے دیں۔ تو دوسروں کے حصے میں خلل آجائے یا بالکل محروم رہ جائیں اور دوسری مشکل یہ ہوتی ہے کہ کوئی عدد ایسا نہیں نکلتا جس میں سے یہ سب حصے پوری طرح نکل آویں اور سہام توڑنا بھی نہ پڑے۔ اب اس دشواری کو ایک مثال میں سمجھ لو۔ پھر اس کے حل کرنے کا قاعدہ بتلایا جائے گا۔

مثال شوہر — دو حقیقی بہن — دو اخیافی بہن

اس مثال میں اول تو حصے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ تمام مال ان کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے کہ جب دو ثلث حقیقی بہنوں کو دیا اور ایک ثلث اخیافی بہنوں کو تو کل مال ختم ہو گیا۔ اب شوہر کو کہاں سے دیدیں۔ اس لئے کہ ایک ثلث اور دو ثلث مل کر مال تمام ہو جاتا ہے۔ اب شوہر کو نصف دینے کی گنجائش نہیں۔ اگر شوہر کو نصف اور اخیافی بہنوں کو ثلث دے دیں تو آگے صرف چھٹا حصہ باقی رہ جائے۔ حقیقی ہمشیروں کے لئے دو ثلث کس طرح دیا جائے اور اگر ان سب وارثوں کے نیچے حسب قاعدہ ان کے حصے لکھ بھی دیں تو دوسری مشکل اور دشواری یہ ہے کہ ایسا عدد کوئی بھی نہیں ملتا جس میں یہ حصے پوری طرح تقسیم ہو جائیں۔ جو عدد تجویز کرتے ہیں اور جتنے سہام بنا کر تقسیم کرنا چاہتے ہیں اسی میں غلطی ہو جاتی ہے۔ مثلاً چھ سہام بنادیں اور جن کا دو ثلث حصہ تھا ان کو چار سہام

دے دیں اور ایک ثلث والے وارثوں کو دو سہام دے دیں تو جس کا نصف حصہ مقرر تھا وہ محروم رہ جاتے اور اگر نصف کے مستحق کو تین سہام دے دیں تو دوسرے مستحقوں کو کیسے پورا حصہ دیں۔ اس کے سوا بارہ یا چوبیس یا آٹھ وغیرہ سہام بنائیں یا بالفرض نو دس پندرہ سہام بنا ڈالیں پھر بھی وہی خرابی موجود ہے اور کوئی صورت بھی تو ٹھیک نہیں بیٹھتی۔

اس مشکل کو حل کرنے کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو قاعدہ تجویز فرمایا ہے اس کو **عول** کہتے ہیں جس کو ہم اب سمجھانا چاہتے ہیں۔

جس جگہ کہیں اس قسم کی دشواری پیش آوے (یعنی میت کا مال حصوں کے لئے کافی نہ ہو اور کوئی عدد ان کو تقسیم کرنے والا نہ ملے) وہاں مال کے کافی نہ ہونے کا لحاظ نہیں کرتے اور سب وارثوں کے نیچے ان کے پورے حصے مقررشدہ لکھ دیتے ہیں اور پھر حسب قاعدہ سب سے چھوٹا اور کم مقدار والا ایسا عدد تلاش کرتے ہیں جس میں سے سب وارثوں کے حصے نکل آویں اور سہام توڑنے کی حاجت نہ ہو۔ اسی عدد کے حساب سے ہر ایک وارث کو پورے سہام حصہ رسد دے کر اس کے نام اور حصے کے نیچے ان سہاموں کی تعداد لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اب چونکہ مجموعہ سب سہاموں کا زیادہ ہو جاتا ہے اور اصل تقسیم کرنے والے عدد سے بڑھ جاتا ہے اس لئے وہ چھوٹا عدد (جس کو تلاش کرکے آپ نے اس کے بموجب سہام تقسیم کئے تھے) ملے کھینچے ہوئے خط کے اوپر لکھا رہنے دو اور اس کے اوپر ان سب سہاموں کے مجموعہ کی تعداد لکھ دو۔

دیکھو اسی مذکورہ بالا مثال میں جہاں یہ خرابی پیش آ رہی تھی شوہر کے نیچے نصف

لکھ دیا۔ حقیقی بہنوں کے نیچے دو ثلث لکھے۔ اخیافیوں کے نیچے ایک ثلث تحریر کیا اور اس کا کچھ خیال نہیں کیا کہ کس قدر حصوں کی اس مال میں گنجائش ہے یا نہیں۔ اس کے بعد ایسا عدد تلاش کیا جس میں سے سب حصے نکل آویں۔ ایسا عدد سب سے چھوٹا ہم کو چھ ملا۔ ہم نے کل مال کے چھ سہام کئے۔ شوہر نصف کا مستحق ہے۔ اس کو چھ میں سے تین دے دیئے۔ حقیقی بہنیں دو ثلث چاہتی ہیں ان کے نیچے چھ میں سے چار لکھ دیئے دو اخیافی بہنوں کا حصہ ایک ثلث ہوتا ہے۔ ان کے نام کے نیچے چھ میں سے ثلث یعنی دو سہام لکھ دیئے اب ان وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سہاموں کو شمار کیا تو بہت بڑھ گئے

شوہر	حقیقی بہنیں	اخیافی بہنیں
نصف ۳	دو ثلث ۴	ایک ثلث ۲

ہیں یعنی بجائے چھ کے نو ہو گئے ہیں۔ لہذا ہم نے چھ کے ساتھ نو کو بھی لکھ دیا یعنی لمبے خط کے اوپر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اس کے اوپر نو کو بھی لکھ دیا اور درمیان میں عین کا نشان بنا دیا۔ کیونکہ لفظ عول میں سب سے پہلے عین ہے اس عین کے اشارے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہاں عول کی وجہ سے بجائے چھ کے نو ہو گیا۔

ع ۶/۹

شوہر	دو حقیقی بہنیں	دو اخیافی بہنیں
نصف ۳	دو ثلث ۴	ایک ثلث ۲

عول میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ مال جو سب ذوی الفروض کے حصوں کے لئے کافی نہیں تھا۔ ان سب پر حسب قاعدہ تقسیم ہو جاتا ہے اور کسی خاص شخص کے حصے میں خلل نہیں آتا بلکہ سب کے حصوں میں حصہ رسد نقصان اور کمی ہو جاتی ہے اور تقسیم میں دقت و حیرانی پیش نہیں آتی۔ عول کا بیان شاید اکثر ناظرین کے ذہن میں نہ آسکے لیکن ہم حتی الوسع آسان و سہل طرز میں سمجھا رہے ہیں اور ذہن نشین کرانے کے

لئے دو مثالیں اور لکھتے ہیں۔

مثال شوہر ——— دو حقیقی بہنیں
نصف ——— دو ثلث

یہاں بھی میت کا مال سب حصوں کے لئے کافی نہ تھا۔ لیکن ہم نے حسب قاعدہ نصف شوہر کے نیچے لکھ دیا اور دو ثلث دو ہمشیرہ کے نیچے۔ بعد ازاں دیکھا کہ چھ سہام بنانے سے دو ثلث بھی نکل سکتا ہے اور نصف بھی لہذا چھ کا ہندسہ طویل خط کے اوپر لکھا اور چھ میں سے نصف یعنی ۳ سہام شوہر کو دیئے اور دو ثلث یعنی چار سہام دونوں بہنوں کو دیئے اب دیکھا تو سہاموں کا مجموعہ سات ہو گیا۔ چونکہ قاعدہ معلوم لہذا ہم گھبرائے نہیں بلکہ لمبے خط پر جو چھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اس پر عین کا نشان بنا کر سات کا ہندسہ بھی لکھ دیا دیکھنے والا سمجھ جائے گا کہ یہاں چھ سہام بنا کر تقسیم کیا ہے اور سات پر عول ہو گیا ہے۔

شبہ۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اول چھ سہام کر کے تقسیم کرنا اور پھر مجموعہ سات لکھنا اس دردسری سے کیا فائدہ ہے۔ اگر شروع ہی سے سات سہام بنا کر تقسیم کر دیا جاتا تو کیا خرابی تھی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ آپ تقسیم کر کے دیکھ لیں سات سے تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں ذرا خیال تو کرو اگر اس مثال میں ابتدا ہی سے سات سہام بنا لیں تو بدون توڑنے سہام کے شوہر کو نصف کیسے مل جائے اور بہنوں کے دو ثلث کس طرح ادا ہوں۔ علاوہ ازیں اگر سہام کا توڑنا بھی گوارا کر لیں اور توڑ پھوڑ کر سات سہام میں سے نصف شوہر کو اور ایک ثلث اخیافی بہنوں کو دے بھی دیں حقیقی بہنوں کے حصے میں کسر پڑ جائے اور وہی خرابی آپڑے جو پہلے تھی یعنی میت کا مال سب حصوں

کے لئے کافی نہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس اس سے پہلی مثال میں جس جگہ بجائے چھ کے نو سہام ہو گئے۔ اگر ابتدا ہی سے نو سہام مقرر کریں تو شوہر کے حصے میں سہام ٹوٹ جائیں یعنی ساڑھے چار سہام بنیے پڑیں اور پھر دونوں بہنوں کے لئے دو ثلث باقی نہ رہے۔ غرض ایسے مواقع میں اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ اول ایک چھوٹا عدد تجویز کر کے اس میں سے سب حصے بدون توڑنے سہام کے نکالیں اور پھر سب کا مجموعہ جو بڑھ جائے اس کو عین کا نشان بنا کر اوپر لکھ دیں۔

۲۴ ع ۲۷

مثال یہاں بھی چونکہ میت کا مال سب

زوجہ	دختر	پوتی	والدہ	والد
آٹھواں	نصف	چھٹا	چھٹا	چھٹا
۳	۱۲	۴	۴	۴

حصوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہم نے سب کے حصے مقررہ پہلے قاعدوں کے موافق دیکھ کر نیچے لکھ دیئے۔ اور پھر ان عددوں کو دیکھا جو سہام نکالنے کے لئے بتلائے گئے۔ یعنی ۲-۳-۴-۶-۸-۱۲-۲۴ ہر ایک عدد کو دیکھا۔ کسی میں سے سب وارثوں کے حصے بدون توڑنے سہام کے نکل نہ سکے۔ لیکن آخر میں ۲۴ سہام مقرر کرنے سے سب کے حصے پورے نکل آئے اور سب کے نیچے بمقدار حصہ سہام لکھ دیئے اور جب مجموعہ بڑھ کر ستائیس ہو گیا تو اس کو ۲۴ کے اوپر عین کا نشان بنا کر لکھ دیا[1]۔

۱۲ ع ۱۳

مثال اس کو اپنی عقل سے سمجھ لو بہت آسان مثال ہے۔

زوجہ	دو حقیقی بہن	ایک اخیافی
ربع	دو ثلث	چھٹا
۳	۸	۲

قاعدہ۔ جس صورت میں عول ہوتا ہے۔ وہاں عصبات کو ہرگز کچھ حصہ نہیں ملتا۔

---

[1] عول کے تمام عدد صفحہ مد پر فصل ۵ سوال و جواب میں ملاحظہ کرو۔ ۱۲

یا تو وہاں پر عصبے موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں اس لئے کہ عصبوں کو اسی وقت کچھ مل سکتا ہے کہ ذوی الفروض کے حصے پورے دینے کے بعد کچھ باقی رہے اور جہاں عول ہوگا وہاں باقی کیسے رہے گا۔ اگر باقی رہتا تو عول کی وقت ہی کیوں ہوتی۔ عول تو اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ خود ذوی الفروض کے حصوں کے لئے بھی مال پورا نہیں ہوتا۔ اور سب وارثوں کے سہام لگانے کے بعد مجموعہ بڑھ جاتا ہے اور اصل عدد کے اوپر عین کی علامت بنا کر لکھا جاتا ہے پس عول کی صورت میں یا تو عصبات موجود ہی نہیں ہوتے اور اگر موجود ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں۔

فائدہ: جب میت کے وارثوں میں بیٹا موجود ہوتا ہے تو وہاں عول ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ خداوند جل شانہ نے اپنی حکمت کاملہ سے بیٹے کی موجودگی میں (اور اسی طرح پوتے کے سامنے) بعض ذوی الفروض کو بالکل محروم کر دیا ہے اور بعض کے حصے اس قدر کم مقرر کئے ہیں کہ ان کو حصے مل جانے کے بعد بیٹے کے لئے بہت سا مال باقی رہ جاتا ہے۔ حصوں کی تنگی اور عول کی صورت ہی پیش نہیں آتی۔ تاکہ بیٹا اور پوتا محروم نہ رہ جائے۔ قربان ہو جائیں اپنے مہربان خالق مالک کے کیسی حکمت سے حصے لگائے ہیں اور کس خوبی سے قاعدہ مقرر کیا ہے فسبحان اللہ العلیم الحکیم۔

فصل ۱۳ رد یعنی حصے بڑھا دینے کا بیان

بعض صورتوں میں میت کے ذوی الفروض اس قدر کم ہوتے ہیں کہ ان کے حصے پورے دینے کے بعد میت کے ترکہ میں سے کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور

عصبہ کوئی موجود نہیں ہوتا جو اس باقیماندہ کا مستحق ہو ذوی الارحام یا تو موجود ہی نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ ذوی الفروض اور عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام بالکل وارث نہیں ہوتے نہ کل مال کے نہ باقیماندہ کے۔ پس ایسی صورت میں ذوی الفروض کے حصوں سے باقیماندہ مال کو بھی انہیں وارثوں پر لوٹا دینا لیکن دوبارہ دینے میں یہ لحاظ رکھتے ہیں کہ پہلے جس وارث کو زیادہ حصہ پہنچا تھا اس کو اب بھی زیادہ دیتے ہیں اور جس کو کم ملا تھا اور اس کو کم۔ مثلاً کل مال میں سے جس کو چھٹا حصہ ملا تھا اس کو اب بھی چھٹا دیں گے۔ جس کو پہلے نصف دیا تھا اس کو اب بھی نصف۔ ایسی صورتوں میں مسئلہ لکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ اوّل حسب قاعدہ لمبے خط کے نیچے سب وارثوں کو لکھ کر ان کے مقررشدہ حصے ذوی الفروض کے بیان میں سے دیکھ کر لکھ دو اور پھر وہی سب سے چھوٹا عدد تلاش کرو جس میں سے سب حصے نکل آئیں اور سہام توڑنا پڑے اور اس عدد کو لمبے خط کے اوپر لکھ دو اور پھر حساب لگا کر بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے اس کے سہام بھی لکھ دو اب سہاموں کی میزان دو یعنی سب کے مجموعہ کا حساب لگاؤ تو یہ اس عدد سے کسی قدر کم رہیں گے۔ جو آپ نے لمبے خط کے اوپر لکھا ہے۔ پس اس مجموعہ کو بھی اسی عدد کے اوپر لکھ دو اور درمیان میں ردّ کا نشان بنا دو۔ اس طرح $\frac{5}{4}$ اب آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ کہ ردّ میں بالکل عول کے برعکس معاملہ ہے۔ وہاں لمبے خط کے اوپر لکھے ہوئے عدد مقررہ سے سہام کا مجموعہ بڑھ جاتا تھا اور عول کا نشان بنا کر اس کے اوپر لکھا جاتا تھا اور یہاں مجموعہ کم رہ جاتا ہے اور ردّ کی علامت بنا کر اس عدد کے

لے سوائے زوجہ و شوہر کے

اوپر لکھا جاتا ہے اور مندرجہ ذیل مثالوں سے تو خوب ہی ذہن نشین ہو جائے گا۔

مثال

۶ لعہ ۴	
والدہ	دختر
چھٹا	نصف

دیکھو یہاں والدہ کا چھٹا حصہ ہے اور دختر کا نصف اور چھ کے عدد میں سے یہ دونوں حصے بلا ٹوٹے سہام کے نکل سکتے ہیں۔ لہذا ہم نے چھ سہام تجویز کئے اور چھ میں سے نصف یعنی ۳ سہام بیٹی کو دیئے اور چھٹا حصہ یعنی ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اب دیکھا تو مجموعہ چار ہوتا ہے اور کوئی عصبہ یہاں موجود نہیں جو باقی کا مستحق ہو۔ لہذا رد کا نشان بنا کر اس کو چھ کے اوپر لکھ دیا۔

مثال

۶ لعہ ۵		
والدہ	ہمشیرہ	پھوپی
ثلث ۲	نصف ۳	محروم

اس مثال میں حصہ لگا دینے کے بعد کل ترکہ کے چھ سہام بنائے۔ دو والدہ کو تین ہمشیرہ کو دیئے ایک سہام باقی رہ گیا۔ اس کے لینے کے لئے عصبہ کوئی موجود نہ تھا۔ پھوپی زندہ تھی لیکن وہ ذوی الارحام میں شمار ہے۔ ذوی الفروض و عصبے کی موجودگی میں وہ بالکل محروم رہتے ہیں۔ لہذا ہم نے اس ایک باقیماندہ حصے کو بھی انہیں دونوں وارثوں کو دے دیا۔ لیکن ایسی ترکیب سے کہ جس کا زیادہ حصہ مقرر تھا اس کو دوبارہ بھی زیادہ ملا اور جس کا حصہ کم تھا اس کو دوبارہ بھی اسی حصے کے حساب سے کم ملا اور کل سہاموں کے مجموعہ کو اسی عدد کے اوپر علامت بنا کر لکھ دیا۔

قاعدہ۔ اگر سب ذوی الفروض ایک[1] ہی نام کے ہوں اور ان کا حصہ مقررہ دینے کے بعد کچھ ترکہ باقی رہتا ہو تو وہاں تقسیم کرنا بہت آسان ہے جس قدر وارث ہوں اسی قدر سہام مقرر کر کے بلا تکلف سب کو ایک ایک دیں اور لمبے خط کے اوپر

[1] یعنی سب کا رشتہ ایک ہی ہو۔ مثلاً سب بیٹیاں ہوں یا سب بہنیں ہوں ۱۲

ان سب کے مجموعہ کو لکھ دیں بس اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں (یہ قاعدہ پہلی فصل میں نقشہ نمبر ۱۶ کے بعد بیان ہو چکا ہے) لیکن رد کے ذکر میں اس کو دوبارہ مستقل بیان کرنا مناسب معلوم ہوا :۔

مثال ۳

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
۱	۱	۱	۱	۱

بیٹیاں چونکہ ایک سے زیادہ ہیں لہذا ان کو دو ثلث ملنا چاہیئے۔ لیکن چونکہ باقیماندہ ایک ثلث کا لینے والا کوئی نہیں۔ لہذا کل مال انہیں بیٹیوں کا حق ہو گیا۔ اور چونکہ بیٹیوں کی تعداد پانچ تھی لہذا ہم نے ۵ سہام مقرر کر کے سب کو ایک ایک سہام دے دیا۔

قاعدہ۔ اگر کسی جگہ دوسری قسم کے ذوی الفروض بھی ہوں اور زوجہ و شوہر میں سے بھی کوئی موجود ہو تو وہاں رد ہو کر جو دوبارہ مال وارثوں کو دیا جاتا ہے۔ اس میں سے زوجہ یا شوہر کو حصہ نہ ملے گا جو کچھ پہلے دیا گیا ہے وہی ان کا حق ہو گیا یہ باقیماندہ جو دوبارہ تقسیم ہوا ہے بہ زوجہ اور شوہر کے سوا دوسرے ذوی الفروض کو ملے گا۔ ایسی صورت میں زوجہ یا شوہر کا حصہ پہلے دے دیتے ہیں اور اس کے بعد جو مال باقی رہے اسے دیگر ورثہ پر اسی قاعدے کے موافق تقسیم کرتے ہیں۔ یعنی اول لمبا خط کھینچ کر سب کے نیچے حصہ لکھ دیتے ہیں اور پھر کوئی عدد تجویز کر کے نیچے سہام لگا دیتے ہیں۔

مثال

زوجہ	والدہ	دختر
۱	چھٹا	نصف
	۱	۳

(خط کے اوپر: ۴ لوث لم)

دیکھو یہاں اول اور آٹھواں حصہ زوجہ کو دے دیا۔ اس کے بعد جو مال باقی رہا اس کو والدہ اور دختر پر تقسیم کیا۔ والدہ کے نیچے چھٹا اور دختر کے نیچے نصف

ؕ یعنی شوہر و زوجہ کے سوا کیونکہ شوہر یا زوجہ کے نیچے تو پہلے ہی لکھ دیا تھا ۱۲

لکھا اور پھر عدد تلاش کیا جس میں سے یہ سہام نکل آئیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ چھ عدد تجویز کرنے سے والدہ اور دختر کا حصہ نکل آئے گا۔ چھ کا ہندسہ لمبے خط کے اوپر لکھ کر چھ میں سے ایک سہام والدہ کے نیچے لکھا اور تین بیٹی کے نیچے۔ اب چونکہ مجموعہ ان کا چار ہوتا ہے۔ لہذا چھ کے اوپر رد کی علامت بنا کر چار کا ہندسہ بھی لکھ دیا[1]۔ اب اس صورت میں واپس شدہ مال میں سے دوبارہ زوجہ کو کچھ نہیں ملا۔ اس کو کل مال سے صرف آٹھواں ملا۔ جو کچھ نفع ہوا اور حصہ مقررہ سے زیادہ ملا وہ والدہ اور بیٹی کو پہنچا۔ اسی طرح اگر کسی مثال میں شوہر[2] ہو تو اس کو باقیماندہ میں کچھ نہ ملے گا۔ بلکہ اول اس کا مقررہ حصہ نکال لینے کے بعد دیگر وارثوں کو حسب قاعدہ مال دیا جائے گا۔ اور جو کچھ زیادہ ہوگا انہیں کو ملے گا۔

قاعدہ:- اگر میت کے وارثوں میں صرف زوجہ ہو یا صرف شوہر ہو کوئی دوسرا وارث عصبہ اور ذوی الارحام بالکل موجود نہ ہو[3] تو وہاں کل مال اسی موجودہ وارث، زوجہ یا شوہر کو مل جائے گا۔ تقسیم کرنے کا جھگڑا پیش نہ آئے گا۔ (تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے)

مثال $\frac{1}{\text{صرف زوجہ}}$ اس مثال میں صرف زوجہ کے سوا کوئی وارث ہی نہ تھا۔ اس لئے حسب قاعدہ چوتھا حصہ دینے کے بعد جو مال باقی رہا وہ بھی زوجہ ہی کو دیا گیا۔ اور اس طرح کل مال کی مالک ہوگئی۔ نیز کہ کو تقسیم نہیں کرنا پڑا بلکہ سب زوجہ ہی کو مل گیا۔ اس لئے ہم نے لمبے خط پر ایک کا ہندسہ لکھا ہے۔

[1] اس سے آگے ضرب وغیرہ کا قاعدہ بوجہ عام نہ ہونے کے چھوڑ دیا۔

[2] م لف ۵

شوہر	والدہ	دختر
۱	۱	۱

[3] اس لئے کہ عصبہ ہوگا تو زوجہ یا شوہر کا حصہ (باقی صفحہ ۲۷۲ پر)

اگر چاہیں تو اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصل میں چوتھے حصے کی مستحق تھی۔ بقاعدہ رد کل مال اس کو دیا گیا ہے $\frac{\text{۴ ۱}}{\text{مردت زوجہ}}$ بالکل یہی حال ہوگا کہ اگر میت کے وارثوں میں شوہر کے سوا اور کوئی موجود نہ ہو $\frac{\text{۲ ۱}}{\text{شوہر}}$ $\frac{\text{۱}}{\text{شوہر}}$

$\frac{\text{۱}}{\text{شوہر}}$ $\frac{\text{۱}}{\text{شوہر}}$

فائدہ:۔ جس جگہ عصبہ موجود ہوتا ہے وہاں رد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ رد جب ہوتا ہے کہ ذوی الفروض سے باقیماندہ کے لینے والا کوئی موجود نہ ہوا اور جب عصبہ موجود ہے تو وہ رد کر باقی کو لے گا۔ رد کی نوبت کہاں آئے گی؟

فصل ۴ فرائض کے مسائل لکھنے کا طریقہ

میراث تقسیم کرنے اور مسئلہ بنانے کا قاعدہ ہم نے بہت واضح کر کے سمجھا دیا ہے اور آٹھ مثالیں لکھ کر اس قاعدہ کی پوری تشریح کر دی ہے۔ انہیں مثالوں کے بعد مناسب سمجھ کر عول اور رد کا ضروری بیان کر دیا ہے۔ اب ہم مسئلہ لکھنے کا طریقہ مع

(متعلقہ سلسلہ صفحہ ۲۷۱) دینے کے بعد باقیماندہ مال ضرور لے گا اور ذوی الارحام بھی زوجہ اور شوہر کی وجہ سے محروم نہیں ہوں گے بلکہ ان کے حصوں سے باقیماندہ مال کے مستحق ہوں گے۔ البتہ جب زوجہ اور شوہر کے سوا اور کوئی وارث کسی قسم کا موجود نہ ہو۔ تو ان کے حصے کے بعد جو مال باقی رہے گا وہ بھی بطور رد کے انہیں کو دے دیا جائے گا اس طرح کل مال کے حق ہو جائیں گے لفقد بیت المال فی زماننا ۱۲

ے البتہ عصبہ کافر یا قاتل وغیرہ ہو تو اس کے موجود ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ وہ چونکہ میراث سے محروم ہے لہٰذا اس کی موجودگی میں ذوی الفروض پر رد ہو سکتا ہے ۱۲

بہت سی مثالوں کے ایسی طرح بیان کرتے ہیں جس سے وہ سابق بیان بھی تازہ ہو جائے
جب کوئی مسئلہ نکالنا منظور ہو تو پہلے لفظ میت کو بہت لمبا کھینچ کر لکھو اور اس کے
بائیں گوشہ پر میت کا نام لکھ دو اور اس میت کے نیچے اس کے تمام موجودہ وارثوں
کو لکھو جو اس کی وفات کے وقت زندہ تھے اور پھر ذوی الفروض کے حالات دیکھ کر
یا اپنے حافظہ سے غور کر کے ہر شخص کے نیچے اس کا مقررہ حصہ لکھ دو اور پھر دیکھو کہ
۲-۳-۴-۶-۱۲-۲۴ میں سے کون سا ایسا عدد ہے جس میں سے یہ سب
حصے نکل آویں اور سہام کو توڑنا نہ پڑے۔ ان میں سے جونسا سب سے چھوٹا عدد ایسا
ہو جس میں سے سب حصے نکل سکتے ہوں۔ اس کو لمبے کھینچے ہوئے خط پر لکھ دو اور اس
میں سے بمقدار حصہ ہر ایک وارث کے نیچے لکھتے جاؤ۔ جب سب کے نیچے حصے
لکھے گئے اور سہام بھی لگ گئے تو دیکھو تم نے غلطی تو نہیں کی۔ اگر غلطی کی ہو تو از سر نو
صحیح کر کے لکھو۔ اب وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے سہاموں کو شمار کرو۔ اگر ان کا مجموعہ اس
عدد کے برابر ہے جس کو تم نے سہام نکالنے کے لئے تجویز کر کے لمبے خط کے اوپر لکھا
تھا تو بس اسی طرح رہنے دو۔ دیکھو

میت ۲۴ عبدالغنی

زوجہ	والد	دختر	ہمشیرہ	بھائی
آٹھواں	چھٹا	نصف	باقی	محروم
۳	۴	۱۲	۵	

اور اگر تمہارے لگائے ہوئے سہاموں کا مجموعہ اوپر لکھے ہوئے عدد[1] سے زیادہ
ہو تو اس عدد کے سر پر عول کی علامت بنا کر ان سہاموں کے مجموعہ کو بھی لکھ دو اس طرح

۶ ۷

شوہر	بہن	بہن
نصف	ثلث	ثلث
۳	۲	۲

اور اگر وارثوں کے نیچے لکھے ہوئے

[1] یہ صورت عول میں پیش آتی ہے

حروف م لکھ دیتے ہیں اور محروم وارثوں کو سب سے آخر میں لکھتے ہیں۔

(۷) عبارت کے آخر میں عربی یا اردو یا فارسی میں ایسے الفاظ[1] لکھ دیتے ہیں جن کا یہ مطلب ہو کہ کتب فرائض وفقہ میں یہی مضمون موجود ہے جو ہم نے لکھا ہے۔ اس کے بعد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ لکھ کر ختم کر دیتے ہیں اور آخر میں راقم اپنے دستخط کر دیتا ہے۔ اگر کوئی مستند وصاحب مہر عالم ہے تو مہر بھی ثبت کر کے تحریر کا اعتبار بڑھا دیتا ہے۔

(۸) اگر فرائض نکالنے میں حسب قاعدہ سہام بہت بڑھ گئے ہوں جن سے سائل کو وارثوں کے حصوں کی مقدار سمجھنے میں دشواری ہو۔ تو حساب[2] دان فرائض نکالنے والے کو مناسب ہے کہ بقاعدہ اربعہ متناسبہ یہ بھی حساب کر کے لکھ دے کہ ایک روپے میں سے ہر ایک وارث کو کس قدر آنے اور پائی پہنچتے ہیں لیکن عام طور پر اس کے بتلانے اور لکھنے کا دستور نہیں۔

اب غور کر کے یہ مثال سمجھو جس میں آٹھ[3] تنبیہات مذکورہ بالا کا پورا لحاظ کیا گیا ہے

مسئلہ

زوجہ	والدہ	اخیافی بھائی	اخیافی بہن	حقیقی بھائی	چچا	پھوپی
۳ / ۱۲	۲ / ۲ر۸ پائی	۲ / ۲ر۸ پائی	۲ / ۲ر۸ پائی	۳ / ۱۲	۱۲ محروم	۱۲ م

تجمل حسین مرحوم کا ترکہ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی المیراث بقاعدۂ فرائض بارہ سہام ہو کر ۳ سہام زوجہ کو دو سہام والدہ کو دو سہام اخیافی بہن کو اور دو اخیافی بھائی کو ملا اور تین سہام عصبہ قریب ہونے کی وجہ سے حقیقی بھائی کو پہنچے۔ چچا بوجہ

[1] کبھی آیت یا حدیث یا فقہ کی عبارت ہی نقل کر دیتے ہیں [2] اگر مسئلہ بتلانے والا خود آنہ پائی کا حساب نہ لگا سکے تو کسی حساب دان منشی بلکہ اسکول کے لڑکے سے آنہ پائی کا حساب لگوا دیا جائے۔ [3] فقہا در فرائض کی کتابوں میں یہی حکم ہے۔

بعید ہونے کے محروم رہا اور پھوپی ذوی الارحام ہے۔ اس لئے ذوی الفروض وعصبات کے سامنے محروم رہے گی۔ کذا فی کتب الفقہ والفرائض۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الفقیر:۔ فرخ حسن عفاعنہٗ

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سوال وجواب لکھ دیئے جائیں جو مثالوں کا کام بھی دیں اور ان سے تقسیم ترکہ کے وہ قاعدہ بھی یاد آجائیں۔ جو بعید ہونے کی وجہ سے ذہن[1] سے نکل گئے ہوں گے۔

فصل ۵ چند سوال وجواب تخریج فرائض برائے امثال

سوال۔ اگر کسی شخص نے چار پوتے اور پانچ بیٹے چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا ہر شخص کو کتنا حصہ پہنچے گا اور کل مال کے کتنے سہام کرکے تقسیم کریں۔

جواب۔ پوتے بوجہ موجود ہونے بیٹوں کے محروم رہیں گے اور بیٹوں میں سے ہرایک کو پانچواں حصہ ترکہ کا ملے گا اور کل ترکہ کے ۵ سہام کرکے تقسیم کردیا جائے گا۔ کیونکہ اسی باب کی پہلی فصل میں، ہم نے بتلایا تھا کہ جب سب وارث ایک نام کے ہوں تو جتنا ان کا شمار ہوگا اس قدر حصے کردینگے۔ صورت اس کی یہ ہے۔

مسئلہ ۵

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا	پوتا	پوتا	پوتا	پوتا
۱	۱	۱	۱	۱	م	م	م	م

[1] استاد اپنے شاگردوں سے یہی سوال کرکے جواب پوچھے یا خود کوئی شخص سوال دیکھ کر جواب سوچے تو نہایت مفید ہے

سوال۔ اگر کسی شخص نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں تو ہر شخص کو کس قدر حصہ پہنچے گا۔

جواب۔ ہر ایک مرد کو پانچواں حصہ ملے گا۔ اور ہر ایک عورت کو دسواں۔ کیونکہ مرد کو عورت سے دو چند ملتا ہے۔ اس جگہ ہم نے مرد کو بمنزلہ دو عورت کے خیال کر کے یوں سمجھا کہ کل دس آدمی ہیں۔ اس لئے دس حصہ کر کے دہرا مرد کو دیا اکہرا عورت کو۔

مسئلہ ۱۰

بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی

سوال۔ اگر بجائے بیٹوں کے تین پوتے اور چار پوتیاں ہوں تو کس طرح تقسیم کرینگے۔

جواب۔ بالکل یہی صورت ہوگی جو بیٹے اور بیٹیوں میں کی گئی تھی تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے۔

سوال۔ ایک شخص نے پانچ بیٹے اور تین پوتیاں چھوڑی تھیں۔ ہم نے دو دو حصے بیٹوں کو دیئے اور ایک ایک حصہ پوتیوں کو یہ صحیح ہے یا غلط۔

جواب۔ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ پوتیوں کی میراث کے حال نمبر ۲ میں مذکور ہو چکا ہے۔ بیٹوں کے سامنے پوتیاں محروم رہا کرتی ہیں۔

سوال۔ ایک شخص کے وارث دو بیٹیاں ایک والدہ۔ ایک زوجہ۔ دو ہمشیرہ ہیں ان سب کے حصے لگا دو۔

جواب مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	بیٹی	بیٹی	ہر دو ہمشیر
آٹھواں	چھٹا	ثلث	ثلث	باقی

سوال۔ ان حصوں کے لئے تقسیم کرنے والا عدد بناؤ اور سب کے سہام لکھ دو۔

شوہر	دختر	اخیافی بھائی	باپ
ربع	نصف	چھٹا	چھٹا

جواب۔ بارہ سہام ہو کر اس طرح تقسیم ہوں گے۔ ۱۲ شوہر ۳ دختر ۶ باپ ۳ اخیافی بھائی م

سوال۔ ایک شخص نے صرف ایک بیٹی چھوڑی تو اس کا مسئلہ کس طرح لکھیں گے۔

جواب۔ اس طرح بھی لکھ سکتے ہیں　مسئلہ زید / بیٹی　اور

اس طرح بھی　مسئلہ ۱ زید / بیٹی

سوال۔ اگر صرف ایک بیٹا چھوڑا تب بھی دو طرح لکھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب۔ صرف بیٹا وارث ہو تو دو طرح نہیں لکھ سکتے۔ کیونکہ عصبہ ہے اس کا کوئی حصہ مقرر نہیں بلکہ بوجہ نہ ہونے ذوی الفروض کے کل مال اسی کو مل گیا بخلاف بیٹی کے کہ وہ ذوی الفروض ہے۔ اول اس کو نصف پہنچا اور پھر بوجہ نہ ہونے کسی وارث کے باقی بھی اسی کو مل گیا۔

اس لئے وہاں ہر دو صورتیں درست تھیں کہ حسب قاعدہ رد کا نشان و علامت بنا دیں۔ یا ابتدا ہی سے ایک کا عدد اوپر لکھ دیں۔ بیٹے میں دو باتیں نہیں صرف یہی صورت ہے　مسئلہ ۱ زید / بیٹی

سوال۔ اگر دو چار دس پانچ وارث ہوں۔ لیکن سب ایک ہی نام کے ہوں۔ مثلاً سب بیٹے ہی بیٹے ہوں یا کسی کے بہت سی حقیقی بہنیں ہوں یا بہت سے نواسے ہوں تو مال کو کس طرح تقسیم کریں گے۔

جواب۔ ایسی صورتوں کا پورا جواب اور مفصل بیان اسی باب کی پہلی فصل میں نقشہ نمبر ۶ کے بعد اور تیسری فصل میں رد کے قاعدہ میں گذر چکا ہے وہاں ملاحظہ کرو۔

سوال۔ یہ صورت صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیا غلطی ہے　۱۲ شوہر ۳ والدہ ۲ پوتی ۳ بھائی ۲

جواب۔ بالکل غلط ہے معلوم ہوتا ہے کہ حصہ لگانے

والے ذوی الفروض کے حالات کو اور حاجب اور محجوب کی بحث کو غور سے نہیں دیکھا اول تو یہ غلطی کی کہ والدہ کو ثلث دے دیا۔ حالانکہ میت کی اولاد یعنی پوتی موجود ہے۔ دوسرے یہ غلطی کی کہ پوتی کو ربع حصہ دیا جو نصف کی مستحق تھی اور اس غلطی کی وجہ سے بھائی کے لئے دو سہام باقی رہ گئے۔ جو قاعدہ کی رُو سے یہاں صرف ایک سہام یعنی بارھویں حصے کا مستحق ہے صحیح صورت یہ ہے۔

مسئلہ ۱۲

شوہر	والدہ	پوتی	برادر
۳	۲	۶	۱

سوال۔ اس مثال میں کیا غلطی ہوئی ہے

۱۲				
دختر	دختر	والدہ	پوتی	پڑپوتا
۴	۴	۳	۱	۲

جواب۔ صحیح ہے کچھ غلطی نہیں (ملاحظہ کرو باب چہارم فصل ۶ و ۷ و ۸) (ضمیمہ دیکھیئے)

سوال۔ ایک شخص نے ایک زوجہ ایک والدہ ایک نانی ایک اخیافی بہن ایک حقیقی بہن چھوڑی ان کے حصوں کو نکالنے کے لئے اگر چوبیس یا اڑتالیس سہام بنالیں تو صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں تو بتلایئے ان عددوں میں کیا خرابی ہے اور پھر ایسا کون سا عدد ہے جس میں سے سب کے حصے نکل سکیں۔

جواب۔ چوبیس واڑتالیس میں بھی سب کے حصے نکل آئیں گے اور ہر شخص کا پورا حق مل جائیگا کسی کے حصے میں خلل نہ آئے گا۔ لیکن قاعدہ فرائض کے خلاف ہوگا کیونکہ یہاں بلا ضرورت عدد بڑھا دیئے ہیں۔ سب سے پہلا اور چھوٹا عدد جس سے مقصود حاصل ہوسکتا ہے وہ بارہ ہے۔ اس میں سے بلا تکلف بقدر ضرورت جملہ وارثوں کے حصوں کے مقدار سہام نکل آئیں گے:۔

زوجہ	والدہ	اخیافی بہن	حقیقی بہن	نانی
۳	۴	۲	۳	محروم

سوال۔ اس صورت میں چھ سہام بنا کر تقسیم کرنے میں بہت ہی کم سہام بنانے پڑتے تھے پھر اسی کو کیوں تجویز کیا۔

جواب۔ چھ میں سے بلا توڑے سہام کے یہ سب حصے نہیں نکل سکتے۔ بلکہ زوجہ کو چہارم حصہ میں ڈیڑھ سہام دینا پڑے گا اور ہمشیرہ کو باقی ماندہ ڈیڑھ ملے گا (ضمیمہ دیکھئے)

سوال۔ ایک عورت نے شوہر۔ نانی۔ دو اخیافی بہنیں ایک حقیقی بھائی چھوڑا۔ کوئی ایسا مدد نہیں نکل سکتا تھا جس میں سے سب کے حصے پورے نکل آئیں۔ ہم نے غور کر کے سات سہام بنائے اور سب وارثوں کو اس طرح حصہ دے دیا یہ درست ہوا یا نہیں۔

مسئلہ ۷

شوہر	نانی	اخیافی بہن	حقیقی بھائی
۳	۱	۲	۱

جواب۔ یہاں چھ سہام ہو کر بلا تکلف جملہ ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے تھے۔ لیکن آپ نے بھائی کی رعایت سے خلاف قاعدہ ایک سہام بڑھا کر حساب غلط کر دیا۔ اب کسی کو بھی پورا حصہ نہ پہنچا۔ کیونکہ سات میں سے آپ نے شوہر کو تین دیئے تو نصف نہ پہنچا۔ کیونکہ سات کا آدھا ساڑھے تین ہوتے ہیں۔ اسی طرح سب ذوی الفروض کے حصول میں نقصان آیا۔ ہر جگہ بلا قاعدہ سہام بڑھا لینے جائز نہیں۔ یہ صرف عول کی صورت میں جائز ہے اور عول بھائی وغیرہ عصبات کے لئے کبھی نہیں ہوتا۔ عول صرف وہیں کیا جاتا ہے کہ ذوی الفروض کے حصے پورے نہ نکل سکتے ہوں۔ غرض اس مثال میں بھی بھائی محروم رہے گا اور چھ سہام ہو کر ترکہ صرف ذوی الفروض پر تقسیم ہوگا۔

سوال۔ ایک عورت نے شوہر۔ دختر۔ والدہ۔ بھتیجا۔ چچا کل پانچ وارث چھوڑے اور دوسری نے والدہ۔ بیٹی اور دو بھتیجے کل چار وارث چھوڑے۔ بتلاؤ کہ ان دونوں عورتوں کے مذکورہ وارثوں میں سے کون کون محروم رہیں گے۔

جواب۔ جس عورت نے پانچ وارث چھوڑے تھے اس کا چچا محروم رہے گا

کیونکہ ذوی الفروض سے مال باقی ماندہ بھتیجے کو ملے گا جو چچا سے مقدم ہے اور
جس عورت نے چار وارث چھوڑے ہیں وہاں کوئی محروم نہ رہے گا۔ والدہ اور بیٹی
کے بعد جو ایک ثلث باقی رہا ہے وہ آدھا دونوں بھتیجوں کو مل جائے گا۔

اوّل

شوہر	دختر	والدہ	بھتیجا	چچا
۳	۶	۲	۱	م

دوم

والدہ	بیٹی	بھتیجا	بھتیجا
۱	۳	۱	۱

سوال۔ ایسے عدد کون سے ہیں جن میں تمام ذوی الفروض کے حصے نکل سکتے ہیں۔

جواب۔ خواہ کتنے ہی ذوی الفروض جمع ہو جائیں ان سات عددوں میں سے کوئی
نہ کوئی ان سب کے حصے نکال دے گا ۲-۳-۴-۶-۸-۱۲-۲۴

سوال۔ کیا ان کے سوا بھی کوئی عدد تقسیم کرنے والا ہو سکتا ہے۔

جواب۔ عول اور ردّ کی صورتوں میں سہام کا مجموعہ اگرچہ ان سات عددوں سے
کم زیادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ذوی الفروض کے حصے نکالنے اور سہام لگانے کے لئے
ان عددوں سے کم اور کوئی تجویز نہیں ہو سکتا۔ البتہ عصبات میں جس قدر عصبے ہوں
اسی قدر سہام مقرر کر کے سب کو برابر دیتے ہیں (ملاحظہ ہو فصل اوّل)

سوال۔ چودھری حبیب اللہ کا انتقال ہوا تو اس کے یہ رشتہ دار موجود تھے
زوجہ۔ دختر۔ نانی۔ دادی۔ پوتی۔ خالہ۔ دو علاتی بھائی ان کے حصے نکال دو۔

جواب میت ۱۲ چودھری حبیب اللہ مرحوم

زوجہ	دختر	نانی دادی	پوتی	دو علاتی بھائی	خالہ
آٹھواں	نصف	چھٹا	چھٹا	باقی	محروم

بعد انصرام حقوق مقدمہ بر میراث ۲۴ سہام ہو کر ۳ زوجہ کو بارہ دختر کو پہنچے۔ نانی
اور دادی چھٹے حصے میں شریک ہیں لہذا چار سہام ان دونوں کو ملے بیٹی کی موجودگی

میں چھٹا حصہ للہ یعنی چوبیس میں سے چار سہام پوتی کو ملے اب ایک سہام باقی رہا وہ بوجہ عصبہ ہونے کے دو علاتی بھائیوں کو دے دیا کہ نصفا نصف کرلیں۔

سوال۔ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ تقسیم کرنے والے عدد صرف سات ہیں لیکن عول کی صورت میں جو سہاموں کا مجموعہ عدد سے بڑھ جاتا ہے اور کہاں تک بڑھ جاتا ہے اس کی کوئی انتہا ہو تو ارشاد کیجئے۔

جواب۔ جس جگہ تقسیم کرنے والا عدد ۶ تجویز ہو جاتا ہے وہاں در صورت عول سات۔ آٹھ۔ نو۔ دس تک عدد بڑھ سکتے ہیں اور جس جگہ تقسیم کرنے والا عدد ۱۲ لگایا جاتا ہے وہاں سہام۔ بڑھ کر تیرہ۔ پندرہ۔ سترہ ہو سکتے ہیں۔ چودہ اور سولہ نہیں ہو سکتے اور سترہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور جس جگہ ۲۴ عدد تقسیم کنندہ قرار دیا جاتا ہے وہاں اگر عول ہوتا ہے تو سہام بڑھا کر ستائیس ہو جاتے ہیں۔ کم و بیش نہیں ہوتے اور جس جگہ ۲ یا ۳ یا ۴ یا ۸ عدد تقسیم کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے وہاں سہام نہیں بڑھا کرتے اور عول نہیں ہوا کرتا۔

سوال۔ ان وارثوں پر ترکہ تقسیم کردو۔ شوہر۔ والدہ۔ دو حقیقی ہمشیرہ۔ دو اخیافی ہمشیرہ

جواب۔ پہلے قاعدوں کے بموجب ہم نے سب وارثوں کے حصے لکھے اور پھر غور کرکے تقسیم کرنے والا عدد چھ لگایا اور پھر مجموعہ سہام کا بڑھ کر دس ہوگیا۔ تو ہم نے اس کو چھ کے اوپر عول کی علامت بنا کر اس طرح لکھ دیا۔

مسئلہ ۶ عـ ۱۰

شوہر	والدہ	دو حقیقی ہمشیرہ	دو اخیافی ہمشیرہ
نصف	چھٹا	ثلثان	ایک ثلث
۳	۱	۴	۲

سوال۔ ایک عورت نے دو حقیقی ہمشیرہ اور ایک دادی ایک بھتیجا اور شوہر

چھوڑا صرف بھتیجے کا حصہ دریافت طلب ہے۔

جواب - اس صورت میں بھتیجا محروم رہے گا۔ اس لئے کہ یہاں ذوی الفروض کے ہی حصے پورے نہیں نکل سکتے۔ لاچار ہو کر بجائے چھ کے آٹھ سہام بنا کر ذوی الفروض کے حصے پورے کرینگے بھتیجا تو عصبہ ہے ایسی حالت میں اس کو کہاں سے مل جائے۔

سوال - ایک شخص نے چار بیٹیاں دو زوجہ ایک دادی ایک باپ ایک پوتا اور پانچ بہنیں چھوڑیں۔ یہاں کون سا عدد تقسیم کرنے کے لئے مقرر ہوگا اور پھر عول ہو کر کس قدر سہام بڑھیں گے تا کہ سب وارثوں کا حصہ پہنچ سکے۔

جواب - رد کے بیان سے جو پہلے فائدہ مذکور ہوا ہے اس کو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ یہاں عول نہیں ہو سکتا۔ اتنا ہم بتلاتے ہیں کہ اس جگہ چھ[1] وارث محروم ہیں اور باقی آٹھ وارثوں کے پورے حصے ۲۴ سہام بنانے سے نکل آئیں گے۔ باقی تم خود ذوی الفروض کے حالات دیکھ کر سمجھ لو۔

سوال ایک عورت نے انتقال کیا تو اس کی صرف ایک والدہ اور ایک پوتی موجود تھی ایک شخص نے اس طرح فرائض نکال کر دی

مسئلہ ۴	
والدہ	پوتی
۱	۳

سمجھ میں نہیں آتا کہ والدہ کو چوتھا حصہ اور پوتی کو تین ربع کس قاعدے سے مل گیا۔ ذوی الفروض کے حالات میں یہ حصے کہیں نہیں لکھے گئے۔

جواب - یہاں فی الحقیقت چھ سہام بنا کر تقسیم کیا تھا لیکن والدہ کو چھٹا اور پوتی کو نصف دینے کے بعد دو سہام باقی رہ گئے۔ ان کو بھی بقاعدہ رد ان ہی دو

[1] پانچ ہمشیرہ و دادی ۱۲

وارثوں پر تقسیم کر دیا۔ اب مجموعہ سہام کا چار ہوگیا۔ چھ کے اوپر رد کی علامت بنا کر
چار کو لکھنا مناسب تھا۔ لیکن لکھنے والے نے صرف چار ہی ہندسے لکھنے پر
اکتفا کیا کہ قاعدہ جاننے والے خود سمجھ لیں گے۔

سوال۔ ایک شخص کے مرنے کے بعد دو ہمشیرہ اور ایک زوجہ باقی رہی۔ ہم نے
بارہ سہام مقرر کر کے چوتھا حصہ یعنی تین سہام زوجہ کو دیئے اور دو ثلث میں
آٹھ ہر دو ہمشیرہ کو دیئے۔ اب جو ایک سہام باقی رہ گیا اس میں زوجہ کو کس قدر
ملے گا اور ہمشیراؤں کو کس قدر۔

جواب۔ اسی باب کی تیسری فصل کے قاعدے میں مذکور ہو چکا ہے کہ جب
تک کوئی وارث کسی دوسری قسم کا موجود ہوتا ہے زوجہ اور شوہر پر رد نہیں ہو
سکتا۔ یہاں چونکہ دو ہمشیرہ موجود ہیں لہذا وہ باقی ماندہ ایک سہام ان ہی دونوں
ہمشیرہ کو ملے گا۔ زوجہ اپنا چوتھا حصہ جو حاصل کر چکی ہے بس اس سے زیادہ
کچھ نہ ملے گا۔

سوال۔ مسماۃ رحیمن کا انتقال ہوا تو شوہر اور ایک نانی ایک اخیافی بھائی
باقی رہے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

جواب۔ پہلے نصف مال شوہر کو دے دیں گے پھر اس کے بعد چھٹا نانی کو
چھٹا اخیافی کو دیں گے اس کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ بھی انہی دونوں کو دے
دیا جائے گا۔ شوہر کو دوبارہ کچھ نہ ملے گا لکھنے کی صورت
یہ ہے (زیادہ تفصیل دشوار تھی)

مسئلہ ۲	ممکرہ ۳	رحیمن
شوہر	نانی	اخیافی بھی
۱	۱	۱

سوال۔ زید نے اگر زوجہ والدہ ہمشیرہ باپ نانی وارث چھوڑے تو عول یا رد

ہو گا یا نہیں اگر نہیں ہو گا تو مال کس طرح تقسیم ہو گا۔

جواب۔ یہاں عول کی ضرورت نہیں۔ اس لئے ذوی الفروض کے حصول میں یہاں کچھ تنگی نہیں بلکہ ان کو دینے کے بعد کچھ مال باقی رہ جاتا ہے اور رد اس لئے نہیں ہوتا کہ باپ عصبہ موجود ہے اور جس جگہ عصبہ ہوتا ہے وہاں رد نہیں ہوتا بلکہ باقیماندہ کا مستحق عصبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھو یہاں باقیماندہ باپ نے لے لیا۔ مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	باپ	ہمشیرہ	نانی
۳	۳	۶	م	م (ضمیمہ دیکھئے)

سوال۔ زوجہ۔ دختر۔ دادی۔ دادا پر ترکہ تقسیم کرو اور یہ بھی بتلاؤ کہ ہر ایک وارث کو ایک روپیہ میں سے کتنے آنے ملیں گے۔

جواب۔ مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	دادی	دادا
۳	۱۲	۴	۵
۲ر	۸ر	۲ر۸ پائی	۳ر۴ پائی

سوال۔ مولوی مظہر علی کا انتقال ہوا تو چار زوجہ ایک حقیقی بہن ایک اخیافی بھائی ایک حقیقی بھتیجا موجود تھے یہاں ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔

جواب مسئلہ ۱۲

چار زوجہ	حقیقی بہن	اخیافی بھائی	حقیقی بھتیجا
ربع	نصف	چھٹا	باقی
۳	۶	۲	

سوال۔ حکیم الدین نے ایک زوجہ دو بیٹے ایک بیٹی چھوڑی۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہو گا

جواب۔ اس طرح مسئلہ ۸

زوجہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی
۱	باقی ۷		

آخری سوال۔ آپ نے ان دو جدولوں میں مجملاً یہ بتا دیا کہ چار زوجہ کو تین سہام ملیں گے اور بیٹا بیٹی کو سات سہام۔ اس سے یہ معلوم نہ ہوا کہ ہر ایک زوجہ کو کتنے

[س]ہام ملیں گے اور بیٹا بیٹی ہیں کس حساب سے۔

[ج]واب اور قاعدہ ۔ چند وارثوں کو جو مشترک سہام ملتے ہیں۔ اگر وہ ان پر
[بلا] تکلف تقسیم ہوسکتے ہیں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ تمام وارثوں کو علیحدہ
[ع]لیحدہ لکھ کر بقدر حصہ سب کے نیچے سہام لکھ دو۔ مثلاً چار بیٹیوں کو آٹھ
[س]ہام پہنچے تو لمبے خط کے نیچے چار جگہ بیٹی بیٹی لکھ کر سب کے نیچے دو دو سہام
[لکھ] دو دو۔ اگر سولہ پہنچے ہیں تو چاروں بیٹیوں کے نیچے چار چار لکھ دو۔ یہی حال ہے
[س]ب سے وارثوں کا جو شریک رہا کرتے ہیں۔ مثلاً پانچ ہمشیرہ ہوں اور دس سہام ہوں
[چھ] سہام ہوں اور تین بھائی یا پندرہ سہام ہوں اور ۳ وارث یا بارہ سہام ہوں
[اور] چار وارث وعلیٰ ہذا القیاس۔ دیکھو۔

مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	اخیافی بہن	اخیافی	اخیافی	اخیافی	چچا
۲	۱۲	۲	۲	۲	۲	۲

[یہا]ں آٹھ سہام چار اخیافی بہنوں کو پہنچے تھے۔ بلا تکلف دو سہام ہر ایک بہن
[کے] نیچے لکھے گئے۔

اور اگر بلا تکلف تقسیم نہیں ہوسکتے (مثلاً تین بیٹوں کو چار سہام پہنچے یا دو
[زو]جہ کو تین سہام پہنچے یا پانچ ہمشیرہ کو آٹھ دیئے گئے) تو ان وارثوں کی تعداد
[میں] سہام کو ضرب دے کر سہام بڑھا لیتے ہیں۔ بڑھنے کے بعد سہام ان وارثوں
[پر بلا] تکلف تقسیم ہوجاتے ہیں (مثلاً تین بیٹوں کو چار سہام پہنچے تھے۔ ان پر تقسیم
[نہیں] ہوسکتے۔ ہم نے چار کو تین میں ضرب دیا تو بارہ سہام ہوگئے۔ اور تینوں

[ا]س لئے کہ وارث تین ہیں اور سہام چار گویا سہام کو وارثوں میں ضرب دیا ۱۲ منہ تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

بیٹوں کو بلا تکلف چار چار سہام پہنچ گئے۔ لیکن پھر تمام وارثوں کے سہام بھی اسی عدد میں ضرب دینا پڑتا ہے (جس میں ایک جگہ بہ ضرورت ضرب دی گئی تھی) (مثلاً جس جگہ تین بیٹیوں کے لئے چار سہام کو تین میں ضرب دیا تھا وہاں شوہر اور والدہ وغیرہ جو کوئی وارث ہوں گے ان کے حصوں کو بھی تین میں ضرب دینا ہوگا) اور لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا گیا تھا اسی کو ضرب دینا ہوگا اور ضرب کے بعد جس قدر سہام نکلیں اس کو عدد کے سر پر تصحیح کی علامت بنا کر لکھا جائے گا (مثلاً جہاں بیٹوں کے حصوں کو تین میں ضرب دیا تھا اور ان کی وجہ سے سب وارثوں کے حصے تین میں ضرب دیئے گئے تھے وہاں اوپر لکھے ہوئے عدد چھ کو بھی تین میں ضرب دیں گے اور تصحیح کی علامت بنا کر اٹھارہ کا ہندسہ اس کے اوپر اس طرح ۶ تصحہ ۱۸ لکھ دیں گے) لیکن چونکہ ہم نے کتاب محض ناواقف اور کم استعداد لوگوں کے لئے لکھی ہے اور اس قاعدہ میں زیادہ فہم اور حساب دانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم اس قاعدہ کو سمجھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ البتہ گذشتہ دو مثالوں میں جن کی نسبت آخری سوال کیا گیا تھا۔ اس قاعدے کو جاری کر کے دکھلانے کے بعد اس بحث کا خاتمہ کرتے ہیں۔ سنئے

اوّل مظہر علی کی جائداد کو ہم نے ۱۲ سہام کر کے ۳ زوجہ کو ۶ بہن کو ۲ بھائی کو ایک بھتیجے کو دیا تھا۔ اب آپ چاہتے ہیں کہ ہر ایک زوجہ کا حصہ علیحدہ ہو جائے سیدھی بات تو یہ ہے کہ تین سہام کو چاروں زوجہ تقسیم کر کے تین تین ربع یعنی پونا پونا سہام ہر ایک زوجہ لے جائے۔

لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ فرائض میں اسی طرح حصے نکالنے کا قاعدہ ہے کہ

سہام نہ ٹوٹے۔ لہذا ہم نے قاعدہ تصحیح کے بموجب زوجہ کے تین سہام کو چار میں ضرب دیا اب بارہ ہوگئے اور ہر ایک زوجہ کو تین تین پہنچ گئے۔ پھر حقیقی بہن کے سہاموں کو بھی چار میں ضرب دے کر چوبیس کیا اور اس کے نیچے لکھ دیا۔ اسی طرح بھائی کا حصہ چار میں ضرب دینے سے آٹھ ہو کر اس کے نیچے لکھا گیا اور بھتیجے کا بھی چار میں ضرب دے کر لکھا لمبے خط کے اوپر جو عدد لکھا ہے یعنی ۱۲ اس کو چار میں ضرب دیا اور بارہ چوک اڑتالیس ہوگئے تو اڑتالیس کا ہندسہ بارہ کے اوپر تصحیح کی علامت بنا کر لکھ دیا۔ اب دیکھو ہر ایک وارث کا حصہ علیحدہ علیحدہ بلا توڑے سہام کے نکل آیا صورت اس کی یہ ہے۔

مسئلہ ۱۲ تصحیح ۴۸

زوجہ	زوجہ	زوجہ	زوجہ	بہن	اخیافی بھائی	بھتیجا
۳	۳	۳	۳	۱۲	۲	۱/۲

دوم:۔ حکیم الدین کی زوجہ کو ایک سہام دینے کے بعد باقی سات اس کے بیٹا بیٹی پر پوری طرح تقسیم نہیں ہو سکتے تھے۔ لہذا ہم نے ان سات سہام کو اس کے مستحق وارثوں میں ضرب دینا چاہا۔ بظاہر تین آدمی۔ دو بیٹے۔ ایک بیٹی لیکن پہلی فصل کے قاعدے سے اور پانچویں فصل کے دوسرے جواب سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر ایک بیٹا بمنزلہ دو وارثوں کے سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ہم نے ان کو پانچ وارث قرار دے کر ان کے سات سہام کو پانچ میں ضرب دیا۔ پینتیس ہو کر چودہ چودہ بیٹوں کو اور سات بیٹی کو مل گئے۔ چونکہ ہم نے بیٹا بیٹی کے سہام کو پانچ میں ضرب دیا تھا زوجہ کے سہام کو بھی پانچ میں ضرب دیا اور ذرا سا خط کھینچ کر زوجہ کے نیچے پانچ کا ہندسہ بھی لکھ دیا اور اب لمبے خط پر لکھے ہوئے تقسیم کنندہ عدد آٹھ کو بھی پانچ میں

ضرب دے کر چالیس کا ہندسہ اس کے اوپر اس طرح لکھا

تصـ ۴۰			
زوجہ	پسر	پسر	دختر
۵	۱۴	۱۴	۷

اب بوجہ تصحیح کے کل سہام چالیس ہو گئے اور ہر شخص کا حصہ علیحدہ ہو گیا۔

بفضلہ تعالیٰ یہاں تک تمام ضروری امور کا اس قدر بیان ہو گیا ہے کہ معمولی استعداد کا شخص تنہا تنہا ہر ایک وارث کے حصے بلا تکلف بتلا سکے اور اگر محنت کرے اور دل سے چاہے تو فرائض کے ایسے عدہا مسائل جن میں مناسخہ ہو بہت سہولت سے حل کر لیا کرے اور جملہ وارثان کے حصے بٹھلا کر عدد معین کرنے اور سہام پر بخوبی قادر ہو کر معمولی فرائض اچھی طرح نکالنے لگے۔ اور اب دو نہیں باتیں رہ گئی ہیں۔ ایک تصحیح جس کو ہم نے کسی قدر ذکر کیا ہے اور دو مثالوں میں بھی سمجھایا ہے۔

دوسرا مناسخہ ان دو چیزوں کو بیان نہیں کرتے اگر کسی کو اردو میں سیکھنے کا شوق ہو تو علم الفرائض نظم الفرائض وغیرہ رسالوں سے سیکھ سکتا ہے جن میں سے سب سے بہتر مولوی منفعت علی صاحب مرحوم دیوبندی کا رسالہ فرائض اردو ہے۔ اب ہم چند امور ضروریہ کو بیان کر کے اس کتاب کو ختم کرنا چاہتے ہیں واللہ المعین وبیدہ الخیر ؛

سلہ کبھی تصحیح کی علامت صرف ت اس طرح لکھ دیتے ہیں ۱۲

سلہ کتاب طویل ہوتی چلی جاتی تھی اور طبع ہونے کی کوئی صورت نہیں نکلتی تھی لہٰذا گھبرا کر چھوڑ دیا آئندہ ارادہ ہے کہ تصحیح اور مناسخہ کا بیان نہایت عام طرز سے لکھ کر بڑھا دیا جائے ؛

فصل خنثیٰ مشکل کا بیان

کتب فرائض کے آخر میں خنثیٰ مشکل کا حال لکھنے کا دستور ہے جس کو نہ مرد کہہ سکتے ہیں نہ عورت۔ اگر کسی شخص میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں موجود ہوں یا کوئی بھی علامت نہ ہو مرد کی نہ عورت کی تو حتی الوسع کسی طرح اس کو مرد یا عورت قرار دیتے ہیں اور اسی کے موافق میراث وغیرہ کے تمام احکام لگاتے ہیں۔ مثلاً دیکھتے ہیں کہ کس جانب کا غلبہ ہے۔ اگر صحبت کر سکتا ہے یا پیشاب مردوں کی طرح کرتا ہے یا اس سے کوئی حاملہ ہو گئی ہو تو مرد ہی سمجھیں گے۔ اور اگر اس کو حمل رہ گیا، یا عورتوں کے مقام سے پیشاب کرتا ہے یا اس کو حیض آتا ہے تو عورت سمجھیں گے۔ اسی طرح کوئی نہ کوئی قوی علامت اور ایک جانب کا غلبہ دیکھ کر وہی حکم لگائیں گے۔ اور اسی کے موافق جملہ احکام میراث وغیرہ جاری کریں گے۔ لیکن جب دونوں حالتیں بالکل برابر ہوں اور حالت ایسی مشتبہ ہو جائے کہ کسی وجہ اور کسی علامت سے کسی طرح بھی مرد یا عورت ہونے کو ترجیح نہ دے سکیں تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں۔ میراث پانے میں اس کا یہ حکم ہے کہ اگر عورت سمجھنے میں حصہ کم ملتا ہے تو عورت ہی سمجھیں گے غرض جس صورت میں حصہ کم ملتا ہے وہی تجویز کر لیں گے۔ چونکہ اس کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے اس سے زیادہ تفصیل لکھنا بے سود ہے کتب عربیہ میں موجود ہے۔

تنبیہ:۔ بعض نامعقول مرد زنانہ لباس و حرکات اختیار کر لیتے ہیں اور عرف

ل عند ابی حنیفۃ و اصحابہ وہو قول عامۃ الصحابۃ وعلیہ الفتویٰ ۱۲ سراجی

میں ان کو مخنث اور ہیجڑا کہتے ہیں وہ میراث کے حکم میں بالکل مرد سمجھے جائیں گے اور ہر جگہ میراث میں مرد کا حصہ[1] پائیں گے۔

حمل کی میراث کا بیان

اگرچہ بعض دفعہ میت کے انتقال کے بعد فوراً ہی میراث کے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو میت کا آخری وقت دیکھ کر اپنے اپنے قابو کے مال پر نام وارث قبضہ کرنا شروع کر دیتے ہیں لیکن عام طور سے اس زمانہ میں میراث تقسیم کرنے میں عجلت نہیں کی جاتی۔ اس لئے کسی بچے کے تولد کا انتظار کچھ مشکل نہیں ہوتا اور مناسب بھی یہی ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہو سکتا ہے تو بچہ جننے تک صبر کریں اور تقسیم ترکہ کو وضع حمل تک ملتوی رکھیں۔ کیونکہ بعض دفعہ بچہ مردہ پیدا ہوتا ہے جو بالکل مستحق نہیں اور کبھی ایک حمل سے دو چار[2] یا زیادہ بچے پیدا ہو جاتے ہیں ان سب صورتوں میں پہلی تقسیم اور حصوں کو بالکل توڑنا اور از سرِ نو حصہ لگانا پڑتا ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ انتظار کر لیں۔ لیکن اگر انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جو کچھ حصہ پہنچتا ہے اس کے لیے امانت رکھیں اور اس کے مرد

---

[1] اور دیگر احکام شرعیہ میں بھی وہ بالکل مرد ہی سمجھے جائینگے لیکن ایسی حالت وصورت اختیار کر لینے سے وہ شرعاً نہایت گنہگار اور فاسق سمجھے جاتے ہیں ایسے لوگوں سے پردہ نہ کرنا اور عورتوں میں آمد ورفت کی اجازت دینا کم عقلی اور خلاف غیرت ہے ۱۲ [2] چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ (باقی صفحہ ۲۹۳ پر)

ہونے کی وجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہوں ان کو محروم رکھیں اور جن لوگوں کا حصہ کم ہوتا ہو ان کو کم دیں۔ تفصیل ضمیمہ میں دیکھیں ؎

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہو تو اس کا پورا حصہ امانتی اس کو دیا جائے گا۔ اور تقسیم ترکہ بدستور رہے گی اور اگر لڑکی تولد ہو تو جس قدر حصہ کی مستحق ہو گی وہ اس کو دیا جائے گا اور حمل کو لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دیئے گئے تھے ان کا حق دے دیا جائے گا :۔

مثال ۱۔ ظہیر الدین کا انتقال ہوا اس کی ایک زوجہ دو ہمشیرہ اور والدہ وارث موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے۔ ہم نے قبل از ولادت میراث تقسیم کرنا چاہا اور حمل کو لڑکا فرض کر کے اس طرح حصے لگا دیئے

۲۴			
زوجہ	والدہ	حمل	دو ہمشیرہ
۳	۴	۱۷	م

کیونکہ بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہا کرتی ہیں یہاں اگر تقدیر سے لڑکا ہی پیدا ہوتا تو کچھ تغیر و تبدل نہ کرنا پڑتا۔ ترکہ جس طرح تقسیم ہو گیا تھا بدستور رہتا اور وہ پیدا ہو کر اپنے حصے کا مالک

(بسلسلہ صفحہ ۲۹۲) شافعی رحمہ صاحب کے ایک استاد کے بیس بیٹے تھے جو صرف پانچ حملوں میں پیدا ہوئے تھے یعنی ہر دفعہ چار بیٹے پیدا ہوئے تھے کشکول میں ایک عورت کا قصہ لکھا ہے کہ اس کے سات بیٹے ایک حمل سے پیدا ہوئے تھے اور بعض عورتوں کا حال لکھا ہے کہ ایک حمل میں چالیس بچے پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم۔ ف جن بچوں کی پیدائش میں چھ ماہ سے کم فاصلہ ہو تو وہ سب ایک ہی حمل سمجھے جاتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ سب ایک ہی وقت میں پیدا ہوں ۱۲ ؎ امام صاحب رح کا ایک قول ہے کہ چار بیٹوں کا حصہ امانت رکھیں اور بھی چند اقوال ہیں لیکن اس پر فتویٰ یہ ہے کہ ایک بیٹے کا حصہ امانت رکھا جائے ۱۲ کذافی در المختار و فتاویٰ قاضی خاں۔ ؎ بعض دفعہ لڑکی مستحق نہیں ہوتی ۱۲

ہو جاتا۔ لیکن ظہیرالدین کی بہنوں کی دعا سے لڑکی پیدا ہوئی۔ چونکہ وہ نصف ترکہ کی مستحق ہوتی ہے۔ لہذا ہم نے بجائے سترہ کے بارہ سہام اس کو دیئے اور باقیماندہ پانچ سہام بہنوں کو دیئے جو حمل کو لڑکا فرض کرکے محروم کردی گئی تھیں۔ اب گویا میراث از سر نو تقسیم ہوکر یہ صورت ہوگی

زوجہ (۲۴)	والدہ	دختر	ہمشیرہ
۳	۴	۱۲	۵

یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس حمل کے لئے حصہ امانت رکھا جاتا ہے وہ میت کی زوجہ ہی کا حمل ہو۔ بلکہ جب جس موقع میں حمل میت کا وارث قرار پاسکتا ہے وہاں حصہ امانت رکھا جائے گا خواہ وہ حاملہ عورت میت کی وارث ہو یا نہ ہو اور خواہ میت کی زوجہ ہو یا کوئی دوسری رشتہ دار ہو دوسری اور تیسری مثال سے یہ بات خوب نظر آئے گی۔

مثال ۲۔ عزیز خاں نے اپنے بیٹے مجید خاں سے دو مہینے پیچھے انتقال کیا اور اپنی زوجہ اور والد وارث چھوڑے اور بیٹے کی زوجہ بھی موجود تھی جو حاملہ تھی اس وقت ترکہ تقسیم کرنے میں ولادت کا انتظار نہ کیا گیا اور حمل کو لڑکا قرار دے کر مال کو اس طرح تقسیم کر دیا۔

زوجہ (۲۴)	باپ	حمل پوتا	بیٹے کی زوجہ
۳	۴	۱۷	م

لیکن اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی۔ جو نصف مال کی مستحق ہے۔ لہذا اس کو بارہ سہام دے کر باقی پانچ سہام بوجہ عصبہ ہونے کے باپ کے حصے میں بڑھا دیئے۔

زوجہ (۲۴)	پوتی تولد شدہ	باپ	بیٹے کی زوجہ
۳	۱۲	۱۵	م

مثال۔ حسن علی کے انتقال کے وقت اس کی والدہ کو حمل تھا۔ لہذا ترکہ اس طرح تقسیم کیا گیا۔ لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی

والدہ (مسئلہ ۸)	ہمشیرہ	ہمشیرہ تولد شدہ	بھتیجا
۳	۶	۲	م

تو بجائے دس کے اس کو چھ سہام پہنچ کر اس طرح تغیر ہوا۔ لہ

والدہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ تولد شدہ	بھتیجا
۳	۶	۶	۳

یعنی ہمشیرہ کا حصہ بڑھ گیا اور بھتیجا محروم نہ رہا (کیونکہ بھائی جو اس سے مقدم عصبہ تھا پیدا نہ ہوا بلکہ بہن پیدا ہوئی، تفصیل ضمیمہ میں دیکھیں)

حمل کے لیئے جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ اس کو اسی صورت میں پہنچتا ہے جب کہ وہ زندہ پیدا ہو جائے۔ اگر پیٹ ہی میں مرگیا تو وہ اس مال کا مالک نہ ہوگا۔ اور اس کو بالکل بے اعتبار اور کالعدم سمجھ کر باقی وارثوں پر یہ سب مال لوٹا دیں گے جو میت کی وفات کے وقت موجود تھے۔ مثلاً ایک شخص کی زوجہ حاملہ تھی تو اس کا مال اس طرح تقسیم کیا

۲۴			
زوجہ	والدہ	حمل	بھائی
۳	۴	۱۷	ـ

لیکن لڑکا مردہ پیدا ہوا تو اس کا وجود عدم برابر سمجھ کر زوجہ کو چہارم اور والدہ کو ایک ثلث دیا اور بھائی عصبہ مستحق میراث ہو گیا

۲۴ لہ		
زوجہ	والدہ	برادر
۶	۸	۱۰

علیٰ ہذا القیاس۔

اگر کسی حمل کے لیئے حصہ امانت رکھا گیا اور تولد ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ وارث ہی نہیں ہو سکتا تو بھی اس کو کالعدم اور لا اعتبار سمجھ کر دیگر وارثان پر جو میت کی وفات کے وقت موجود و مستحق تھے کل مال تقسیم کر دیا جائے گا مثلاً عزیز الحق نے اپنی والدہ اور دو بیٹیاں وارث چھوڑیں اور بھائی سعید الحق مرحوم کی زوجہ کو بھی حمل ہے۔ ہم نے اس حمل کو حسب قاعدہ مذکر سمجھ کر وارث قرار دیا اور اس کے

لہ یہ شبہ نہ کرنا چاہیئے کہ تقسیم کرنے والے سات عددوں میں اٹھارہ کا عدد نہیں پھر اس سے کیوں تقسیم کیا گیا اس لئے کہ یہاں فی الحقیقت چھ عدد سے تقسیم کیا گیا لیکن بقاعدہ تصحیح ۸ اپنا لیا ہے ۱۲ لہ یہاں ۱۲ سے تقسیم ہو سکتا ہے لیکن ہم نے فرق ظاہر کرنے کے لیئے ۲۴ رہنے دیا ۱۲

لئے بدیں صورت مرد کا حصہ امانت رکھا (والدہ ۱، دو دختر ۴، حمل بھتیجا ۱)۔ تقدیر ایزدی سے لڑکی پیدا ہوئی۔ جو یہاں مستحق میراث نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ لڑکی عزیز الحق مورث کی بھتیجی ہے اور ذوی الارحام میں داخل ہے اور جب تک ذوی الفروض میں سے ایک بھی موجود ہوتا ہے ذوی الارحام مستحق نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا یہاں حمل اپنے حصے سے بالکل محروم رہا اور کل مال بقاعدہ ردّ میت کی دختران اور والدہ پر اس طرح (۵: والدہ ۱، دختر ۲، دختر ۲) تقسیم کر دیا۔ چونکہ حمل کے لئے صرف ایک لڑکے کا حصہ امانت رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر اتفاق سے اس حمل میں دو تین بچے پیدا ہو جائیں تو چاہیئے کہ پہلی تقسیم کو منسوخ کر کے از سر نو تقسیم کریں اور حسب قاعدہ جو کچھ بچوں کا حصہ نکلتا ہو وہ مقرر کریں۔

ف :- جو حمل پورا زندہ پیدا ہونے کے بعد مر گیا یا نصف بدن باہر آنے کے بعد مر گیا وہ اپنے حصے کا مالک ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ مالک ہو کر فوراً مر گیا ہے اس لیئے اس کا حصہ ان لوگوں پر منتقل ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ مالک ہو کر فوراً مر گیا ہے اس لئے اس کا حصہ ان لوگوں پر منتقل ہو جائے گا جو اس بچے کے وارث اور شرعاً مستحق میراث ہوں۔ لیکن اب یہ مال اسی بچہ کا سمجھا جائے گا اور انہیں وارثوں کو ملیگا جو اس کے مرنے کے وقت موجود مستحق ہوں۔ لہٰذا اس حصے کو تقسیم کرنے کے وقت پہلے میت یعنی اول مورث کے انتقال کے وقت کا اعتبار نہ ہو گا۔ پس اگر کوئی شخص اول میت کی وفات کے وقت زندہ تھا لیکن اس بچے کے مرنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو وہ اس بچے کے مال میں سے مستحق میراث نہ ہو گا۔

شرط ۔ اگر حمل خود میت کا ہے یعنی اس کی زوجہ یا لونڈی حاملہ ہے۔ تو

اس کے وارث ہونے اور حصہ پانے کے لئے یہ شرط ہے کہ میت کی وفات کے بعد دو برس کے اندر پیدا ہو جائے۔ اگر وفات سے دو سال کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس میت کا حمل نہ سمجھا جائے گا۔ اور اس کے مال کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ حمل کسی دوسرے شخص کا ہے۔ مثلاً میت کی والدہ حاملہ ہے یا اس کے بیٹے کی زوجہ کو حمل ہے (جیسا کہ گذشتہ مثالوں میں گذر چکا ہے) تو وہاں اس حمل کے مستحق میراث ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میت کی وفات کے بعد چھ مہینے کے اندر اندر پیدا ہو جائے۔ اگر اس کے انتقال سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہے تو یہ حمل اپنے امانت شدہ حصے سے محروم رہے گا[۲] اور وہ حصہ حسب دستور سابق وارثوں پر لوٹا دیا جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص نکاح کرنے کے بعد اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا اور نکاح کو چھ مہینے نہیں گذرے تھے کہ بچہ پیدا ہو گیا تو بچہ مستحق میراث نہ ہوگا اور اس کے لئے حصہ رکھا گیا ہوگا تو وہ باقی وارثوں پر لوٹا دیا جائے گا[۳]۔ علیٰ ہذا القیاس اگر شوہر زندہ رہا اور نکاح کے بعد چھ ماہ گذرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو وہ

---

[۱] کیونکہ حمل پیٹ میں ۲ سال تک ٹھہر سکتا ہے زیادہ نہیں پس جب دو سال گذرنے کے بعد بچہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ میت کے انتقال کے بعد کسی اور سے حاملہ ہوئی ہے [۲] جب دوسروں کا حمل ہو تو شریعت نے حمل کی کم مدت کا اعتبار کیا ہے جو چھ مہینے ہے اگر چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا ہے تو اس کی میراث نہ پائے گا مگر اس کا پوتا یا بھائی بھتیجا وغیرہ پھر بھی کہلائے گا ۱۲ [۳] کیونکہ کم سے کم مدت حمل کی چھ مہینے ہے، جب نکاح کو چھ ماہ بھی نہیں گذرے اور بچہ پیدا ہو گیا۔ تو معلوم ہوگا کہ نکاح سے پہلے حمل تھا اس شوہر کا حمل نہیں ۱۲

اس شوہر کا نہ سمجھا جائے گا اور اس کی میراث وغیرہ سے کبھی حصہ نہ ملے گا۔

مفقود یعنی گم گشتہ کا بیان

جو شخص لاپتہ اور گم ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا اس کو مفقود کہتے ہیں۔ وہ جو کچھ مال چھوڑ جائے اس کو تقسیم نہ کیا جائے اور نہ اس میں سے قرض ادا کئے جائیں بلکہ امانت رکھا جائے اور اس شخص کے آنے کا انتظار کریں۔ اگر آجائے تو اپنے مال پر قابض ہو جائے گا۔ ورنہ جب حساب کی رو سے اس کی عمر نوّے برس کی ہو جائے یعنی جس تاریخ سے پیدا ہوا تھا اس دن سے شمار کر کے نوّے برس گذر جائیں اس وقت شرعاً اس کی موت کا حکم لگا دیں گے اور جو وارث اس وقت زندہ موجود ہیں وہ حصہ دار اور مستحق ہوں گے اور جو اس وقت سے پہلے مر گئے وہ محروم رہے۔ کیونکہ شرعاً گویا آج اس کی موت واقع ہوئی ہے اگرچہ فی الحقیقت وہ آج سے دس بیس برس پہلے مر گیا ہو یا اب بھی زندہ ہو۔ لیکن چونکہ کسی کو معلوم نہیں لہٰذا جس روز نوّے سال کی عمر ہو گئی۔ شریعت نے اس کے انتقال کا حکم دے دیا۔ یہ تو خود اس کے مال کا حکم تھا اب اس کے مستحق میراث ہونے کا حال سنئے۔

اگر گم ہونے کے بعد ایسے شخص کا انتقال ہو جس کے مال سے اس گم شدہ کو حصہ مل سکتا ہے تو جس قدر اس گم شدہ کا حق ہو وہ امانت رکھا جائے اور اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے اگر آجائے تو بہتر ہے اپنا حصہ پائے گا اور اگر واپس نہ

آیا اور کچھ تپہ نہ لگا تو جس روز اس کی عمر کے نوّے سال گذر جائیں (اور حسب قاعدہ سابق اس کی موت کا حکم دیا جائے) اسی روز وہ حصہ واپس کر دیا جائے جو اس کے لئے مورث کے مال میں سے امانت رکھا تھا اور جس میت کے مال میں سے یہ حصہ امانت رکھا گیا تھا اسی کے وارثوں کو دیا جائے۔ لیکن اس وقت کے موجودہ وارثوں کا اعتبار نہیں بلکہ ان وارثوں پر لوٹایا جائے جو اس وقت موجود تھے جب کہ وارث کا انتقال ہوا تھا اور گم شدہ کے لئے حصہ امانت رکھا گیا تھا مفقود کے احکام کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال لکھی جاتی ہے۔

مثال۔ عبد الرحیم پچیس سال کی عمر میں ۱۴ رجب ۱۲۶۱ھ کو گھر سے یہ کہہ کر نکلا کہ کلکتہ جاتا ہوں۔ لیکن پھر ایسا لاپتہ اور مفقود ہوا کہ کچھ خبر ہی نہ ملی کہ کہاں گیا مر گیا یا زندہ ہے۔ اس کی زوجہ دس برس سے زیادہ صدمۂ فراق اور رنج و مصیبت اٹھا کر بہت سامال چھوڑ کر ۴ محرم ۱۲۷۲ھ کو دنیا سے رخصت ہو گئی۔ اپنا باپ اور دو بیٹا بیٹی وارث چھوڑے۔ اس وقت اس مسماۃ کا ترکہ اس طرح تقسیم کر دیا گیا

۱۲			
شوہر مفقود	نانی	بیٹی	والدہ
امانت رکھا ۳	۱	۶	۲

عبد الرحیم شوہر کا حصہ امانت رکھا گیا۔ پینسٹھ برس گذر گئے مگر عبد الرحیم ایسی گھڑی نکلا تھا کہ پھر واپس ہی نہ آیا۔ اس عبد الرحیم کی نانی اور چچا اور اس کی زوجہ کا باپ اور نانی سب دار فانی سے انتقال کر گئے۔ پچیس برس کی عمر میں گھر سے نکلا تھا اور ۱۴ رجب ۱۳۲۶ھ تک پینسٹھ سال انتظار میں گذرے۔ اب حساب سے چونکہ اس کی عمر نوّے سال کی ہو گئی لہذا ۱۴ رجب ۱۳۲۶ھ کو شرعاً سمجھا جائے گا کہ آج اس کا انتقال ہوا ہے اور اس کے لئے جو زوجہ کے ترکہ

میں سے امانت رکھا تھا وہ آج اس کی زوجہ کے ان وارثوں پر لوٹا دیں گے، جو ۴ محرم ۱۲۷۲ھ کو اس کی زوجہ کے انتقال کے وقت موجود تھے (خواہ آج ۱۴ رجب ۱۳۲۶ھ کو زندہ ہوں یا نہ ہوں) اور یوں سمجھیں گے کہ حصہ لینے کے لئے گویا عبد الرحیم اس وقت زندہ ہی نہ تھا جب اس کی زوجہ کا انتقال ہوا پس اس کے لئے تین سہام امانت رکھے گئے تھے ان کو انہیں وارثوں پر تقسیم کر دینگے جنہوں نے ۴ محرم ۱۲۷۲ھ کو عبد الرحیم کی زوجہ کے مال میں سے حصے لئے تھے۔ یعنی اس حصہ امانت کو نو سہام کرکے دو سہام عبد الرحیم کی زوجہ کے باپ کو چھ بیٹی کو ایک نانی کو دے دیں اور خود عبد الرحیم کا مال جو رکھا تھا۔ وہ اب نوے برس کی عمر ہونے پر موت کا حکم لگنے کے بعد عبد الرحیم کے ان وارثوں پر تقسیم ہوگا۔ جو بالفعل آج ۱۴ رجب ۱۳۲۶ھ کو موجود ہیں۔ عبد الرحیم کی زوجہ اور نانی اور چچا وغیرہ جو اس عرصہ میں انتقال کر گئے وہ سب اس کی میراث سے محروم رہیں گے۔ کیونکہ شرعاً گویا آج ۱۴ رجب کو عبد الرحیم کا انتقال ہوا ہے (فی الواقعہ خواہ اس سے پہلے مر گیا ہو، یا اس کے بعد مرے، چونکہ معلوم نہیں اس لئے شریعت نے نوے برس کے بعد موت کا حکم دے دیا) تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ کریں،

اس مثال سے اور پہلے بیان سے دو باتیں آپ سمجھ گئے ہوں گے اوّل یہ کہ جو شخص مفقود الخبر ہو کر نوّے برس کی عمر تک نہ آئے، جب تک نوّے سال کی عمر نہ ہو اس کا مملوکہ مال امانت رکھا جائے جب نوّے سال پورے ہو جائیں یعنی پیدائش کے دن سے حساب کرکے جب نوّے برس ہو جائیں اس وقت اس کا مال

۱؎ جو لوگ زندہ ہونگے وہ خود اس مال کو لینگے اور جو مر گئے ہوں ان کے پسماندوں اور مستحق وارثوں کو دیا جائے ۱۲

تقسیم ہو گا اور اس وقت کے موجودہ وارثوں کو دیا جائے گا۔ اس سے پہلے جو رشتہ دار مر گئے وہ اس کے مال سے حصہ نہ پائیں گے۔ دوئم یہ کہ جو شخص نوّے برس کی عمر تک واپس نہ آئے اس کی غیر حاضری کے دنوں میں جن لوگوں کا انتقال ہوا ہے کسی کے مال میں سے اس گمشدہ کو حصہ نہیں ملے گا لیکن احتیاطاً اس کے لئے امانت رکھ لیتے ہیں کہ شاید نوے برس کی عمر سے پہلے واپس آجائے یا کچھ حال معلوم ہو جائے اور مستحق حصہ ہو جائے۔ کیونکہ محروم جب ہوتا ہے کہ اس عمر تک کچھ پتہ ہی نہ لگے۔

مسئلہ[1]۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مفقود کے انتظار کی حد نوّے[2] برس ہے۔ یعنی جب تک اس کی عمر نوّے برس کی نہ ہو جائے اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے گا اور اس کے مال کو تقسیم نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس کی زوجہ کے لئے نکاح ثانی جائز ہو گا میراث کے تقسیم نہ ہونے سے کوئی حرج و تکلیف اور بڑی دقّت پیش نہیں آتی۔ لیکن زوجہ کو اس قدر طویل عرصہ تک انتظار کرنا بعض دفعہ بوجہ مفلسی اور ناداری کے مشکل ہوتا ہے اور کبھی بوجہ نوعمر و جوان ہونے منکوحہ کے اندیشہ فساد عظیم اور بے عزتی کا ہوتا ہے۔ اس لئے بہت سے محققین علمائے حنفیہ نے خاص[3] نکاح کے

---

[1] یہ مسئلہ احقر نے علمائے محققین سے خوب دریافت کر کے لکھا ہے اور تمام ضروری امور کی تفصیل انہی کی فرمائش سے کی گئی ہے ۱۲ [2] اس میں مختلف اقوال ہیں ایک سو پانچ سال، ایک سو دس سال، ایک سو بیس سال وغیرہ لیکن فتویٰ ۹۰ سال پر ہے ۱۲ [3] میراث کی نسبت نوّے سال کا انتظام امام مالکؒ و ابو حنیفہ رح دونوں ضروری فرماتے ہیں ۱۲

جائز ہونے ہیں امام مالک[1] رحمۃ اللہ کے قول پر فتویٰ دے دیا ہے کہ جس روز سے مفقود الخبر اور لاپتہ ہوا ہے۔ اس تاریخ سے چار سال چار ماہ دس روز کے بعد زوجہ کو نکاح ثانی جائز ہے گویا چار سال کے انتظار کے بعد گمشدہ کی موت کا حکم دیا گیا ہے اور پھر چار ماہ دس روز عدت گذارنے کے بعد نکاح ثانی جائز ہو گیا۔ یہ مسئلہ شامی جلد سوم کتاب المفقود اور دیگر کتب[2] فقہ میں موجود ہے۔ ضرورت میں اس پر عمل کر لینا چاہیئے۔ لیکن چونکہ فقہا رنے اس میں فیصلۂ قاضی کی شرط لگائی ہے۔ یعنی جب تک حاکم حکم نہ دے اس وقت تک اس کو میت سمجھ کر نکاح جائز نہ ہو گا۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ شوہر زندہ واپس آ جاتے ہیں اور جھگڑا کر کے نوبت بعدالت پہنچاتے ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے نواح کے علمار سے فتویٰ لے کر اس کو عدالت میں پیش کر کے نکاح کی اجازت لے لیں۔ لیکن درخواست ایسے منصف اور جج وغیرہ حاکم کے اجلاس میں پیش کریں جو مسلمان ہو اس کا فیصلہ بمنزلہ شرعی قاضی کے سمجھا جائے گا اور شرعاً وقانوناً ہر طرح نکاح جائز ہو جائے[3] گا اور دنیا و آخرت کے مواخذہ کا خوف اور اندیشہ فساد نہ رہے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مفقود کے بعد مرتد کا حال لکھنے کا دستور ہے لیکن آج کل اس کی ضرورت

---

[1] امام شافعی رح صاحب کا بھی قول قدیم یہی ہے اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے ان صورتوں میں کہ غالب گمان مرجانے کا ہو ۱۲ [2] اردو خواں ناظرین مولانا عبدالحی رح صاحب کے فتاویٰ میں دیکھ لیں ۱۲ [3] لیکن اگر پہلا شوہر زندہ واپس آجائے تو زوجہ اسی کو دی جائے گی۔ البتہ اگر پہلا شوہر واپس آکر طلاق دیدے تو زوجہ شوہر ثانی کے پاس رہ سکتی ہے لیکن طلاق کی عدت گذرنے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا پڑیگا اگر شوہر ثانی سے کوئی اولاد ہو گئی تو وہ اپنی اولاد کا ہر صورت میں مستحق ہے ۱۲

نہیں پڑتی۔ اس لئے کہ اگر شاذ و نادر کوئی بدبخت مرتد ہوتا ہے تو وہ اپنا مال مسلمان وارثوں کے اختیار میں نہیں چھوڑ دیتا کہ وہ اس میں مسائل شرعیہ جاری کریں۔ اور اگر بالفرض کوئی ایسی صورت پیش بھی آئے تو اس کا حکم بقدر ضرورت ہم نے شروع کتاب میں میراث سے محروم کرنے والی چیزوں کے ذیل میں بیان کر دیا ہے ؛

مسائل متفرقہ متعلقہ فرائض

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے زندگی میں اپنے کسی وارث کو بقدر اس کے حصے کے اپنا مال و جائداد دے کر اس کو مالک بنا دیا اور پورا قبضہ کرا دیا تو اصل مالک کے انتقال کے بعد باقیماندہ مال میں بھی یہ شخص دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک رہے گا اور اپنا پورا حصہ اب پھر لے گا۔ زندگی میں جو کچھ مورث نے اس کو دے دیا۔ اور اب اس کے حصے میں محسوب نہ ہوگا ؛

مسئلہ۔ جب زوجہ مر جائے تو اس کا مہر جو شوہر کے ذمہ پر واجب ہے وہ بھی اسی طرح تقسیم ہوگا جیسے دوسرا مال و اسباب تقسیم ہوتا ہے۔ یعنی اگر زوجہ کے اولاد نہیں تو نصف مہر بطریق میراث شوہر کو پہنچ جائے گا اور نصف کے حقدار و مستحق زوجہ کے دوسرے شرعی وارث ہوں گے اور ان کو اختیار ہے کہ اپنا حق متوفیہ کے شوہر سے وصول کریں یا معاف کر دیں اور اگر مرنے والی کی اولاد ہو تو ایک چوتھائی مہر شوہر کو مل جائے گا۔ باقی زوجہ کی اولاد وغیرہ ورثاء کا حق ہوگا وہ وصول کریں یا معاف کر دیں۔ لیکن اگر معاف کرنے والا نابالغ ہوگا تو معاف نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ کسی خارجی وجہ سے استحقاق زیادہ ترکہ میں نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کسی کے دو بھتیجے ہیں ان میں سے ایک داماد بھی ہے تو دونوں کو برابر حصہ ملیگا۔ دامادی کی وجہ سے کچھ زیادہ نہ ملے گا۔ کیونکہ دامادی کے علاقہ سے میراث نہیں مل سکتی البتہ اگر دو رشتوں سے مستحق میراث کا ہے تو ہر دو وجہ سے علیحدہ علیحدہ مستقل حصہ میراث کا پائے گا۔ مثلاً سعیدہ کا انتقال ہوا اس نے دو بھائی چچازاد چھوڑے حلیم اور نعیم۔ اور حلیم سعیدہ کا شوہر بھی ہے تو نصف میراث شوہر کی وجہ سے حلیم کو مل جائے گی اور باقی مال چچازاد بھائی ہونے کے علاقہ سے نعیم و حلیم کو برابر[1] پہنچے گا۔ اسی طرح ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے پانچ بہنیں خالہ زاد چھوڑیں اور کوئی وارث نہیں تھا ان پانچ میں سے ایک مرنے والے کی زوجہ بھی ہے۔ تو کل ترکہ میں سے ایک ربع اس کی زوجہ کو علاقہ زوجیت سے میراث ملے گا اور باقیماندہ مال پانچ حصے ہو کر ایک ایک حصہ[2] سب بہنوں کو مل جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے کوئی کسبی وغیرہ یا اپنی قوم کے خلاف کوئی کم ذات عورت گھر میں ڈال لی اور نکاح بھی کر لیا تو وہ بالکل اسی طرح حصہ اور میراث کی مستحق ہوگی۔ جیسے اصلی اور بیاہتا بیوی مستحق ہوتی ہے۔ اگر تنہا ہوگی تو پورا حصہ زوجہ کا لے گی۔ اور اگر اس کے علاوہ بھی کوئی زوجہ موجود ہوگی تو اس کے ساتھ شریک ہوگی لیکن اگر نکاح نہیں ہوا تھا صرف گھر میں رہتے اور تعلقات زوجہ و شوہر جاری ہونے سے خاندان و برادری وغیرہ میں زوجہ سمجھی جاتی تھی تو ہرگز میراث کی مستحق

[1] مسئلہ

شوہر ہونے کی وجہ سے	چچازاد	چچازاد
حلیم	نعیم	حلیم
۲	۱	۱

[2] مسئلہ

زوجہ	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
سلیمہ	سعیدہ	حلیمہ	رقیہ	سلیمہ	نعیمہ
۵	۳	۳	۳	۳	۳

نہ ہوگی۔ بلکہ اس کی اولاد بھی میراث سے محروم رہے گی اور ولد الزنا سمجھی جائے گی۔ خواہ یہ عورت کوئی ادنیٰ درجہ کی کم ذات یا کسبی وغیرہ ہو یا شوہر کی کفو اور ہم قوم و ہمسر ہو۔

مسئلہ۔ اگر شوہر و زوجہ کو ہمبستر ہونے کی نوبت نہ آئی ہو۔ مثلاً دونوں صغیر سن ہوں یا ایک صغیر سن ہو یا اب تک بیوی رخصت نہ ہوئی ہو اور ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تب بھی میراث جاری رہے گی۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص قریب المرگ ہونے کی حالت میں مسلمان ہو گیا تو اس کے تمام مال اور تمام عمر کی کمائی کے مستحق مسلمان وارث ہوں گے۔ کیونکہ اعتبار آخری وقت اور خاتمہ کا ہے۔

اللّٰھم اختم لنا بالخیر والسعادۃ واجعل اٰخر قولنا قول الشہادۃ یا ارحم الراحمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۝

مناسخہ کا بیان

بعض دفعہ میراث تقسیم ہونے میں کسی وجہ سے یا وارثوں کی غفلت سے اتنی تاخیر ہو جاتی ہے کہ میت کے ان وارثوں میں سے جو بقاعدہ شرعیہ کسی حصہ کے مستحق ہو چکے تھے کوئی شخص مر جاتا ہے اور یہ حصہ اور مقدار مال کی جو شریعت نے اس کے لئے مقرر کی تھی اس دوسرے میت کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں کو شرعاً پہنچتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسی طرح دو دو چار چار وارث انتقال

کرتے چلے جاتے ہیں اور تقسیم کی نوبت نہیں آتی۔
ایسی صورتوں میں مسئلہ بتلانے والے اور فرائض لکھنے والے کے لئے تو آسان یہ ہے کہ ہر ایک میت کا مسئلہ علیحدہ علیحدہ لکھ کر دے اور جتنے لوگ گذر گئے ہیں ہر ایک کے مال میں سے ان کا حصہ بتلادے لیکن وارثوں اور مال تقسیم کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی دشواری ہوتی ہے وہ اس کے سمجھنے سے بھی عاجز ہوتے ہیں اور مال کو ہر مسئلہ کے مطابق بار بار تقسیم کرنا تو بالکل ہی دشوار اور محال نظر آتا ہے۔ لہٰذا اس کی سہولت اور خیر طلبی کے لئے عالموں نے مناسخہ کی صورت تجویز کی ہے جس میں نمبروار ہر ایک میت کو لکھ کر اور پھر اس کے وارثوں کی تفصیل اور حصوں کی مقدار تحریر کرکے قواعد حساب کو ملحوظ رکھ کر آخری نتیجہ ایسا بتلادیا جاتا ہے۔ جس میں موجودہ اور زندہ وارثوں کا مجموعی استحقاق اور وہ کل حصے اور سہام جو ان کو ایک یا چند مرنے والے مورثوں سے پہنچے ہیں یکجائی طور پر صاف صاف معلوم ہوجاتے ہیں۔ اس طرز میں فرائض اور مسئلہ لکھنے والے کو بہت دشواری ہوتی ہے اور حساب کے قواعد اور اعداد کی باہمی نسبتوں کا سمجھنا اور ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اس فرائض کے سلسلہ میں مرنے والوں کی تعداد جس قدر زیادہ ہوتی ہے اسی قدر محنت لکھنے والے کی بڑھتی جاتی ہے۔
انہی وجوہ سے اول مرتبہ احقر نے اپنی اس تالیف میں مناسخہ کا حال لکھا ہی نہیں تھا۔ دشواری کا عذر لکھ کر چھوڑ دیا تھا کہ یہ رسالہ کم استعداد اور عام لوگوں کے لحاظ سے لکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیر خواہ دوستوں نے کہا کہ کتاب ہمہ وجوہ مکمل ہونی چاہیئے۔ کسی نہ کسی کو نفع ضرور ہوگا۔ عام لوگ نہیں سمجھیں گے تو

طالب علم استفادہ کریں گے۔ لہذا بیس سال کے بعد جب چوتھی مرتبہ طبع ہونے کی نوبت آئی تو احقر نے کتاب میں یہ بیان بڑھا دیا ہے اور مناسخہ سمجھنے کے لئے چونکہ نہایت شدید ضرورت اعداد کی نسبتوں کی ہوتی ہے۔ لہذا پہلے وہی لکھی جاتی ہیں :

اعداد کی نسبتوں کا حال

دو چیزوں کی تعداد اگر برابر اور یکساں ہو تو کہتے ہیں کہ ان عددوں میں تماثل کی نسبت ہے۔ مثلاً حصے بھی چار ہیں اور آدمی بھی چار ہیں تو کہا جائے گا کہ ان دو عددوں میں تماثل کی نسبت ہے۔ اسی طرح اگر روپیہ بھی بارہ ہیں اور مستحق بھی بارہ ہیں۔ گھوڑے بھی نو ہیں اور سوار بھی نو ہیں تو ان عددوں میں ہم تماثل کی نسبت کہلائے گی۔

اور اگر تعداد بڑی اور چھوٹی ہو۔ ایسی طرح پر کہ چھوٹا عدد بڑے کا جزو ہو اور اس میں داخل ہو تو ان عددوں کی نسبت کو تداخل کہیں گے مثلاً آٹھ گھوڑے ہیں اور چار گاڑیاں ہیں تو چار میں اور آٹھ میں نسبت تداخل کی ہوئی کیونکہ چار بھی آٹھ کے اندر داخل رہنے والا جزو ہے۔

اسی طرح دس روپے اور پانچ آدمیوں کو سمجھ لو۔ کیونکہ پانچ کو دو میں ضرب دینے سے دس ہوتے ہیں تو پانچ کا عدد دس کے اندر دو مرتبہ داخل ہے اور دس کا نصف جز یعنی آدھا حصہ اور ٹکڑا ہے یہی نسبت چار اور آٹھ میں تھی

کہ آٹھ میں سے دو دفعہ چار چار نکالنے سے آٹھ ختم ہو جاتا ہے اور پانچ پانچ نکالنے سے دس بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اور اگر دو عددوں میں ایسا تعلق ہو کہ بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کے پورے پورے حصے[1] تو نہیں نکلتے (یعنی چھوٹے عدد کو بار بار مکرر کرنے یا ضرب دینے سے بڑا عدد نہیں بن جاتا بلکہ کبھی کمی کبھی زیادتی رغرض کچھ کسر رہتی ہے) لیکن کوئی تیسرا عدد مشترک ایسا ہے کہ جو ان دونوں (چھوٹے بڑے) عددوں کا پورا جزو ہے اور اس تیسرے عدد کو مکرر سہ کرر کرنے سے چھوٹا عدد بھی بن جاتا ہے اور بڑا عدد بھی (مگر چھوٹا عدد جلد بن جاتا ہے بڑا کئی دفعہ مکرر کرنے سے بنتا ہے) ایسے دو عددوں میں جو نسبت ہوتی ہے اس کو توافق کہتے ہیں اور دونوں عددوں کو متوافقین کہتے ہیں اور تیسرے عدد کو جس کے بار بار دہرانے سے بڑے چھوٹے عدد بن جاتے ہیں جزو وفق کہا جاتا ہے۔ یہ نسبت چونکہ بہ نسبت باقی تین نسبتوں کے مشکل سے ذہن میں آتی ہے۔ لہذا اس کی مثال میں جو تفصیل کی جاتی ہے اس پر غور کر کے سمجھو۔

پہلی مثال۔ چار اور چھ دو ایسے عدد ہیں جن میں تداخل نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ چار کو مکرر کرنے سے چھ نہیں بنتے آٹھ بن جاتے ہیں اور اگر چھ میں سے چار چار دو دفعہ گرانا چاہیں تو دو کی کمی اور کسر رہ جاتی ہے۔ پورا حساب کبھی نہیں بیٹھتا۔ مگر ہاں ایک تیسرا عدد مشترک چار میں اور چھ میں ایسا ہے جس کو بار بار اضافہ

---

[1] اور توافق میں پورے حصے نکلتے تھے اور چھوٹے کو بار بار بڑھانے سے بڑا عدد پورا بن جاتا تھا اور اس میں سے کئی دفعہ چھوٹا عدد کم کر دینے سے وہ بڑا بالکل ختم ہو جاتا تھا ۱۲

کرنے سے دونوں عدد بھی بن جاتے ہیں اور اسی عدد کو کئی مرتبہ گھٹانے اور گرانے سے دونوں عدد بالکل ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔ اسی تیسرے عدد کو جزو وفق کہتے ہیں وہ اس مثال میں ۲ کا عدد ہے۔ دیکھئے اگر کسی کو دو مرتبہ دو روپیہ دیئے جائیں تو اس کے پاس چار روپے ہو جائیں گے اور پھر تیسری دفعہ بھی دو روپیہ دے دو تو چھ بھی ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر دو دو روپیہ روز خرچ کرے تو دو دن میں چار ختم ہو جائیں گے اور چھ تین روز میں ختم ہو جائیں گے۔ غرض عدد دو ایسا ہے کہ خاتمہ بھی اس سے بلا کسر ہو جاتا ہے اور تکمیل بھی پوری ہو جاتی ہے۔

اس مثال میں عدد بہت ہی چھوٹے تھے ذرا اور بڑھانا چاہو تو چھ اور چودہ کو دیکھ لو۔ ان میں بھی بالکل یہی حال ہے۔ عدد ۲ کے سوا کوئی ایسا جزو مشترک نہیں جو تکمیل اور خاتمہ بھی بلا کسر پوری طرح کر دے اور کچھ آگے چلنا چاہو تو بارہ اور چونتیس میں توافق کی سب علامتیں ملاحظہ اور امتحان کر لو۔ یہاں بھی دو ہی کے عدد سے کار برآری ہو سکتی ہے اور کوئی ایسا عدد نہیں جو پورا خاتمہ اور بلا کسر تکمیل کر سکے۔

تنبیہہ۔ ہماری طویل تفصیل اور متعدد مثالوں میں بار بار دو کے عدد کا ذکر آنے سے آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ بس یہی ایک عدد جزو وفق ہوا کرتا ہے اور ہمیشہ توافق کی نسبت میں اسی عدد سے فیصلہ اور تکمیل و خاتمہ ہوا کرتا ہے۔ نہیں یہ تو مثالیں تھیں جس طرح دو کا عدد جزو وفق بن کر کار براری اور فیصلہ کرتا ہے۔ اسی طرح دوسرے اعداد یعنی تین چار پانچ چھ سات آٹھ وغیرہ بھی دیگر مواقع اور مثالوں میں عدد وفق اور جزو مشترک ہوا کرتے ہیں اور وہی کام دیتے ہیں جو

یہاں دو تے دیا ہے۔ دیکھئے نو اور پندرہ دو ایسے عدد ہیں جن پر تداخل کی تعریف مذکور صادق نہیں آسکتی۔ مگر توافق کی نسبت موجود ہے اور عدد ۳ بار بڑھانے سے نو اور پندرہ بھی حاصل ہو سکتے ہیں اور بار بار ۳ کم کرنے سے دونوں عدد پوری طرح ختم اور فنا بھی ہو جائیں گے اور بھی غور کیجئے کہ بارہ ہیں اور بیس ہیں تداخل نہیں بن سکتا۔ لیکن ایک تیسرا عدد مشترک جو دونوں عددوں کی تکمیل بھی اور خاتمہ اور فیصلہ بھی کر سکتا ہے عدد چار موجود ہے اور پندرہ اور پینتیس میں تداخل نہیں لیکن پانچ کا عدد یہاں ایسا ہے کہ جس کو دو بار بڑھانے سے پندرہ بن جاتا ہے اور چھ مرتبہ اضافہ کرنے سے پینتیس کا عدد حاصل ہو جاتا ہے بارہ اور تیس میں غور کرنے سے تداخل کی نسبت صحیح نہیں ہو سکتی۔ لیکن ایک تیسرا عدد بہ تفصیل گذشتہ کار برآری اور فیصلہ کرنے والا یعنی چھ کا عدد موجود ہے۔ ان دونوں عددوں میں اسی کو ما بہ الوفق اور جزء وفق اور عدد مشترک کہیں گے اس کے بعد چودہ اور انچاس میں سات کا عدد اور سولہ اور چھپن میں آٹھ کا عدد اور ستائیس اور تریسٹھ میں نو کا عدد اور بیس اور پچاس میں کامل دس کا عدد کار برآری اور تکمیل و خاتمہ اور فیصلہ کرتے ہیں اور ان سے آگے چل کر گیارہ اور بارہ وغیرہ بھی بعض عددوں میں جزء مشترک اور کار برآری کرنے والے ہوتے ہیں گر وہاں حساب بہت مشکل ہو جاتا ہے اور عام طور سے اس کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ اس لئے اس کا بیان چھوڑ دیا گیا ہے۔

تنبیہ ۵ - یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ عدد ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ کے لئے جو مثالیں لکھی گئی ہیں وہ صرف انہی مواقع اور مثالوں میں فیصلہ کرتے ہیں اور صرف

انہی اعداد میں جزو مشترک بن کر کاربرآری کرتے ہیں جن کا نام لیا گیا ہے اور ذکر کیا گیا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ یہ اعداد تو صدہا مواقع میں اور نہ اول مثالوں میں مختصر اعداد اور نہ بہت بڑے بڑے اعداد میں جُز مشترک بنتے ہیں اور نمانہ اور تکمیل کر کے فیصلہ کرتے ہیں ہم نے سمجھانے کے لئے چھوٹے چھوٹے اعداد کی مثالیں پیش کر دی ہیں۔

قاعدہ۔ جب دو اعداد میں نسبت توافق کی ہو اور جزو مشترک فیصلہ کرنے والا عدد دو ہو تو وہاں توافق بالنصف کہلاتا ہے اور جس جگہ عدد تین فیصلہ کرتا ہے وہاں توافق بالثلث کہتے ہیں اور جب کاربرآری چار سے ہوتی ہے تو وہاں توافق بالربع کہتے ہیں۔ پھر پانچ کے عدد سے کام نکلے تو توافق بالخمس بولا جاتا ہے اور چھ میں توافق بالسدس اور سات میں توافق بالسبع اور آٹھ میں توافق بالثمن اور نو کے عدد میں توافق بالتسع اور دس میں توافق بالعشر کہا جائے گا یہ قاعدہ آپ کے لئے مناسخہ کے اعداد کی ضرب میں کارآمد ہوگا۔

توافق کا بیان مشکل ہونے کی وجہ سے طویل ہو کر ختم ہوا اور یہاں تک عددوں کی باہمی تین نسبتیں بیان ہو گئیں۔ اب صرف ایک چوتھی قسم باقی ہے وہ یہ ہے کہ دو عددوں میں مذکورہ نسبتوں میں سے کوئی نہ پائی جائے۔ ایک عدد دوسرے کا بالکل مساوی[1] اور مقدار بالکل یکساں بھی نہ ہو ایک دوسرے[2] کا جز اور حصہ بھی نہ ہو چھوٹے کو بار بار گرانے سے بڑا عدد فنا نہ ہو جاتا ہو۔ کوئی تیسرا[3] ایسا عدد بھی نہ مل سکے جو دونوں کا عدد مشترک اور جزو وفق بن سکے جس کے بار بار کم کرنے سے دونوں عدد

---

[1] تماثل میں دونوں عدد برابر تھے ۱۲ [2] یہ صورت تداخل میں تھی ۱۲ [3] توافق میں بھی ہوتا ہے ۱۲

فنا ہو جائیں یا اس تیسرے کو بار بار بڑھانے سے دونوں عدد کامل ہو جائیں۔ جن دو عددوں میں یہ تمام امور مفقود ہوں تو ان میں نسبت تبائن ہوتی ہے۔ اور دونوں عددوں کو متبائنین کہتے ہیں ان دونوں کی تکمیل یا خاتمہ کرنے کے لیئے کوئی ایسا جزو اور عدد نہیں ملتا جو دونوں میں برابر کام دے سکے۔ ممکن ہے کہ ایسا عدد بعض جگہ مل جائے جو ایک طرف کا تو خاتمہ اور تکمیل کر سکتا ہے۔ لیکن دوسرے عدد کا فیصلہ اس سے نہیں ہو سکتا وہاں تکمیل اور خاتمہ میں ایک کی کمی رہ جائے گی یا زیادتی ہو جائے گی۔

مثال کے لئے آپ دس اور اکیس کو دیکھ لیجئے۔ یہاں اگر دو دو عدد گراتے جائیں تو دس ختم ہو جائیں گے۔ مگر اکیس میں ایک باقی رہ جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس پانچ دفعہ دو عدد رکھنے سے دس بن جائیں گے۔ مگر دس دفعہ مکرر کرنے سے اکیس میں ایک کی کمی رہ جائے گی پھر وہ بڑھاؤ گے تو ایک زیادہ ہو جائے گا۔

اعداد کی باہمی نسبتوں کا ضروری بیان بقدر کفایت ختم ہو گیا لیکن مزید فائدہ کے لئے نسبتوں کی شناخت کا قاعدہ اور علامتیں گویا مکرر لکھی جاتی ہیں وہ شعر یاد کرنے کے قابل کتاب علم الفرائض سے لکھے جاتے ہیں ؎

اسوۂ دو عدد تماثل شد ❊ عدد کم بیش را تداخل شد
تند تبائن چو عاد شد واحد ❊ گو توافق بو ثالثی زائد

یعنی دو عددوں کا مقابلہ کر کے دیکھو اگر دونوں کی مقدار یکساں ہے تو ان میں نسبت تماثل ہے اور اگر بڑے عدد میں سے چھوٹے عدد کو کئی دفعہ کم کرنے سے بڑا عدد بالکل فنا اور ختم ہو جائے تو یہاں نسبت تداخل ہے اور اگر کوئی تیسرا

عدد ایسا نہیں ملتا جو دونوں عددوں کو فنا کر سکے اور صرف ایک عدد ایسا ہے کہ بار بار ایک ایک کم کرنے سے دونوں عدد فنا ہو سکتے ہیں اور کوئی مشترک عدد ایسا نہیں مل سکتا تو اس کو نسبت تبائن کہتے ہیں اور جس جگہ ایک کے علاوہ کوئی ایسا عدد تیسرا مل سکتا ہے جو دونوں عددوں کو فنا کر دے تو ان عددوں میں نسبت توافق کہی جائے گی۔

اسی قاعدہ کو دوسری طرح سہل صورت میں اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ جب کبھی دو عددوں میں نسبت معلوم کرنی منظور ہو تو دونوں کو دیکھ کر غور کرو اگر دونوں عدد مساوی ہیں۔ مثلاً روپیہ بھی سات ہیں اور آدمی بھی سات ہیں یا مستحق بھی پندرہ ہیں اور حصے بھی پندرہ ہیں تو کسی تشریح و تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ان عددوں میں نسبت تماثل کی سمجھو اور دونوں عددوں کو متماثلین اور متساوین خیال کرو۔ اور اگر دو عددوں کی مقدار مختلف ہے یعنی کم و بیش ہے تو بڑے عدد میں سے چھوٹے کو گرانا اور کم کرنا شروع کرو۔ اگر ایک دفعہ یا کئی دفعہ کم کرنے اور گرانے سے بڑا عدد بالکل ختم ہو جائے اور کچھ بھی باقی نہ رہے تو یقین کر لو کہ ان میں تداخل کی نسبت ہے جیسے چار اور چوبیس ہیں۔ چار کو اگر چھ دفعہ کم کریں تو چوبیس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی طرح تین اور نو میں دیکھ لو تین کو تین دفعہ گرانے سے نو میں سے کچھ باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ ان میں نسبت تداخل کی ہے۔ چھ اور اٹھارہ میں، نو اور چھتیس میں، سات اور تریسٹھ میں غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ سب جگہ تداخل کی نسبت ہے اور اگر چھوٹے عدد کو کم کرنے سے بڑے عدد کا خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ کچھ باقی رہ گیا ہے۔ اس کو چھوٹے عدد میں سے کم کر کے دیکھو اگر اس باقی ماندہ نے چھوٹے عدد کو ایک دفعہ میں یا دو دفعہ میں ختم کر دیا تو سمجھ لو کہ بس یہی عدد جو باقی رہا تھا یہی جزو وفق اور یہی دونو عددوں

بیں فیصلہ کرنے والا ہے اور باہم بڑے اور چھوٹے میں توافق کی نسبت ہے۔ اب مثال دیکھو تو عددیں نو اور تیس۔ تیس میں سے نو کو تین دفعہ کم کیا تو تیس ختم نہیں ہوگئے بلکہ باقی رہ گئے پہلے ہمارے سامنے چھوٹا عدد تھا نو۔ اب نو میں سے اس باقیماندہ عدد یعنی تین کو گرانا اور کم کرنا شروع کیا تو تین دفعہ کم کرنے سے یہ چھوٹا عدد نو بھی ختم ہوگیا معلوم ہوا عدد ۳ جز وفق ہے اور یہاں توافق کی نسبت ہے۔

دوسری مثال کے لئے چودہ اور چھ کو دیکھ لو۔ چھ کو دو دفعہ کم کرنے سے ۱۴ ختم نہیں ہوئے۔ دو باقی رہے۔ پہلا چھوٹا عدد چھ تھا۔ اب اس باقیماندہ دو کو چھ میں سے گرانا اور کم کرنا شروع کیا تو اس تین دفعہ میں چھ کو ختم کردیا بس یہ عدد دو ہی جز وفق ہے اسی سے فیصلہ ہوتا ہے جب یہ سمجھ میں آگیا تو خیال کرو کہ اسی طرح بعض جگہ باقیماندہ عدد چار ہوتا ہے کہیں پانچ کسی جگہ چھ کہیں سات ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے فیصلہ اور خاتمہ بخیر ہو جاتا ہے۔

نسبتوں کے اول بیان میں اس کو مفصل سمجھا دیا گیا ہے اور قاعدہ لکھ کر یہ بھی تبلا دیا گیا ہے کہ آخری باقیماندہ جز فیصلہ کرنے والا جس جگہ عدد ۲ ہوتا ہے وہاں توافق بالنصف کہلاتا ہے اور جب ۳ ہوتا ہے توافق بالثلث بولتے ہیں اسی طرح آخر تک اس چھوٹے عدد کو بڑے میں اور پھر بڑے کے باقیماندہ کو چھوٹے میں سے گرانے اور کم کرنے کے بعد کوئی عدد ایسا نہیں نکل سکتا جو چھوٹے کو بھی فنا کردے اور ختم کردے بلکہ صرف ایسا نکلتا ہے جس سے دونوں آخرکار ختم ہو سکتے ہیں اور کوئی عدد مشترک اور جز وفق نہیں ہے تو ایسے عددوں کے تبائن کا یقین کرلو۔

مثال اوّل۔ سات چھوٹا عدد ہے اور دس بڑا ہے۔ نسبت معلوم کرنے کے واسطے دس میں سے سات گرائیے۔ اب اس طرف تین رہ گئے۔ پہلا چھوٹا عدد سات تھا اب اس طرف تین چھوٹا عدد رہ گیا۔ اس کو سات میں سے دو دفعہ گرایا تو ایک باقی رہا اب اس ایک کو تین میں سے تین دفعہ گرایا تو تین ختم ہو گئے۔ غرض کوئی عدد فیصلہ کنندہ نہ میسر ہوا اس لئے یہاں تباین سمجھیں گے۔

مثال دوم۔ بارہ اور سترہ کا حال دیکھنے کے لئے بارہ کو سترہ میں سے گرایا۔ تو پانچ باقی رہ گئے۔ اب یہ پانچ چھوٹا عدد ہے اس کو بارہ میں سے گرایا تو دو دفعہ گرانے کے بعد دو باقی رہ گئے۔ اب اس دو کو پانچ میں سے دو مرتبہ کم کیا تو ایک ہی رہ گیا۔ معلوم ہوا کہ بارہ اور سترہ میں توافق تداخل کچھ نہیں تباین ہے۔ اسی طرح سب عددوں کو خیال کر لیں۔ مثلاً دس اور تیئس، بائیس اور اکتالیس وغیرہ وغیرہ۔

نسبتوں کا بیان اور مثالیں پڑھتے ہوئے شاید آپ کے دل میں بعض شبہات گذرے ہوں اور کچھ خلجان ہوا ہو۔ لہٰذا ان کے جوابات ایسی طرز سے ذکر کئے جاتے ہیں کہ سمجھنے والے کو کار آمد معلومات اور عظیم فائدے حاصل ہوں۔

۱۔ توافق کی مثالیں سمجھاتے ہوئے آپ نے کہا ہے کہ ۶ اور ۱۴ میں اور ۱۶ اور ۱۴ میں اسی طرح ۱۲ اور ۴۲ میں صرف ۲ ہی فیصلہ کرنے والا اور جزو مشترک ہے۔ حالانکہ ایک عدد بھی ہر جگہ مشترک ہے اور سب اعداد کا خاتمہ اور تکمیل کر سکتا ہے۔

جواب:۔ ایک کو حساب میں عدد نہیں سمجھا جاتا اور جس جگہ کوئی عدد فیصلہ کرنے والا نہ ہو اور صرف ایک ہی سے کام نکلتا ہو وہاں توافق نہیں ہوتا۔ تباین ہوتا ہے چنانچہ آپ تباین کی علامات میں اس کو پڑھ چکے ہیں۔

(۲) اپنی تنبیہ کے ضمن میں جو توافق کی بہت سی مثالیں لکھی گئی ہیں وہاں بارہ اور بیس میں عدد وفق چار کو لکھا ہے۔ پھر بارہ اور تیس میں جزو مشترک چھ کو بتلایا ہے۔ باوجودیکہ پہلی مثال میں عدد ۳ سے بخوبی تکمیل و خاتمہ ہو جاتا ہے اور دوسری مثال میں بجائے ۶ کے عدد ۳ بھی بخوبی کارآمد و مفید ثابت ہو کر جزو وفق بن سکتا ہے۔ اسی طرح سولہ اور چھپن میں عدد وفق دو بھی بن سکتا ہے اور چار بھی۔ مگر آپ نے سب کو چھوڑ کر آٹھ کو پسند کیا اور پھر ستائیس اور تریسٹھ میں ایک مختصر عدد تین کو چھوڑ کر ایک بڑا بھاری عدد نو اختیار کیا۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب۔ چھوٹے چھوٹے اجزا جو آپ کے خیال میں آئے ہیں یہ صحیح ہے کہاں سے کار برآری ہو سکتی ہے۔ لیکن اس صورت میں حساب بلا ضرورت پھیل جاتا ہے اور اعداد بے سود بڑھ جاتے ہیں۔ اس لئے بڑے سے بڑا جز باہم دو اعداد میں مشترک ہو۔ اسی کو تلاش کر کے جزو وفق کہتے ہیں اور اسی سے کام لینے میں حساب میں اختصار رہتا ہے۔

اب اس طویل بیان اور ضروری امور کے بعد اصل مقصود یعنی مناسخہ کا طریقہ دیکھو اور سمجھو۔ بقدر ضرورت ایک طویل کاغذ لے کر اس کی پیشانی پر ہو الباقی یا بسم اللہ لکھو یا بسم اللہ کے عدد ۷۸۶ لکھ دو۔ پھر ایک لمبا خط[1] کھینچ کر اس کے بائیں طرف اس شخص کا نام لکھو جس سے یہ سلسلہ میراث اور مناسخہ کا شروع ہوا ہے جس کو مورث اعلیٰ کہتے ہیں اور جس نے سب سے پہلے وفات پائی ہے اس کے نام کے ساتھ مورث اعلیٰ کا لفظ بھی لکھ دو اور لمبے خط کے نیچے جس طرح وارثوں

[1] آپ کو اختیار ہے کہ میت کا لفظ طویل کر کے لکھ دو یا صرف خط کھینچ دو ۱۲

کے لکھنے کا دستور ہے۔ سب وارثوں کو لکھو اور رشتہ اور تعلق کے نیچے ہر وارث کا نام لکھتے جاؤ۔

کیونکہ صرف والدہ اور زوجہ یا پسر لکھنے سے دوسرے تیسرے نمبر میں جب پھر اسی رشتہ کے وارث لکھے جاتے ہیں تو غلط ملط اور اشتباہ ہو جاتا ہے۔ جب سب وارث باقاعدہ اچھی طرح درج ہو گئے تو گذشتہ فرائض کے بموجب ان کا مسئلہ بنا کر مقدار اور عدد اس کا دائیں طرف لکھ دو اور ردّ یا عول یا تصحیح کی ضرورت پڑی ہو تو اس کا بھی نشان مسئلہ کے اوپر بنا دو اور ہر ایک وارث کے نام کے نیچے اس کے سہام بھی لکھ دو۔ غرض ان فرائض کو بہمہ وجوہ مکمل کر کے خوب جانچ کر دیکھو۔ کوئی غلطی نہ رہ جائے اور بالکل صحیح و درست ہو جائے۔ اگر یہاں غلطی رہ گئی تو آئندہ سب حساب غلط رہے گا اور آپ کو دشواری پیش آئے گی۔

جب اس نمبر اول سے فراغت ہو گئی تو اس کے نیچے تھوڑی سی جگہ آئندہ حساب و ضرب کے لئے چھوڑ دو اب دوسری میت کے لئے ایک لمبا خط کھینچو اور مورث اعلیٰ کے بعد جس کا انتقال ہوا ہے اس کا نام بائیں طرف لکھو اور جس قدر سہام اس کو پہلے نمبر میں سے حاصل ہوئے تھے ان کو بھی نام کے اوپر لکھ دو اور پہلے نمبر میں جس جگہ اس کا نام اور سہام لکھے تھے وہاں نشان قبر کا بنا دو تاکہ آئندہ یاد رہے کہ یہ عدد دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔ اگر یہ نشان نہیں بنایا جاتا تو غلطی سے یہ عدد بھی دوبارہ ضرب میں آ جاتے ہیں اور حساب درست نہیں رہتا۔

اب اس دوسرے نمبر کے میت کے وارثوں کو اس خط کے نیچے لکھو اور ان کے نام بھی لکھو اور غور سے سب کے حصے باقاعدہ فرائض تجویز کر کے ان کا مسئلہ

مقرر کرو اور اس کو حسب دستور دائیں طرف لکھ دو اور ہر وارث کے نیچے اس کے حصے لکھ دو اور عول یا رد وغیرہ جو کچھ ہوتا ہو یا تصحیح کی ضرورت ہو پورا عمل فرائض کا انجام دو۔

یہاں تک آپ نے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا جو پہلے سے معلوم نہ ہو اور جس کا ذکر مناسخہ سے پہلے نہ آچکا ہو۔ صرف یہ کیا ہے کہ میراث ثانی کا جس جگہ نام اور سہام پہلے لکھے ہوئے تھے ان پر قبر کا نشان بنا کر دوسرے خط پر بائیں طرف اس کا نام اور وہ سہام لکھ دیے ہیں یہ کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے یقین نہ ہو تو مثال دیکھ لو۔

میت ممتازی بیگم مورثہ اعلےٰ — مسئلہ ۶ ۱۲

شوہر	والدہ	پسر	پسر	دختر
صدیق	عطیہ	جمال الدین	کمال الدین	شریفن
۳/۱۵	۲/۱۰	۱۴	۱۴	۷

میت جمال الدین لہ ۱۴ — مسئلہ ۲۴

زوجہ	جدہ	دختر	والدہ	برادر	ہمشیرہ
ہاجرہ	عطیہ	۱۲	۵	محروم	محروم
۳	۴				

مورث اعلےٰ کا مسئلہ بارہ سہام بنا کر چہارم کے تین سہام شوہر کو چھٹا حصہ یعنی دو سہام والدہ کو دے دیئے باقی سات رہے وہ اولاد پر پورے تقسیم نہیں ہو سکتے۔ اس لئے دو چند حصے کا مستحق ہونے کی وجہ سے ہر ایک بیٹے کو بمنزلہ دو آدمیوں کے سمجھا اور لڑکی کو ایک سمجھا کل پانچ عدد ہو گئے۔ سات کو ان میں ضرب دے کر ۳۵ کر لئے اور لڑکوں کا حصہ لڑکی سے دو چند لگا کر چودہ چودہ ان کو اور سات

اس کو دیئے اور حسب قاعدہ اصل مسئلہ یعنی بارہ کو بھی پانچ میں ضرب دے دیا اور شوہر اور والدہ کے حصوں کو بھی حساب برابر کرنے کے لئے پانچ میں ضرب دے دی۔ یہ مسئلہ درست ہوگیا اگر مناسخہ نہ ہوتا صرف اسی میت کی فرائض ہوتی تب بھی یہ سب انتظام درست کرنا پڑتا۔

دوسرے نمبر میں جمال الدین میت کے جس قدر وارث تھے سب کو لکھ کر غور کیا تو زوجہ کو آٹھواں دختر کو نصف اور نانی کو چھٹا اور والد کو چھٹا پہنچتا ہے۔ تو ہم نے ایسا عدد تلاش کیا جس میں سے یہ سب حصے مکمل آئیں۔ ذرا سی فکر میں ۲۴ خیال میں آگیا۔ چوبیس میں سے جس قدر جس وارث کو پہنچتا تھا اس کے نام کے نیچے لکھ دیا۔

والد کو چھٹے حصے کے حساب سے چار سہام اور مجموعہ تقسیم شدہ حصوں کا یہ کل مجموعہ ۲۳ ہوا۔ ایک حصہ باقی تھا وہ بھی والد صاحب کو عصبہ ہونے کی وجہ سے مل گیا۔ اس لئے ان کے کل سہام پانچ لکھے گئے۔ اس تقسیم و تفصیل کے بعد دوسرا مسئلہ بھی مکمل ہوگیا۔ مگر یہاں بھی معمولی فرائض کی صورت ہے کوئی جدید اور مشکل بات پیش نہیں آئی۔ البتہ جمال الدین مرحوم کے قبضہ میں جتنے سہام اوپر سے آئے تھے وہی سہام یہاں اس کے نام کے اوپر مافی الیدؔ کا مختصر نشان مف بنا کر لکھ دیئے ہیں اور اپنی سہولت کے واسطے اور غلطی سے بچنے کے لئے اوپر لکھے ہوئے نام اور سہام پر قبر کا نشان بنا دیا ہے۔ کوئی کام مناسخہ کے

ۃ مافی الید اس کو کہتے ہیں جو کسی کے ملک میں ہو یا قبضہ میں ہو اور مناسخہ میں مافی الید سے وہ سہام مراد ہوتے ہیں جو میت کو اپنے حصے میں اوپر والے مورثوں سے پہنچتے ہیں ۱۲

متعلق ابھی تک شروع نہیں ہوا اب مناسخہ کے کام کو شروع کیجئے اور اس مقصد کو سمجھئے جس کی تمہید کے لیئے کئی ورق نسبتوں کے بیان میں سیاہ کیئے گئے ہیں۔

دوسرے نمبر میں وارثوں کے حصے تقسیم کرنے کے لیئے آپ نے مسئلہ بنایا ہے اور بقدر ضرورت سہام کی تعداد بھی لکھی ہے۔ دوسرے نمبر میں وارثوں کے حصے تقسیم کرنے کے اور بائیں طرف میت کے نام پر لف کھینچ کر اس کے سہام کی تعداد لکھی ہے جو مورث سے اس کو پہنچے تھے۔ بس ان دونوں عددوں میں جو دائیں اور بائیں طرف لکھے ہوئے ہیں کون سی نسبت موجود ہے۔ بعض جگہ تھوڑی سی توجہ سے اور کسی جگہ زیادہ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ تماثل ہے یا تداخل ہے یا توافق ہے یا تبائن۔ مناسخہ کا سب سے بڑا کام بس یہی نسبتوں کا معلوم کرنا ہے۔ جب یہ آسان ہوگیا تو باقی امور میں دشواری نہیں ہوگی۔

تماثل تو سب سے آسان ہے معلوم بھی فوراً ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ضرب تقسیم اور تغیر و تبدل بھی کرنا نہیں پڑتا یعنی جب آپ نے دیکھ لیا کہ جتنے عدد ہم نے نمبر اوّل میں سے لے کر دوسرے میت کے نام پر لکھے تھے۔ بالکل اسی قدر سہام بنا کر اس دوسرے میت کا مسئلہ ہم نے دائیں جانب لکھا ہے تو کسی فکر اور تغیر کی ضرورت نہیں۔ جس قدر سہام اس کو مورث سے حاصل ہوئے تھے۔ بالکل بعینہ وہی سہام خود اس کے وارثوں پر تقسیم ہوگئے۔ اب تغیر و تبدل اور ضرب کی کیا ضرورت ہے یہ سب کام تو لاچاری و مجبوری میں کرنے پڑتے ہیں۔

مثال مسئلہ ۲۴ — عبدالحق مورث اعلیٰ

زوجہ	دختر	دختر	برادر
زبیدہ	عزیزہ	زینہ	شریف
۳	۸	۸	۵

مسئلہ — زینہ لعہ ۸

پسر	پسر	پسر	دختر	دختر
۲	۲	۲	۱	۱

یہاں ہم نے گذشتہ بیان کو ملحوظ رکھ کر دونوں نقشوں کے پورے پورے نقشے بنا کر سب حساب درست کر کے رفیقہ کے نام اور سہام پر نمبر کا نشان بنا کر اس کے سہام نیچے کے نمبر میں اس کے نام پر لکھ دیئے۔ اب اس عدد کو اور دائیں طرف لکھے ہوئے عدد کو جس سے مسئلہ بن کر میراث تقسیم ہوئی ہے مقابلہ کر کے دیکھا تو دونوں مساوی ہیں یعنی تماثل کی نسبت ہے اور رفیقہ کو جو آٹھ سہام والد کی میراث سے پہنچے تھے اس کے وارثوں پر پورے تقسیم ہو گئے نہ کچھ باقی رہا نہ کمی رہی۔ لہذا اب کسی تغیر و تبدل کی ضرورت نہیں۔ سب سے اوپر کے عدد بدستور چوبیس رہے اور مورث اعلے کے بعد جس کا انتقال ہوا تھا اس ایک عورت کے آٹھ سہام پانچ وارثوں کو مل گئے۔ دو نمبر تک بلا تغیر و تبدل مسئلہ نکل آیا۔ کیونکہ دائیں بائیں عددوں میں تماثل تھا اور اگر غور کرنے سے معلوم ہو جائے کہ نمبر دوم کے میت کے دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلہ کے عدد میں اور اس کے نام پہ بائیں طرف لکھے ہوئے سہام کے عدد میں تماثل ۔ تداخل ۔ توافق کچھ نہیں بلکہ تباین ہے تو یہاں آپ کو محنت کرنی پڑے گی۔ یعنی میت دوم کے نام پر جتنے عدد ما فی الیدکی علامت مف بنا کر لکھے ہیں اس عدد میں ان سب سہاموں کو ضرب دو جو میت دوم کے وارثوں کو ملے ہیں اور دوسری لکیر کے نیچے نام بنا کر لکھے ہوئے ہیں اور دوسرے خط پر دائیں طرف جو عدد مسئلہ کا لکھا ہوا ہے اس عدد میں نمبر اول کے وارثوں کے سب حصوں کو ضرب دو جو اوپر والے خط کے نیچے نام بنا کر لکھے ہیں اور جب ان سب حصوں کو ضرب دی تو ان کا مجموعہ خط کے اوپر دائیں طرف لکھا ہے اس کو بھی ضرب دینا ضروری ہے۔ غرض تباین کی صورت میں آپ کو دو کام کرنے پڑیں گے۔ ایک یہ کہ میت دوم کے مجموعہ

سہام ہیں (جو اس کے نام پر درج تھے) اس کے وارثوں کے حصول کو ضرب دو گے دوسرا یہ کہ نمبر دوم کی میراث تقسیم کرنے کے لیئے جو عدد مسئلہ کا تجویز کیا گیا تھا۔ اسی عدد میں اوپر والے خط کے نام وارثوں کے علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے حصول کو بھی اور خط کے اوپر لکھے ہوئے مجموعہ کو بھی اسی عدد میں ضرب دو گے جو میت دوم کے مسئلہ کے لیئے تجویز کیا تھا نہایت وضاحت سے مکرر سمجھانے کے بعد اب تیسری دفعہ اسی عدد میں ضرب دو گے جو میت دوم کے مسئلے کے لیئے تجویز کیا تھا نہایت وضاحت سے مکرر سمجھانے کے بعد اب تیسری دفعہ اسی قاعدہ کو ایک مثال میں ذہن نشین کیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۲ ــ ۱۲ عبدالوحید مورث اعلیٰ مسئلہ اول ۵ عابدہ مو ۱۲

زوجہ	والدہ	بیٹی	چچا	والدہ	دادی	دختر	دختر
حکیمن	شریفن	عابدہ	سلیم	حکیمن	شریفن	سائرہ	زینب
۳	۴	۱۲	۵	۱	محروم	۱۱	۲

پہلے مورث اعلیٰ کا مسئلہ درست کر کے اس کے وارثوں کے حصے مفرد کر کے لکھے، پھر دوسری میت یعنی عابدہ کے وارثوں کو دیکھ کر مسئلہ بنایا، جس میں رد کا قاعدہ جاری ہوا ہے رد کے بعد جو عدد تجویز ہوا ہے وہ دائیں مسئلہ کے اوپر لکھ دیا ہے۔

پہلی ہدایات کے مطابق اس کے نام اور سہام پر اول نمبر میں قبر کا نشان بنا دیا اور وہاں جو بارہ سہام اس کو ملے تھے ان کو دوسرے خط پر اس کے نام کے اوپر لکھ دیا۔

جب ان امور سے فراغت ہوئی تو اب غور کیا کہ دوسرے میت کے

تجویز شدہ مسئلہ کے عدد میں اور نام کے اوپر لکھے ہوئے عدد میں کون سی نسبت ہے۔ یعنی بارہ اور پانچ میں کیا علاقہ ہے۔ گذشتہ قواعد و بیان کی رو سے معلوم ہوا کہ ان دو عددوں میں تبائن کی نسبت ہے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہم نے عابدہ کے نام پر لکھے ہوئے عدد میں عابدہ کے وارثوں کے حصوں کو ضرب دی۔ یعنی عابدہ کے نام پر جو بارہ کا ہندسہ لکھا تھا۔ اس میں ان تمام عددوں کو ضرب دی جو دوسرے خط کے تحت میں عابدہ کے وارثوں کے لئے نام بنام تحریر ہیں۔ یعنی والدہ کے نام کے نیچے جو اس کا ایک سہام لکھا ہے اس کو بارہ میں ضرب دے کر بارہ لکھ دیئے ہر ایک دختر کو دو سہام پہنچے تھے۔ ان کو علیحدہ علیحدہ اسی بارہ کے عدد میں جو میت ثانی کے نام پر لکھا ہوا ہے ضرب دے کر چوبیس چوبیس لکھ دیئے دیئے تو ایک ضرب ہو گئی۔

پھر اس عدد کو دیکھا جس سے میت ثانی کے وارثوں کا مسئلہ بنا ہے یعنی عدد پانچ اس کو لے کر اوپر والے سب وارثوں کے سہام میں جو پہلے خط کے تحت میں درج ہیں علیحدہ علیحدہ ضرب دی۔ زوجہ کے تین سہام کو پانچ میں ضرب دے کر پندرہ کیا۔ والد کے چار سہام تھے وہ پانچ میں ضرب دینے سے بیس ہو گئے اور ایک چھوٹا سا خط کھینچ کر چار کے نیچے لکھے گئے۔

عابدہ کے نام پر اگر قبر کا نشان نہ ہوتا تو ہم اس کے بارہ سہام کو بھی پانچ میں ضرب دے کر ساٹھ کر دیتے۔ لیکن اس نشان نے متنبہ کر دیا کہ اس وارث کی وفات ہو گئی اور یہ بارہ سہام نیچے کے نمبر پر اتر کر وہاں محسوب ہو گئے۔ یہاں ضرب دینے سے حساب غلط ہو جائے گا۔

بہرحال اس کو چھوڑ دیا اور چچا سلیم کے پانچ کو پانچ میں ضرب دے کر پچیس لکھ دیئے

جب ان سہاموں کو پانچ میں ضرب دی اور چوبیس کے اوپر خط کھینچ کر ایک سو بیس لکھ دیئے اور دو نمبر تک حساب پورا ہو گیا اور اوپر نیچے کی دونوں ضربوں کے بعد مکمل صورت مثال کی یہ ہو گئی۔

مسئلہ ۲۴

زوجہ	والدہ	بیٹی	چچا
حکیمن	شریفن	عابدہ	سلیم
$\frac{۳}{۱۵}$	$\frac{۴}{۲۰}$	۱۲	$\frac{۵}{۲۵}$

مسئلہ ۶ مصحہ ۵ عابدہ معہ ۱۲

والدہ	دادی	دختر	دختر
حکیمن	شریفن	سائرہ	زینب
$\frac{۱}{۱۲}$	محروم	$\frac{۲}{۲۴}$	$\frac{۲}{۲۴}$

کل مجموعہ سہام ایک سو بیس ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ حکیمن کو اپنے شوہر عبدالوحید کی میراث سے پندرہ سہام پہنچے اور اپنی بیٹی عابدہ کے مرنے پر اس کی میراث سے بارہ سہام ملے۔ کل ۲۷ سہام کی مستحق ہو گئی۔ شریفن کو اپنے بیٹے عبدالوحید کی موت کا زخم جگر لگا اور بیس سہام اس کی میراث سے حاصل ہوئے پھر پوتی عابدہ بھی دنیا سے رخصت ہوئی لیکن دادی کو اس کی میراث میں سے کچھ نہ پہنچا کیونکہ عابدہ کی والدہ حکیمن زندہ موجود تھی۔ ماں کی زندگی میں عابدہ کی میراث میں سے نانی یا دادی کو کچھ نہیں مل سکتا اس لئے دوسرے نمبر میں شریفن کے نیچے لفظ محروم لکھ دیا۔ عبدالوحید کے چچا سلیم کو پچیس پہنچے اور عابدہ کی دونوں لڑکیوں سائرہ و زینب کو چوبیس چوبیس مجموعہ ایک سو بیس ہو گیا۔

اب اگر فرائض انہیں دو میتوں پر ختم ہو گئی۔ اس سلسلہ میں کسی تیسرے کا انتقال نہیں ہوا تو ایک تیسرا جدول الاحیاء کا لکھیں گے اور سب زندہ وارثوں کے نام ہوں

سب کا مجموعہ سہام ان کے نام کے نیچے لکھیں گے۔ صورت اس کی یہ ہے۔

مبلغ ۱۲۰

الاحیاء				
حیمن	شریف	سلیم	سائرہ	زینب
۲۴	۲۰	۲۵	۲۴	۲۴

اعتراض۔ یہاں نسبت کا خیال کرنے میں غلطی ہوئی وہ عدد جس سے میراث تقسیم کی گئی ہے اور مسئلہ کے اوپر لکھا ہے وہ چھ ہے۔ اگر اس کا لحاظ کرکے نسبت دیکھی جاتی تو کسی قدر آسانی ہوتی۔ آپ نے اوپر کا عدد پانچ لے لیا جو رد کی وجہ سے لکھ دیا ہے اس لئے بارہ میں اور اس میں تباین ملحوظ رکھ کر اوپر نیچے دو ضربیں دینے کی تکلیف کیوں اٹھائی۔

جواب۔ پہلے بخوبی سمجھا دیا گیا تھا کہ دوسرے میت کے فرائض پوری طرح مکمل کرلینے کے بعد دائیں اور بائیں عدد کی نسبتیں دیکھتے ہیں۔ پس اس مثال میں چونکہ ذوی الفروض کی تعداد کم تھی۔ اس لئے ایک سہام باقی رہ گیا اس کو سب پر رد کیا جیسا کہ رد کے بیان میں مفصل مذکور ہوا۔ اور اب آخری عدد تقسیم کنندہ پانچ ہوا۔ اس کے لکھنے کے بعد فرائض کامل ہوئی ہے۔ لہذا اسی آخری عدد کا اعتبار ہوگا۔ اگر نیچے کے عددوں کا خیال کرکے نسبت لگائیں تو حساب خراب ہو جائے گا۔

اس بیان میں ہم نے سمجھانے کے لئے مختصر مثالیں دی ہیں۔ ورنہ بعض صورتوں میں اصل مسئلہ کے عدد کے بعد کہیں عول کی وجہ سے عدد بڑھتے ہیں کہیں رد کی وجہ سے کم ہوتے ہیں اور پھر تصحیح کی مصلحت سے دوبارہ بڑھائے جاتے ہیں۔ سب جگہ اس آخری عدد کا اعتبار ہوتا ہے۔ اسی میں اور میت کے نام پر لکھے ہوئے بائیں طرف کے عدد میں نسبت دیکھی جاتی ہے۔ خوب سمجھ لیجئے ورنہ غلطی پیش آکر دقت

ملا اٹھانی پڑے گی۔
تحقیق۔ جس شخص کو حساب سے مناسبت نہیں وہ حیران ہوگا کہ یہ دردسری کیوں کی جاتی ہے۔ کسی عدد میں اول نمبر کے وارثوں کے حصوں کو ضرب دیتے ہیں۔ کسی دوسرے میں نمبر دوم کے وارثوں کو۔

لیکن جس کو تھوڑی سی بھی سمجھ ہوگی وہ غور کرنے سے معلوم کرے گا کہ یہ سب ترکیب حساب کو درست اور صحیح کرنے کے واسطے ہے۔ اسی اپنی گذشتہ مثال میں دیکھئے۔ مورث اعلیٰ کی میراث کے چوبیس سہام ہوکر عابدہ کو بارہ پہنچے۔ عابدہ کی وفات پر یہ بارہ اس کے نام پر لکھے گئے اور اس کے وارثوں پر اس کا مال تقسیم کرنے کے لئے ایک مسئلہ کا عدد مقرر ہوا۔

چنانچہ ابھی عنقریب ہم نے آپ کو سمجھایا ہے کہ جب دائیں بائیں عددوں میں تماثل ہوگا کہیں اوپر نیچے ضرب نہیں آئے گی اور حساب درست اور صحیح رہے گا۔

لیکن جب یہ عدد مختلف ہوں تو دشواری پیش آتی ہے اور اس کے لئے تدبیر کرنی پڑتی ہے۔ سمجھنے کے لئے اسی اپنی تباین کی مثال کو لے لیجئے۔ دیکھئے عابدہ کو مورث اعلےٰ سے بارہ حاصل ہوئے تھے اور اب اس کے وارثوں کو ملتے ہیں۔ پانچ تو سات سہام کا فرق ہوا اگر تدبیر نہ کریں تو حساب غلط ہو جائے اور کسی کا حصہ کسی کو پہنچ جائے۔ اب یہ تو ممکن نہ تھا کہ پانچ سہام کے بارہ کردیں کیونکہ وارثوں پر پورے تقسیم نہ ہو سکتے۔ اس لئے عددوں کو خوب بڑھایا اور ایک ایک کو بارہ بارہ بنا دیا۔ گویا پانچ سہام جو عابدہ کے وارثوں پر تقسیم ہوئے ہیں ان کو ساٹھ بنا دیا۔ اس لئے جس وارث کو ایک سہام پہنچا تھا اس کے نیچے بارہ لکھ دیئے اور جس کو دو پہنچے

تھے اس کے واسطے چوبیس تحریر کئے۔

غرض یہ ضرب اس لئے دی تاکہ عدد بڑھ کر بارہ سے نسبت بھی قائم رہے اور بلا کسر تقسیم بھی ہو جائے۔ یہ حال تھا مردوم کے وارثوں کے حصوں کی ضرب کا۔ عابدہ کے حصے چونکہ عبدالوحید کی میراث میں نکلے تھے۔ اگر اس اصل میراث کو جس میں عابدہ کو بارہ پہنچے تھے بدستور چوبیس رہنے دیا جائے تو حساب غلط ہو جائے۔ کیونکہ عابدہ کے بارہ کو تو ہم نے چار گونہ اور بڑھا کر ساٹھ کر لیا ہے اور یہ مجموعہ چوبیس کا چوبیس ہی رہ جائے تو غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس حساب کی صحت اور درستی کے لئے ہم نے اوپر کے مجموعہ کو بھی چار گونہ اور بڑھا کر ایک سو بیس بنا لیا۔ اور جس کو چوبیس میں سے تین ملے تھے اس کے حصے پندرہ کر دیئے۔ اسی طرح جس کو چار ملے تھے اس کو چار دفعہ بڑھا کر بیس کر دیئے اور جس کو ۵ ملے تھے اس کے ۲۵ کر دیئے اور عابدہ کو جو بارہ پہنچے تھے ان کو ہم نے پہلے ہی ساٹھ بنا کر وارثوں کے حصوں میں تغیر کر دیا تھا۔ اب بفضل اللہ تعالیٰ برابر ہو گیا۔

ہم نے یہ طول فضول ناواقف اور کم استعداد ناظرین کے لئے کیا ہے۔ اب حساب دان اور ذی استعداد شخص خود بھی سمجھ سکتا ہے اور ذرا سا اشارہ کافی ہوتا ہے

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ میت دوم کے دائیں طرف والے مسئلے اور بائیں طرف لکھے ہوئے سہاموں میں چار نسبتوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ضرور ہو گی جب ان میں تماثل ہو یا تباین ہو اس کا حال مفصل بیان ہو گیا۔ اب توافق کا حال سنو۔

جب غور کرنے سے یہ معلوم ہو کہ مسئلے میں اور میت کے حاصل شدہ سہاموں میں توافق کی نسبت ہے اور ان دونوں میں ایک ایسا عدد مشترک ہے جو دونوں کی

تکمیل اور خاتمہ کر سکتا ہے۔ اب ایسا عدد تلاش کرو جو دونوں عددوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مخصوص ہو مشترک نہ ہو۔ بس ایسا عدد مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں سے ڈھونڈھ کر اسی عدد میں اس کے تمام وارثوں کے حصوں کو ضرب دے دو جو دوسرے خط کے تحت میں ہر ایک وارث کے نیچے لکھے ہیں اور دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلے میں خاص جزو کو غور سے پہچان کر اسی غیر مشترک عدد میں مورث اعلیٰ کے وارثوں کے تمام سہاموں کو ضرب دو اور مجموعہ جو دائیں طرف سب سے اوپر لکھا ہے اس کو بھی ضرب دے دو۔ حساب پورا ہو جائے گا۔

مثال ۲۴ مسئلہ ۲۴ ت ۱۸ ارشد علی

ہمشیرہ	نانی	پسر	پسر	دادا جمال	والدہ	زوجہ
عقیلہ	جمالی	شجاع	کمال	۱/۶	کلثوم	بیگمن
محروم	محروم	۱۳/۳۹	۱۳/۳۹	۴	۴/۲۴ ۸	۳/۲۴ ۱۸

مسئلہ ۳/۶ — کلثوم مع ۸ لہ ۲

پڑپوتا	پوتا	والدہ	دختر
شجاع	کمال	جمالی	عقیلہ
۱/۴	۱/۴	۱/۴	۳/۱۲

یہاں دو نمبر تک پوری طرح فرائض نکلنے اور حصے لگانے کے بعد اور کلثوم کے نام اور سہاموں پر قبر کی علامت بنا کر دوسرے خط پر بائیں طرف اس کا نام اور تمام حاصل شدہ سہام لکھنے کے بعد غور کیا تو دائیں طرف لکھے ہوئے مسئلے کے عدد میں اور نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں یعنی چھ اور آٹھ میں توافق کی نسبت ہے اور عدد مشترک جو دونوں عددوں کو فنا کر سکتا ہے وہ دو ہے۔ لہٰذا گذشتہ قاعدہ کے لحاظ سے یہاں توافق بالنصف سمجھا گیا۔ پھر چھ میں اور آٹھ میں چار کا عدد ایسا

جو چھ میں نہیں اور چھ میں خاص جزو تین ایسا ہے جو آٹھ میں نہیں۔ اس لئے ہم نے کلثوم کے تمام وارثوں کے نام کے نیچے لکھے ہوئے حصوں کو چار میں ضرب[1] دیا اور اوپر والے خط کے تحت میں لکھے ہوئے سہاموں کو تین میں ضرب[2] دیا۔ جو مسئلہ چھ کا جزو خاص ہے اور پھر نمبر اول پر دائیں طرف لکھا ہوا جو عدد سب کا مجموعہ ہے اس کو بھی تین میں ضرب دی وہ ایک سو چوالیس ہوگیا۔

تحقیق۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سب دردسری حساب کی درستی کے لئے ہوتی ہے اس مثال میں کلثوم کو میراث میں حاصل ہوئے تھے آٹھ سہام اور اس کے وارثوں کو اور تقسیم ہوئے۔ چھ کا عدد بن کر تو دو کی کمی رہی۔ یعنی چہارم حصہ کم ہوگیا۔ اس حساب کی درستی کی صورت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم نے کلثوم کے وارثوں کے سہام کو چار گونہ کر لیا۔ یعنی بجائے چھ کے چوبیس کر دیئے۔ نمبر اول کے مورث کے وارثوں کے حصے سہ گونہ کر دیئے یعنی جس کے چھ سہام تھے اس کے اٹھارہ کر دیئے۔ اب وہ ربع کا نقصان پورا ہوگیا یعنی چہارم کی کمی جو وارثوں کے لئے پڑتی تھی وہ پوری ہوگئی۔

اعتراض۔ یہ جھگڑا جزو وفق نکلنے اور عدد مخصوص تلاش کرنے کا آپ نے بے سود لگایا ہے سہل اور آسان صورت یہ تھی کہ میت دوم کے پورے عدد کو اس کے وارثوں کے حصے میں ضرب دیتے اور مسئلہ کے مافی الید کے پورے عدد کو نمبر اول کے وارثوں

---

[1] کیونکہ ابھی قریب ہی بتلایا گیا ہے کہ توافق کی صورت میں مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں خاص اور غیر مشترک جزو تلاش کر کے اس مورث دوم کے تمام وارثوں کے حصوں کو اس میں ضرب دے دو ۱۲

[2] کیونکہ بصورت توافق مسئلہ کے عدد کے جزو غیر مشترک اور مخصوص کو لے کر نمبر اول کے وارثوں کے حصوں میں ضرب دیا جاتا ہے ۱۲

کے حصے میں ضرب دی جاتی اس طرح حساب بھی پورا ہو جاتا اور مسئلہ بھی صحیح نکل آتا۔

جواب۔ جس قدر آپ نے بیان کیا یہ صحیح ہے۔ مگر اس صورت میں مجموعہ عدد مسئلہ کا اور سہام ہر ایک وارث کے بلاوجہ بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ حالانکہ فرائض میں مقصود یہ ہے کہ حصے بلاکسر تقسیم ہو جائیں اور سہام ضرورت سے زیادہ بڑھنے نہ پائیں۔

اشکال۔ آپ نے فرمایا کہ آٹھ کے اندر چار کا عدد ایسا مخصوص ہے کہ چھ میں نہیں حالانکہ چھ میں بھی چار موجود ہے اور چار اور دو ہی مل کر چھ ہوتے ہیں۔

جواب۔ مقصود ایسا عدد ہے جس کے گرانے سے اصل عدد ختم اور فنا ہو جائے چار کو دو دفعہ گرانے سے آٹھ ختم اور فنا ہو جاتا ہے اور چھ میں سے چار کو ایک دفعہ گرائیں تو چھ فنا نہیں ہوتا اور دو دفعہ چھ میں سے چار کو گرا نہیں سکتے۔ لہذا یہ آٹھ کے لئے مخصوص و مفید ہوا۔ اور عدد ۳ ایسا ہے کہ بار بار گرانے سے آٹھ فنا نہیں ہو سکتا۔ البتہ چھ کا خاتمہ تین تین دو دفعہ گرانے سے ہو سکتا ہے۔ لہذا چھ کے لئے عدد مخصوص تین ہوا۔ اسی طرح ہر جگہ خیال رکھنا چاہیئے کہ عدد مخصوص سے وہی عدد مراد ہے جو بڑے عدد کو بالکل فنا اور ختم کر دے۔ اعتراض اور اشکال کا جواب سننے کے بعد اور زیادہ آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ جب مسئلے کے عددیں سے جو مخصوص تلاش کر کے اوپر والے وارثوں کے نام کے نیچے جو عدد لکھے ہوئے ہیں ان سب کو اس جزء خاص میں ضرب دی جائے جو مسئلے میں تلاش کیا گیا ہے۔ اوپر نیچے کے وارثوں کے سہاموں کو جزء مخصوص میں ضرب دی جائے۔ یعنی مورث نمبر دوم کے وارثوں کے نیچے جو عدد لکھے ہیں ان سب کو اس جزء میں ضرب دی جائے جو مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے سہاموں میں تلاش کیا گیا ہے۔ اوپر لکھی ہوئی مثال میں غور کرو اور

دیکھو کہ ارشد علی کے وارثان حکیمن وجمال وکمال وغیرہ کے سہاموں کو ہم نے مسئلے سے تلاش کیئے ہوئے جزوفق یعنی تین میں ضرب دیا ہے اور کلثوم کے وارثان عقیلہ و جمالی وغیرہ کے سہاموں کو ہم نے مسئلے سے تلاش کئے ہوئے جزوفق یعنی تین میں ضرب دیا ہے۔ اس کا ذرا سا اشارہ بھی دائیں طرف دفعہ ۳ لکھ کر اور بائیں جانب دفعہ ۱ لکھ کر کر دیا ہے۔

مورث دوم کے مسئلے عدد اور اس کے نام پر لکھے ہوئے عددوں کی باہمی نسبتوں میں سے یہاں تک تین نسبتوں کا بیان ختم ہو گیا۔ صرف ایک نسبت باقی رہ گئی ہے۔ یعنی تداخل۔ اس کا حال سنیئے۔ جب دیکھتے اور غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ مسئلے کے عدد اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے عدد میں تباین اور توافق اور تماثل کی نسبت نہیں تو یقین ہو جائے گا کہ ان دونوں عددوں میں باہم تداخل کی نسبت ہے۔

اب ان عددوں میں جزو مخصوص تلاش کرو۔ یعنی ہر ایک عدد میں اس خاص عدد کا پتہ لگاؤ جو ہر ایک کو ختم اور فنا کر سکتا ہے۔ جس کو ابھی اچھی طرح آپ نے توافق کے بیان میں سمجھ لیا ہے۔ جب دونوں جگہ کا جزو خاص سمجھ میں آ گیا تو یہاں بھی وہی عمل کرنا ہو گا جو توافق میں کیا تھا۔ یعنی پہلے نمبر پر لکھے ہوئے تمام عددوں کو نمبر دوم کے مسئلے جزو خاص میں ضرب دیا جائے گا۔ اور مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جزو خاص میں مورث دوم کے وارثوں کے تمام سہاموں کو ضرب دیں گے۔ یعنی دو ضربیں جس طرح توافق کی صورت میں دی جاتی تھی یہاں بھی دی جائینگی۔ البتہ اگر مورث نمبر دوم کے مسئلے کا عدد اس کے نام پر لکھے ہوئے عدد سے چھوٹا

ہے تو صرف ایک ہی ضرب کافی ہے۔ یعنی مورث دوم کے نام پر لکھے ہوئے اعداد کے جز مخصوص میں نیچے لکھے ہوئے تمام وارثوں کے سہاموں کو ضرب دے دیں گے۔ لیکن مسئلے کے جز مخصوص میں مورث نمبر اول کے وارثوں کے سہام کو ضرب نہیں دینگے توافق میں ہر ایک جگہ دو ضربیں آتی تھیں اور یہاں تداخل میں دو صورتیں ہیں اگر مسئلے کا عدد بڑا ہو اور میت کے حاصل کردہ سہام (جو اس کے نام پر لکھے ہوئے ہیں) مقدار میں کم ہوں تب تو دو ضربیں ہوں گی۔ ایک اوپر اور ایک نیچے۔ اگر مسئلے کا عدد چھوٹا ہے اور میت دوم کے نام پر لکھا ہوا مافی الید بڑا ہے تو اس مافی الید کے جز مخصوص میں نیچے لکھے ہوئے وارثوں کے سہاموں کو ضرب دے دیں گے اوپر کوئی ضرب نہ جائے گی۔ جب اوپر ضرب نہیں جاتی تو اس مسئلہ کو مستقیم کہتے ہیں۔ اگرچہ توافق کے بیان میں جز مخصوص میں ضرب دینے کی مثال ایسی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ اب تداخل میں کسی خاص مثال کا مفصل سمجھانا طول فضول معلوم ہوتا ہے۔ مگر حسب عادت مزید توضیح کے لیے تداخل کی مثال بھی ذکر کی جاتی ہے۔

مثال اول مسئلہ ۱۲ — جمال خاں مورث

زوجہ	دادی	برادر	برادر	ہمشیرہ	ہمشیرہ
سلیمن	زینب	شادی	عظیم	سیعدن	علیمن
۳/۱۸	۲/۱۲	۱۴	۱۴	۷	۷

مسئلہ ۴ — زینب موراً ۱۲

شوہر	پسر	دختر
نیاز	عزیز	کمالو
۱/۴	۲/۴	۱/۳

اس مثال میں پہلے یعنی جمال خاں مورث کے متعلق کچھ سمجھانے کی ضرورت

ہی نہیں۔ دوسرے میت یعنی زینب کو اوپر سے بارہ سہام حاصل ہوئے تھے ان کو ہم نے اس کے نام پر مافی الید کا اشارہ مف ۱۲ کر کے لکھ دیئے اور پھر اس کے وارثوں کو نام بنام لکھ کر بقاعدۂ فرائض حصے تقسیم کئے تو عدد چار سے تینوں وارثوں کے حصے پورے نکل آئے۔ اس لئے دائیں طرف مسئلہ لکھ کر اس پر چار کا ہندسہ لکھا۔ اب غور کیا تو اس عدد میں اور زینب کے مافی الید یعنی بارہ میں تداخل کی نسبت ہے دیکھو کہ چار کو تین دفعہ گرانے سے بارہ کا عدد فنا ہو جاتا ہے) مگر تداخل کی وہ صورت ہے جس کو مستقیم کہتے ہیں یعنی مسئلہ کا عدد چھوٹا ہے اور مافی الید کا عدد بڑا ہے۔ لہٰذا مذکورہ سابقہ قاعدہ کے موافق یہاں ضرب ایک ضرب دی گئی لیکن پورے عدد بارہ میں ضرب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ بارہ میں سے وہ خاص ٹکڑا اور جزء نکال کر جو بارہ کو فنا کر دینے والا ہے اور اسی کے ساتھ خاص ہے اسی جزء میں نیچے لکھے ہوئے اعداد کو بھی ضرب دی گئی اور انہیں اعداد کا مجموعہ جو مسئلہ کے اوپر لکھا ہے اس کو بھی بارہ کے اسی جزء خاص میں ضرب دے دی۔ وہ جزء مخصوص عدد تین ہے جو بارہ کے اندر داخل بھی ہے فنا کرنے والا بھی ہے مخصوص بھی ہے۔

سوال:۔ بارہ کے اندر کئی جزء نکل سکتے ہیں چھ بھی اور چار بھی اور تین بھی اور دو بھی آپ نے خاص عدد تین کو نکال کر کیوں ضرب دی حالانکہ یہ عدد مخصوص بھی نہیں یہ عدد تین تو چار کے ضمن میں بھی موجود ہے۔

جواب۔ توافق کی مثالوں کے بعد جو سوال و جواب مذکور ہوتے ہیں۔ وہاں سے اس سوال کا جواب بھی بوضاحت سمجھ میں آسکتا ہے لیکن آسانی اور سہولت کے لئے دوبارہ عرض کیا جاتا ہے کہ ضرب ایسے جزء میں دی جاتی ہے جو مخصوص ہو۔ عدد دو اس

موقعہ پر مخصوص نہیں چار میں بھی پایا جاتا ہے اور چھ میں ضرب دینے سے بلا ضرورت سہام بڑھتے ہیں اور حساب خراب ہو جاتا ہے نیز تداخل کی صورت میں بھی ایک تعلق توافق کا ہوتا ہے اور وہ تعلق یہاں توافق بالثلث ہے اور جس جگہ توافق بالثلث ہو تو وہاں کام کرنے والا عدد تین ہوتا ہے۔ ان وجوہ سے ہم نے بارہ میں سے عدد تین کو جزو قرار دے کر مسئلہ میں یعنی چار میں ضرب دی اور عدد تین اگرچہ چار کے ضمن میں موجود ہے مگر چار کو فنا کنندہ نہیں ہے۔ لہذا چار کے لئے یہ جزو ضربی اور معتبر نہ ہوا یہ ..تو بارہ ہی کے ساتھ اس جگہ مخصوص رہا۔

تحقیق جس کو تھوڑا سا بھی فہم ہو گا وہ غور کرنے سے معلوم کرے گا کہ نیچے ضرب دینے سے یہ فائدہ ہے کہ میت کو جو سہام اوپر سے حاصل ہوئے تھے وہی عدد نیچے کے وارثوں پر تقسیم ہو کر حساب برابر ہو جائے۔ دیکھئے ہماری اسی مذکورہ مثال زینب کے مافی الید بارہ تھے۔ اور مسئلہ جو اس کے وارثوں کے لئے تجویز ہوا تھا وہ چار ہم نے حسب قواعد ان چار کو ضرب دے کر بارہ بنا لیا اور یہی بارہ سب وارثوں ..پر تقسیم ہو گئے۔ حساب بھی درست رہا یعنی مجموعہ سہام کا بہتر ہی رہا اسی لیے اور کسی ضرب کی ضرورت پیش نہ آئی۔

مثال دوم

مسئلہ ۱۲ — ۱۳ — ۲۶

مورثہ زینب

شوہر	والدہ	والد	دختر
عظیم	نادری	شجاعت	رقیہ
۳	۲	۲	۶

عہ وعہ تفصیل ضمیمہ میں دیکھیے

مسئلہ ۱۲ — رقیہ ۶

شوہر	والدہ	نانی	نانا	پسر
محسن	عظیم	نادری	شجاعت	رحمت
۳	۲	۱	م	۵

اس مثال میں بھی پہلی میت کا مسئلہ تو بالکل ظاہر ہے۔ ذوی الفروض چونکہ زیادہ تھے ایک سہام کی کمی رہتی تھی۔ اس لئے عول کے قاعدے سے مسئلے کے عدد بارہ کو تیرہ کر لیا۔ اس کے بعد رقیہ متوفیہ کے نام اور سہام پر قبر کا نشان بنا کر اور نیچے ایک خط کھینچ کر اس کے بائیں طرف صرف رقیہ کا نام اور والدہ سے ملے ہوئے چھ سہام لکھ دیئے اور خط کے نیچے تمام وارثوں کو لکھ کر میراث تقسیم کرنے کا مسئلہ بارہ بنایا اور ہر ایک وارث کو حق واجب دے کر سب کے نیچے سہام لکھ دیئے۔

اب غور کیا کہ مسئلے کے عدد میں اور رقیہ کے مافی الید اور حاصل شدہ سہام میں کیا نسبت ہے۔ ایک طرف بارہ ہیں ایک طرف چھ ہیں ان میں تداخل کی نسبت ظاہر ہے لیکن یہ تداخل کی دوسری قسم ہے یہاں اوپر ضرب جائیگی اور نیچے ضرب نہیں اس لئے کہ مسئلہ کا عدد بڑا ہے اور مافی الید کا عدد چھوٹا ہے۔

پس ہم نے چھ اور بارہ میں توافق بالنصف کا علاقہ دریافت کر کے اور یہ ملحوظ کر کے کہ جب توافق بالنصف ہوتا ہے تو عدد ۲ کار آمد ہوا کرتا ہے بارہ کے اوپر دفعہ ۲ کا نشان بھی بنا دیا اور اوپر کے سب اعداد کو دو میں ضرب دے دیا جس کے نام کے نیچے تین لکھے تھے اور ان کو چھ دے دیئے اور جس کے نیچے دو لکھے تھے وہاں چار لکھ دیئے اور سب سے اوپر دائیں کنارے پر جو عدد ۱۳ لکھا تھا اس کو

بھی ۲ میں ضرب دے کر ۲۶ بنادیا اور اب کل حساب درست ہو گیا۔ کیونکہ رقیہ مرحومہ کے چھ سہام اس کے وارثوں کے پاس جاکر بارہ حصے بن کر تقسیم ہوئے تھے اور پدما کے وارثوں کے پاس جو سات سہام باقی تھے ان کو بھی ضرب دے کر دوچند کر دیا اور زینب اور رقیہ کے سب ورثا پر ۲۶ سہام باقاعدہ تقسیم ہو گئے۔

یہاں تک کہ چار نسبتوں تداخل، توافق، تماثل، تباین کا انتہائی طول اور بہت وضاحت کے ساتھ مع مثالوں کے بیان ہو چکا ہے۔ اب اس سے زیادہ طول کلام مناسب نہیں۔ البتہ باہم اعداد میں نسبتوں کا سمجھنا چونکہ دشوار ہوتا ہے۔ لہٰذا مفید وسہل قواعد وضوابط نسبتوں کی شناخت وتمیز کے نقل کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے بعد مناسخہ کی چند مثالیں مع وضاحت اور تشریح لکھ کر اس بیان کو ختم کر دیا جائے گا۔

(۱) جو دو عدد ایسے ہوں کہ ان کا پہلا عدد جفت ہو ان میں نسبت تباین کی نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے ۴۳۲۱۲ اور ۴۲۴۱۹ بہت بڑے عدد ہیں۔ مگر ہم نے دونوں کے شروع میں ہندسہ جفت یعنی چار اور دو دیکھ کر بہت جلد یہ بتلادیا کہ ان میں نسبت تباین کی نہیں ہے۔

(۲) جن دو عددوں کے اول میں پانچ کا ہندسہ ہو ان میں تباین نہیں ہو سکتا توافق کی نسبت ہوگی یا تداخل کی۔ خیال فرمایئے کہ ۱۵۹۲۵ اور ۹۱۵ کی نسبت تلاش کرنے میں بہت دیر لگتی۔ لیکن ہم نے دونوں کی ابتدا میں پانچ کا ہندسہ دیکھ کر دور ہی سے یہ کہہ دیا کہ ان میں تباین کی نسبت تو ہے ہی نہیں ہاں یہ غور کرکے دیکھنا ہے کہ توافق ہے یا تداخل۔

(۳) دو عددوں میں اگر چھوٹے عدد کو بار بار گرانے سے بڑا عدد بالکل فنا ہو سکتا ہے۔ کوئی عدد زائد باقی نہیں رہ جاتا تو ان عددوں میں تداخل کی نسبت ہوگی۔ جیسے ۱۲ اور ۲ میں تداخل ہے اور ۲۵۰ اور ۲۵ میں تداخل ہے۔

(۴) جن دو عددوں کے اوّل میں صفر ہو تو وہ دونوں ۱۰ پر ضرور تقسیم ہو جائیں گے خواہ کتنے ہی بڑے عدد ہوں۔ شروع میں صفر دیکھ کر آپ اول نظر میں اتنا ضرور کہہ سکیں گے کہ تباین ان میں نہیں ہے یا تو تداخل ہوگا۔ تداخل نہیں تو توافق ضرور ہوگا۔ کوئی عدد مشترک دونوں کو فنا اور ختم کرنے کے لئے نہیں ملے گا تو ۱۰ تو ضرور ہی دونوں کے لئے کارآمد ہوگا۔ مثلاً ۲۲۱۰ اور ۲۱۰ کو دیکھتے ہی آپ کہہ دیں گے کہ ان میں تباین نہیں۔ پھر غور کرینگے تو کہیں گے کہ تداخل ہے۔ ۱۸۴۰ اور ۲۳۰ میں بھی تداخل ہے چھوٹے عدد کو آٹھ دفعہ گرانے سے بڑا عدد فنا ہو جائے گا۔ اسی طرح ۲۰۷۰ اور ۱۵۵۰ میں تداخل نہیں مگر توافق ہے کیونکہ دونوں عددوں کو فنا کرنے کے لئے آپ ۱۰ سے بھی کام لے سکتے ہیں اور ۵ سے بھی (۵) دو عددوں میں سے جب ایک کے شروع میں طاق عدد ہو اور دوسرے کی ابتدا میں جفت عدد ہو تو آپ فوراً کہہ سکتے ہیں کہ ان میں تباین ہے توافق و تداخل نہیں ہے مثلاً ۲۲۵ اور ۴۴۴ کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ باہم مخالف ہیں ایک کے شروع میں عدد جفت ہے دوسرے کے شروع میں طاق عدد ہے بڑا چھوٹے پر تقسیم ہو کر فنا نہیں ہو سکتا؛

مناسخہ کی مثالیں

بہت مختصر مثالیں پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ مگر ان سے مقصود تھا نسبتوں کا

ع تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

سمجھانا یہاں مناسخہ کی صورت اور طرز بتلانا ہے۔ اس لئے ان مختصر مثالوں سے ذرا بڑی بڑی مثالیں دے کر بھی سمجھانے کی کوشش کی جائے گی۔

مثال اوّل

میت زید — مسئلہ ۴

زوجہ	چچا
ہندہ	سعید
۱	۳

میت سعید — مسئلہ ۳ — مف ۳

پسر	دختر
شکور	حلیمہ
۲	۱
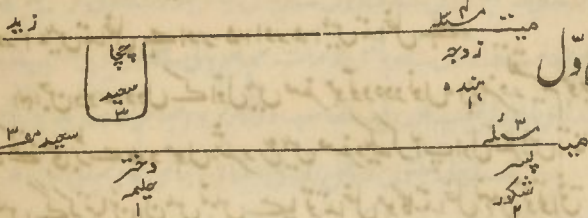
تشریح۔ زید کی وفات کے وقت دو وارث موجود تھے۔ زوجہ اور چچا ہم نے انہیں وارثوں کے لحاظ سے پہلے زید کی میراث کا مسئلہ تیار کیا۔ میت کے اولاد نہیں اس لئے زوجہ ربع کی مستحق ہے اور باقی مال چچا بوجہ عصبہ ہونے کے پائیگا لہذا ہم نے مسئلہ ۴ سے بنا کر ایک حصہ زوجہ کو دیا اور باقی تین سہام چچا کے حصے میں لگ گئے۔ جب یہ آسان مسئلہ نکل کر تیار ہو گیا تو ہم نے دوسری میت یعنی چچا سعید کے واسطے میت کے لفظ کا ایک طویل خط کھینچ کر اس پر بائیں جانب ان کا نام لکھا۔ اوپر کے درجہ میں سے یعنی زید کی میراث سے ان کو جو تین سہام ملے تھے۔ مافی الید کا نشان مف بنا کر ان کے نام پر لکھ دیئے۔ پھر دیکھا تو ان کے بھی صرف دو ہی وارث تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ یہ قاعدہ تو نہایت ظاہر اور مشہور ہے۔ کہ بیٹے کو دہرا حصہ ملتا ہے اور بیٹی کو اکہرا۔ لہذا ہم نے سعید کے مال متروکہ کے تین سہام کر کے دو بیٹے کو دیئے اور ایک بیٹی کو۔ دائیں جانب مسئلہ کا نشان بنا کر تین کا ہندسہ لکھ دیا۔ پھر جو خیال کیا تو نظر آیا۔ چچا سعید مرحوم کو پہلے میت یعنی زید سے جو حصہ ملا تھا وہ تین ہی سہام تھے جن کو ہم نے مافی الید کا نشان بنا کر اس کے

نام پر لکھ دیئے تھے۔ وہی تین سہام اس کے وارثوں پر بغیر کسی دشواری کے تقسیم ہو گئے نہ کسی ضرب کی ضرورت ہوئی نہ تقسیم کی اور مجموعہ عدد سہام بھی بدستور جاری رہا اگرچہ اس آسان مثال میں زندہ موجود رہنے والے وارث صرف تین ہی ہیں ہر ایک کے سہام اور حصے بالکل ظاہر اور صاف نظر آ رہے ہیں۔ تاہم قاعدہ مروجہ کے مطابق ہم نے ایک اور خط الاحیاء یعنی زندہ وارثوں کے نام سے کھینچ کر تینوں زندہ وارثوں کے نام اس کے نیچے لکھ دیئے اور ہر نام کے نیچے اس کے حاصل کردہ سہام لکھ دیئے اور اس آخری خط کے درمیان مبلغ لکھ کر مجموعہ کل سہام کا لکھ دیا۔ اب صورت مناسخہ کی اس طرح ہوگئی۔

میت مسئلہ ۴ — زید

زوجہ	چچا
ہندہ	سعید
۱	۳

میت مسئلہ ۳ — سعید

پسر	دختر
شکور	حلیمہ
۲	۱

الاحیاء — مبلغ ۴

ہندہ	شکور	حلیمہ
۱	۲	۱

مثال دوم

میت مسئلہ ۸ — ۲۴/۲۷ — جمیر الدین

زوجہ	پسر از علیمہ	پسر از زوجہ سابقہ	پسر از زوجہ سابقہ	دختر از زوجہ سابقہ
علیمہ	شکور	حمید	ظہور	مجیدن
۱/۳	۲/۹	۲	۲/۹	۱/۳
۹	۱۸			۹

مسئلہ ۳ تبائن حمید معہ

برادر حقیقی	ہمشیرہ حقیقی	سوتیلی والدہ	برادر سوتیلا
ظہور	مجیدن	عظیمہ	شکور
۲/۴	۱/۴	محروم	محروم

مسئلہ دفعہ ۴ توافق بالنصف ظہور معہ ۱۰ دفعہ ۵

دختر	دختر	دختر	دختر	ہمشیرہ حقیقی
عزیزہ	رشیدہ	حکیمن	سلیمن	مجیدن
۱/۵	۱/۵	۱/۵	۱/۵	۱/۵

المبلغ ۷۲

الاحیاء

عظیمہ	شکور	مجیدن	عزیزہ	رشیدہ	حکیمن	سلیمن
۹	۱۸	۲۵	۵	۵	۵	۵

تشریح۔ خبیرالدین کا جب بقضائے الٰہی انتقال ہوا تو ایک زوجہ عظیمہ اور اس کا بیٹا شکور موجود تھے اور اس سے پہلے ایک زوجہ خبیر کی زندگی میں گذر گئی تھی۔ اس کے پیٹ سے حمید اور ظہور اور مجیدن موجود تھے۔ غرض مرنے کے وقت ایک زوجہ تین بیٹے ایک بیٹی وارث تھے تجہیز و تکفین کے بعد جو کچھ مال باقی رہا وہ سب بقاعدۂ فرائض انہیں پر تقسیم کیا گیا یعنی کل مال و اسباب کے آٹھ حصے کر کے ایک حصہ زوجہ کے نام پر لکھا اور باقی سات حصے اولاد کو دے دیئے تینوں بیٹوں کو دو دو حصے دیئے گئے اور بیٹی کو ایک۔ یہ سات بھی ختم ہو گئے اور حساب برابر ہو گیا۔

یہی چند روزہ آگے پیچھے کا فرق ہے آخر سب کو مرنا ہے بقا سوائے خدا تعالیٰ کی ذات کے کسی کو ہے نہیں۔ چھ برس کے بعد خبیرالدین کا بیٹا حمید بھی

انتقال کر گیا۔ اس کے مرنے کے وقت اگرچہ اس کے باپ کی زوجہ ثانیہ عظیمہ بھی موجود تھی جو اس کی مانند یعنی سوتیلی ماں ہوتی ہے لیکن شریعت نے اس کا کوئی حصہ سوتیلے بیٹے کے مال میں مقرر نہیں فرمایا لہذا یہ محروم رہ گئی۔

اسی طرح حمید مرحوم کا سوتیلا بھائی شکور بھی محروم رہ گیا۔ کیونکہ مرنے والے کا حقیقی بھائی موجود ہے وہ اس سے مقدم ہے اگر حقیقی موجود نہ ہو تو یہ علاتی (یعنی سوتیلا) ہی عصبہ بن کر وارث ہو جاتا۔ اب حمید کی میراث پانے کے قابل صرف دو وارث رہ گئے۔ ایک حقیقی بھائی ظہور اور دوسری حقیقی بہن مجیدن۔ بعد تجہیز و تکفین اور ادائے قرض وغیرہ کے کل مال کے یہی دو آدمی مستحق ہوں گے۔ دو حصے بھائی کو ملیں گے اور ایک حصہ بہن کو اور تین سہام بنا کر حساب درست ہو جائے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل ؛ تماشہ نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے

حمید کی میراث تقسیم ہو گئی۔ بہن بھائی لے کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے حمید کو سب بھول بھال گئے۔ تین ہی برس میں دوست دشمن سب کے دلوں سے فراموش ہو گیا۔ ظہور اچھا خاصا پھرتا تھا۔ گرمی کے موسم میں ہیضہ کی وبا ہوئی اور بیمار ہو کر ایک ہی روز میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ زوجہ کا انتقال تو پہلے ہی ہو گیا تھا۔ چار چھوٹی چھوٹی بیٹیاں اور ایک ہمشیرہ رہ گئی اس کے مال کے چھ حصے ہو کر دو ثلث یعنی چار حصے چار بیٹیوں کو دیئے گئے اور باقی دو حصے ہمشیرہ کو پہنچے جو میت کی لڑکیوں کی موجودگی میں عصبہ ہو جاتی ہے (اور اصطلاح فرائض میں عصبہ مع الغیر کہلاتی ہے)

اصلی مورث تو خمیر الدین تھا۔ ایک مرتبہ اس کے مرنے پر مال تقسیم ہوا۔ پھر اس کے بیٹے حمید کی وفات پر تین سہام ہو کر تقسیم ہوا چھ سہام بن کر۔

اگر یہ تین مسئلے کوئی شخص ہم سے علیحدہ علیحدہ دریافت کرے تو ہم بہت سہولت سے تینوں مرنے والوں کے فرائض نکال کر دکھلا دیں گے اور ہر مرتبہ مال تقسیم ہو جائے گا۔

لیکن جب کہ کئی وارث یکے بعد دیگرے گذر جائیں اور مال تقسیم نہ ہو۔ بلکہ کئی انتقالات کے بعد مسئلہ دریافت کیا جائے تب مناسخہ کی ضرورت پیش آتی ہے (جیسا کہ ابتدا میں بتلا دیا گیا ہے) اور مسئلہ کے عدد اور میت کے مافی الید میں نسبت پر غور کر کے ضرب وغیرہ کی نوبت آتی ہے۔

اسی مثال دوم میں جب اول و دوم مورثوں کی وفات پر مال تقسیم نہ ہوا اور آخر میں آکر ظہور کے مرنے کے بعد مسئلہ پوچھا جائے تو ہم یہ صورت اختیار کریں گے۔ جو مثال دوم کے شروع میں دکھلائی گئی ہے یعنی پہلے خمیر الدین کے فرائض نکال کر آٹھ سہام مسئلے کے تجویز کر کے دوسری سطر میں حمید کا مسئلہ درست کریں گے اور حمید کو دو سہام جو والد کی میراث میں سے ملیں گے ان کو اس کے نام مف بنا کر لکھ دیں گے اور اوپر کی سطر میں مورث کے وارثوں میں جہاں اس کا نام لکھا تھا وہاں قبر کا نشان بنا دیں گے۔

اب اس کے نام پہ لکھے ہوئے عددیں اور مسئلے کے عددیں غور کرنے کی ضرورت ہو گی۔ صاف صاف طور سے تباین نظر آ جائے گا اور حسب قواعد مذکورہ سابقہ، مسئلہ کے عدد ۳ اوپر والے سب اعداد کو ضرب دیں گے۔ یعنی عظیمہ کے

نیچے جو ایک سہام لکھا ہے اس کو تین میں ضرب دے کر اور ذرا سا خط کھینچ کر اس کے نیچے عدد ۳ لکھ دیں گے۔

اسی طرح شکور کے دو کو چھ بنائیں گے۔ حمید کے نام پر چونکہ فر کا نشان ہے۔ لہذا یہاں ضرب نہیں دیں گے۔ البتہ ظہور کے دو کو چھ بنائیں گے اور مجیدن کے ۳ کو تین میں ضرب دے کر ۹ لکھیں گے اور مسئلے کا عدد جو آٹھ تھا اس کو بھی ۳ میں ضرب دے کر ۲۴ بناویں گے۔ یہاں سے فارغ ہو کر حمید کے وارثوں کو جو سہام پہنچے ہیں ان کو حمید کے مافی الید میں ضرب دیں گے۔ ظہور کے دو سہام کے نیچے چار لکھ دیں گے اور مجیدن کے ایک حصہ کو ۲ بنا دیں گے تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے۔

تفصیل ضمیمہ میں دیکھئے

دوم نمبر کے میت یعنی حمید سے فراغت ہو جانے کے بعد ظہور کا انتظام ہوگا اس کے واسطے لفظ میت کا لمبا خط کھینچ کر سب وارثوں کو اس کے نیچے لکھ دیں گے اور خط کے اوپر بائیں طرف میت کا نام ظہور لکھ کر اوپر سے حاصل شدہ سہام تلاش کر کے مجموعہ اس کے نام پر مف بنا کر ۱۰ لکھیں گے اور پھر مسئلہ کا عدد ۶ لکھ کر چاروں دختروں کے نیچے ایک ایک سہام اور ہمشیرہ کے نیچے دو سہام لکھ دیں گے۔

اب پھر مافی الید اور مسئلہ کے عدد پر درستی حساب کے لئے غور کریں گے۔ اور معلوم ہوگا کہ ان میں توافق بالنصف ہے۔ لہذا جزو وفق نکال کر دس کے اوپر وعہ کا نشان بنا کر ۵ لکھ دینگے اور ۶ کے اوپر وعہ کا نشان لکھ کر اس کا نصف ۳ لکھ دینگے۔ اس کے بعد جو عمل جاری ہوگا وہ آپ خود ہی سمجھ گئے ہوں گے۔ کیونکہ عدد ۳ اور ۵ میں تباین ظاہر ہے۔ پس ۳ کی ضرب اوپر کے تمام اعداد میں جائے گی اور وعہ پر لکھے ہوئے عدد ۵ کی ضرب ظہور کے وارثوں کے تمام سہام میں آئے گی

یعنی مسئلہ کا عدد چونکہ وفق نکل کر ۳ ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس کے اوپر کے تمام اعداد کو تین میں ضرب دیں گے۔ مجیدن کے ۲ کو ۶ کریں گے۔ پھر خیبر الدین کے وارثوں میں عظیمہ کے تین سہام کو نو بنائیں گے۔ شکور کے ۶ سہام ضرب کھا کر ۱۸ ہو جائیں گے اور سب سے اوپر والا مسئلہ ۸ جو پہلی ضرب میں ۲۴ بن گیا تھا اب ۷۲ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ظہور کے عدد ما فی الید کے وفق عدد ۵ کی ضرب نیچے کے وارثوں کے حصوں میں آئے گی تو چاروں لڑکیوں کے نیچے ایک ایک لکھا ہے وہ سب پانچ پانچ ہو جائیں گے اور مجیدن کے دو سہام ضرب دینے سے دس ہو جائیں گے۔

اب یہ عمل ختم ہوا اور ہم نے احتیاطاً سب عددوں کا مجموعہ حساب کر کے دیکھا تو ۲۰ ۷ ہے جو سب سے اوپر لکھا ہوا عدد ہے اگر کمی بیشی ہوتی تو سمجھا جاتا کہ حساب میں کسی جگہ غلطی ہوگئی ہے۔ کیونکہ نیچے کے سب عددوں کا مجموعہ سب سے اوپر والے آخری عدد کے مطابق ہونا چاہیئے۔ مناسخہ کے آخر میں سب زندہ وارثوں کے مجموعہ سہام دکھلانے کے لئے ایک آخری طویل خط **الاحیاء** کا کھینچ کر ۹ سہام عظیمہ کے دکھلائے ہیں اور ۱۸ شکور کے جو ان کو صرف اوپر ہی کے مورث سے ملے تھے۔ مجیدن کو اول میت یعنی اپنے باپ سے ۹ اور حقیقی بھائی حمید سے چھ اور دوسرے بھائی ظہور سے ۱۰ مجموعہ ۲۵ حاصل ہوئے، وہی اس کے نیچے لکھے گئے اور ظہور کی چاروں بیٹیوں کو صرف اپنے باپ ہی سے پانچ پانچ سہام پہنچے تھے وہ ان کے نام کے نیچے تحریر ہوئے اور الاحیاء کے اوپر المبلغ لکھ کر مجموعہ سہام درج کر دیا گیا اور یہ مختصر مناسخہ مکمل ہوگیا۔

اگرچہ ہمارا بیان بہت طویل ہوگیا ہے مگر کم استعداد عزیزوں کی خیر خواہی

مجبور کرتی ہے کہ ایک مثال مناسخہ کی اور بھی لکھ کر سمجھائیں۔

مثال سوم میت مسئلہ ۴ ۱۶ ۳۲ ۱۲۸ حلیمہ مورثہ

شوہر	دختر	والدہ
شفیق	جمیلہ	خاتون
۴	۹	۳/۹

میت مسئلہ ۸ ممانثہ شفیق معہ ۴

زوجہ	والدہ	والدہ
خدیجہ	سعید	زبیدہ
۱/۲/۸	۲/۴/۱۲	۲/۸

میت مسئلہ ۲۱ وفق ۲ توافق بالثلث جمیلہ معہ ۹ معہ ۳

دختر	پسر	پسر	نانی
ہاجرہ	محسن	عزیز	خاتون
۱/۳/۲۱	۲/۴/۲۴	۲/۴/۲۴	۱/۳

میت مسئلہ ۱۸ تباین خاتون معہ ۹

شوہر	برادر	برادر
ظفر	امجد	شکور
۲/۱۸	۱/۹	۱/۹

الاحیاء مبلغ ۱۲۸

خدیجہ	سعید	زبیدہ	ہاجرہ	محسن	عزیز	ظفر	امجد	شکور
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

تشریح۔ یہ مناسخہ چار بطن کا ہے اور طریقہ وہی ہے جو پہلے دو مثالوں میں مذکور ہوا۔ اس لئے مختصر طریق سے سمجھانے کی سعی کی جاتی ہے۔

حلیمہ کے انتقال پر جب مسئلہ بنانا چاہا تو معلوم ہوا ہے کہ یہاں مستحق کم ہیں

اور حصّے زیادہ ہیں اس لئے ردّ ہوگا جس کا بیان بہت پیچھے گذر چکا ہے، مگر چونکہ شوہر اور زوجہ رد کے مستحق نہیں ہوتے اور یہاں وارثوں میں شوہر موجود ہے لہٰذا ہم نے کل مال کے چار سہام بنا کر شوہر کو ایک دے دیا۔ کیونکہ جب مرنے والی کی اولاد موجود ہوتی ہے تو شوہر کو ربع ملتا ہے، باقی رہے ہیں ان میں سے اگر ایک نانی کو دے دیں اور دو دختر کو تو یہ درست نہیں بلکہ شوہر کو دینے کے بعد جو کچھ باقی ہے (بوجہ ردّ کے) اس کا چوتھا حصہ نانی کو ملنا چاہیئے اور تین حصے دختر کو۔ لہٰذا اس درستی حساب کے لئے ہم نے کل مجموعہ سہام تجویز شدہ ابتدائی یعنی ۴ کو ۴ میں ضرب دیا اب کل مجموعہ سہام ۱۶ ہو گیا اس کو تقسیم کرنا آسان ہے۔ کل مال کا ربع یعنی ۱۶ میں سے ۴ شوہر کو دیئے۔ باقی ۱۲ میں سے ۳ میت کی والدہ کو دیئے اور ۹ میت کی بیٹی کو۔

فائدہ۔ جو شخص حساب کی مہارت رکھتا ہے یا تھوڑی سی عقل وہ سمجھ جائے گا کہ ردّ سے کیا فائدہ ہوا۔ فائدہ یہ ہوا کہ اصلی حصہ بیٹی کا نصف تھا یعنی ۱۶ میں سے آٹھ اب اس کو ۱۶ میں سے ۹ مل گئے۔ رد نہ ہوتا تو روپیہ میں سے آٹھ آنے ملتے اب ۹ آنہ کی مستحق ہو گئی۔ نانی کو اس صورت میں چھٹا حصہ ملنا چاہیئے تھا یعنی ۶ میں سے ایک یا ۱۲ میں سے دو یا ۱۸ میں سے ۳۔ یہاں رد کی وجہ سے ۱۶ میں سے ۳ پہنچے تھے تو چھٹے حصے سے کچھ زیادہ مل گیا۔

حلیمہ کا مسئلہ ۱۶ سے مرتب ہو کر سہام تقسیم ہو گئے۔ اس کے بعد شفیق کا نمبر آیا ۴ سے مسئلہ بسہولت بن گیا اور اولاد تو تھی ہی نہیں ربع زوجہ کو دیا یعنی چار میں سے ایک اور باقیماندہ کا تہائی یعنی تین میں سے ایک والدہ کو باقی دو والد کو دیئے گئے شفیق کو جو سہام زوجہ سے میراث میں ملے تھے اور اس کے نام پر مافی الید لکھے

گئے تھے وہ بھی چار ہی تھے اور مسئلہ کا عدد بھی چار ہے۔ ایسی صورت کو تماثل کہتے ہیں اور اس میں آسانی یہ ہے کہ نیچے اوپر کہیں بھی ضرب دینی نہیں پڑتی۔ یہ مسئلہ آسانی سے طے ہو گیا تو اب اس کے بعد گذر جانے والی میت جمیلہ کے حال پر غور کیا جائے گا۔ اس کے وارث دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں اور ایک نانی مسئلہ ۶ سے بنا کر چھٹا حصہ یعنی ایک نانی کو دیا۔ دو دو سہام بیٹوں کو اور ایک بیٹی کو دیا گیا۔ اس کو جو سہام اپنی والدہ سے ملے تھے اور اس کے نام پر مافی الید میں لکھے گئے تھے وہ ۹ ہیں اور اس کا مسئلہ تیار ہوا ہے ۶ سے اور دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان میں تباین نہیں ہے بلکہ توافق ہے۔ کیونکہ عدد ۳ ایسا ہے کہ ۹ کو بھی فنا کرتا ہے اور چھ کو بھی لہذا یہاں توافق بالثلث سمجھا جائے گا ۹ کا ثلث ہے ۳۔ اس میں نیچے ضرب جائے گی اور مسئلہ جو ۶ ہے اس کا ثلث ہے ۲۔ اس کی ضرب اوپر کے تمام اعداد میں جائے گی۔ اس لئے ہم نے دوسرے بطن میں خدیجہ اور زبیدہ کے ایک ایک حصہ کو ۲ کر دیا اور سعید کے ۲ کو چار بنایا اور پہلے بطن میں دو وارثوں پر تو قبر کا نشان تھا صرف خاتون زندہ تھی اس نے تین سہام کو چھ لکھا اور سب سے اوپر کا عدد جو بضرورت ۱۶ بنایا گیا تھا اس کو بھی ۲ میں ضرب دے کر ۳۲ بنا دیا اور جمیلہ کے مافی الید ۹ کے ثلث میں سے اس کے نیچے لکھے ہوئے تیسرے بطن کے سب وارثوں کے حصوں کو ۳ میں ضرب دے دی جس کا ایک تھا اس کے تین ہو گئے اور جس کے دو تھے اس کے چھ بن گئے اور قصہ تمام ہوا۔ اب خاتون کی باری آئی۔ مسئلہ تو اس کا بہت صاف تھا کیونکہ جب میت کے اولاد نہیں ہوتی تو شوہر کو نصف ملتا ہے۔ مجموعہ مال کے ۴ سہام بنا کر دو شوہر کو دے دیئے دو بھائی عصبہ تھے ایک ایک ان کا ہو گیا۔ لیکن

خاتون کے مافی الید عدد ۹ اور اس مسئلہ مقررشدہ ۸ ہیں تباین ہے۔اس لئے نیچے اوپر کی ضربوں کی تکلیف پیش آئی۔مسئلے کا عدد جو چار تھا اس میں تمام اوپر کے سہام کو ضرب دی گئی۔سب سے اوپر کے عدد ۳۲ پر ۲۸۸ تحریر ہوا۔پہلے بطن میں تو کوئی زندہ ہی نہ رہا تھا۔دوسرے اور تیسرے بطن کے سب وارثوں کے حصے ۸ میں ضرب دیئے گئے۔۲ کے نیچے ۸ اور ۴ کے نیچے ۱۶ اور ۳ کے نیچے ۱۲ اور ۶ کے نیچے ۲۴ لکھے گئے۔چوتھے بطن کے تینوں وارثوں کے سہام خاتون کے مافی الید یعنی عدد ۹ میں ضرب دے دی گئی اور چاروں مورثوں کے مسئلے اور حساب کی درستی ہوکر مناسخہ صحیح ہو گیا۔

الاحیاء کے خط کے اوپر مبلغ ۲۸۸ لکھا گیا اور اس خط کے نیچے زندہ شمار ہونے والے نو وارثوں کے نام لکھ کر سب کا مجموعہ اوپر سے تلاش کرکے جوڑ کر ہر ایک کے نام کے نیچے لکھا گیا۔سمجھانے کے واسطے بعض دفعہ وارثوں اور حصوں کی تفصیل کو آخر میں الفاظ و عبارت میں بھی لکھ دیتے ہیں کہ فلاں شخص مورث اعلےٰ کا ترکہ حسب قاعدہ فرائض و طرز مناسخہ اتنے سہام پر تقسیم ہوکر اتنے اتنے سہام فلاں فلاں وارث کو پہنچے اور آخر میں اپنے اظہار نیاز و عبدیت کے لئے لکھا کرتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کبھی ایسی صورت پیش آتی ہے کہ مناسخہ کے کسی درمیانی مورث کا مال بغیر کسی تغیر اور فرق کے پہلے وارثوں کو پہنچ جاتا ہے۔ایسے موقعہ پر اس درمیانی وارث کا ذکر کرنا فضول سمجھتے ہیں اور باعث کثرت اعداد کا خیال کرتے ہیں۔اس لئے اس کا مسئلہ مستقل نہیں بناتے اور اس کے نام پر کالعدم لکھ دیتے ہیں۔

مثال۔ایک شخص نے پانچ بیٹے دو بیٹیاں چھوڑیں مال ان پر تقسیم ہو گیا۔پھر

ایک بیٹی کا انتقال ہوگیا جس کا کوئی وارث سوا ان چھ بھائی بہنوں کے نہیں ہے۔
پھر ایک بھائی کا انتقال ہوا جس کی زوجہ بھی ہے اور لڑکی بھی ہے تو اب مناسخہ میں
اصل مورث کی بیٹی کا مسئلہ بنانا بے سود ہے۔ کیونکہ اس کے وارث تو بلا تغیر وہی
لوگ ہوگئے۔ مگر اس معاملہ میں ذرا علم و فہم کی ضرورت ہے۔ بغیر سمجھے کسی کو کالعدم
کر دینے سے حساب غلط ہو جایا کرتا ہے۔ حالانکہ عدد زیادہ ہو جائیں اور حساب صحیح
ہو جائے تو بہت بہتر ہے ؛
احقر نے اپنی آخری عمر میں جبکہ چون ۵۴ سالہ ہو جانے میں تین ماہ باقی ہیں اس بیان مناسخہ
کے اضافہ کو الٹا سیدھا پورا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں اور احقر کا خاتمہ ایمان
پر فرمادیں وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ؛

ختم شد

مفید الوارثین کی بعض عبارات کی توضیح ضروری

از مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی

فصل اوّل

(۱) صـ ۶۲ سطر ۷ تا ۱۴ - اپنی حیثیت سے زیادہ بیش قیمت کفن کی وصیت کر گیا الخ ہکذا فی فرائض الشامیہ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وصیت ترکہ کی تقسیم سے مقدم ہے مگر اس کے باوجود ایسی وصیت کر جانا گناہ سے خالی نہیں۔ چنانچہ اس کا بطلان شامیہ و عالمگیریہ کے کتاب الوصایا اور خود مفید الوارثین باب وصیت صـ ۶۲ پر مذکور ہے۔

(۲) صـ ۶۳ س ۱: اگر طاعون سے وفات ہوئی ہے الخ یعنی جبکہ شروع ہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ بخار طاعون کا پیش خیمہ ہے۔

(۳) صـ ۶۲ س ۱۶ اگر مرض الموت میں کوئی چیز خریدی الخ یعنی مناسب قیمت سے خریدی ہو۔ اگر غیر معمولی زیادہ قیمت سے خریدی ہو تو یہ زیادتی وصیت کے حکم میں ہوگی۔

(۴) صـ ۶۳ سطر ۱۶: اگر مریض نے اپنے وارث کی زوجہ یا بیٹے کے لئے اقرار کر لیا الخ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر گواہ موجود ہوں تو قرض کی قسم اوّل میں داخل ہوگا اور گواہ نہ ہوں تو قسم دوم میں

(۵) صـ ۶۴ سطر ۱: اگر میت نے کسی ایسے شخص کے لئے قرض الخ اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر گواہ موجود ہوں تو قرض کی قسم اول ورنہ قرض کی قسم دوم میں داخل ہوگا اگرچہ مریض کے وارث اس اقرار کو منظور نہ بھی کریں

(۶) صـ ۶۴ سطر ۱۶: جو شخص بوقت وفات مریض زندہ ہو الخ یعنی جبکہ سبب ارث بوقت اقرار موجود

ہو پس اگر کسی اجنبیہ کے لئے اقرار کرکے پھر اس سے نکاح کر لیا تو یہ اقرار درست ہے۔

(۷) ص۸۳ س۳ سطر۸: جس کے لئے وصیت کرتا ہے وہ بوقت وصیت زندہ ہو الخ میت کی وفات کے وقت زندہ ہونا بھی شرط ہے لہٰذا یہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ البتہ اگر غیر معین شخص مثلاً بنی زید کے لئے وصیت کی اور ان میں سے بعض موصی سے پہلے مر گئے تو وصیت باطل نہ ہوگی بلکہ وصیت کا کل مال ان کو ملے گا جو زندہ ہیں (کذا فی الشامیہ)

(۸) ص۸۵ مثال دوم سطر۱: زید نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی الخ یہ وصیت باطل ہے جیسا کہ اوپر کے نمبر میں گذرا

(۹) ص۸۰ س۴ سطر۵: کوئی نہایت بیش قیمت چیز الخ یعنی جبکہ یہ تصرفات مرض الموت سے پہلے کئے ہوں اگر مرض الموت میں کوئی ایسا تصرف کیا تو وصیت کے حکم میں نہ ہوگا اور ثلث مال میں نافذ ہوگا۔

(۱۰) ص۸۲ س۱۵ سطر۶: اگر کہ کہ مجھ کو فلاں بزرگ: یعنی جبکہ یہ مقبرہ اسی شہر کے نواح میں ہو دوسرے شہر کی طرف نقل کرنے کی وصیت باطل ہے۔

(۱۱) ص۸۸ س۳ سطر۸: مورث پر سزا میں کسی وجہ سے الخ اگر حقوق اللہ میں سے کسی حق کی وجہ سے مباح الدم ہو چکا ہو مثلاً زانی محصن ہو تو اس کا قاتل محروم نہ ہوگا۔ خواہ اس نے قاضی کے حکم سے قتل کیا ہو یا بدون حکم کے۔ البتہ اگر قصاص میں کسی ایسے شخص نے بلا حکم قاضی قتل کر دیا جو مقتول کا ولی نہیں تو یہ قاتل محروم رہے گا

(۱۲) ص۹۱ س۱: قادیانی جو ختم رسالت کے منکر ہیں الخ جو شخص قادیانیوں کے گھر پیدا ہوا اس کا حال مثل دوسرے کافروں کے ہے اور جو خود قادیانی ہو وہ مرتد ہے جس کا حکم علیحدہ مذکور ہے۔

(۱۳) ص۹۳ س۴: رحمت علی میراث سے محروم ہے الخ اسی طرح احمد علی بھی رحمت علی کا وارث نہ ہوگا۔

(۱۴) ص۹۵ س۶: جب میت کے اولاد نہ ہو الخ بشرطیکہ بھائی بہنوں میں سے بھی دو یا زیادہ نہ ہوں

اور شوہر و باپ یا بیوی و باپ کا مجموعہ بھی نہ ہو۔

(۱۵) ص۹۵ س۷: اگر میت کے اولاد موجود ہو تو الخ یا میت کے بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ موجود ہوں تو والدہ کو ۱/۶ ملے گا۔

(۱۶) ص۹۷ س۱۶: جبکہ میت کی اولاد موجود ہو الخ یعنی مذکر اولاد موجود ہو اگر صرف مؤنث اولاد ہے تو دادا عصبہ بھی ہوگا۔

(۱۷) ص۹۸ س۱۷: پوتی محروم رہتی ہے الخ بشرطیکہ پوتی کے ساتھ کوئی پوتا یا پڑپوتا وارث نہ ہو

(۱۸) ص۹۹ س۵: نانا، نانی الخ یعنی نانی فاسدہ، نانی صحیحہ ذوی الارحام میں سے نہیں بلکہ ذوی الفروض سے ہے۔ نانی فاسدہ اور صحیحہ میں فرق کی تفصیل دوسرے مقام پر ہے۔

(۱۹) ص۹۹ س۱: ماں باپ کا حصہ الخ بیٹی کی موجودگی میں باپ کو بعض دفعہ بوجہ تعصب سدس سے بھی زائد مل جاتا ہے۔

(۲۰) ص۱۰۰ س۱: حقیقی بھائی اگر دو ہوں الخ حقیقی اور علاتی و اخیافی بھائی اور بہنوں سب کا یہی حکم ہے۔

(۲۱) ص۱۰۰ س۶: ان کی وجہ سے حصہ کم کسی کا نہیں ہوتا الخ البتہ شوہر یا بیوی کی موجودگی میں باپ کی موجودگی میں باپ کی وجہ سے ماں کا حصہ ثلث کی بجائے ثلث مابقی رہ جاتا ہے اور حقیقی بھائی و بہنیں اگر دو یا زیادہ ہوں تو ماں کا حصہ ثلث سے سدس ہو جاتا ہے۔

(۲۲) ص۱۱۱ س۲: اگر کسی کا ایسے عزیز و قریب الخ پر حاشیہ میں تحریر ہے "گر ماں ضروری خرچ وصول کر سکتا ہے۔ یعنی اگر اس نے بطور قرض خرچ کیا ہو ورنہ یہ تبرع ہوگا اور ضروری خرچ بھی وصول نہ کر سکے گا۔

(۲۳) ص۱۱۳ س۶: بعض دفعہ پہلے شوہر سے الخ غیر کی منکوحہ سے نکاح کیا تو اگر یہ اولاد پہلے شوہر کی زندگی میں یا اس کی وفات سے دو سال کے اندر پیدا ہوئی تو پہلے شوہر سے ثابت النسب ہوگی یہ عورت اور اولاد پہلے شوہر سے ارث پائیں گے اور اگر معتدۂ غیر سے نکاح کیا تو یہ اولاد دوسرے خاوند

سے ثابت النسب ہوگی اور اس کی وارث ہوگی البتہ بیوی وارث نہ ہوگی۔

(۲۴) ص۱۱۵ س: ذوی الارحام الخ مولیٰ عتاقہ بھی ارث میں ذوی الارحام سے مقدم ہے۔ آج کل اس کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے اسے ذکر نہیں کیا گیا۔

(۲۵) ص۱۲۰ س: یہ لڑکا مقرلہ کہلائے گا الخ اگر لڑکا اپنے نفس سے تعبیر کرسکتا ہو تو اس کی تصدیق بھی شرط ہے

(۲۶) ص۱۲۱ س: مقرلہ کے بعد بیت المال کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ موصی لہ بالزائد علی الثلث موجود نہ ہو۔ ورنہ وہ بیت المال سے مقدم ہے۔

(۲۷) ص۱۳۲ آخری سطر: مسئلہ ۸

زوجہ	دختر	باپ	دادا
۱	۴	۳	محروم

اس صورت میں باپ سدس کا مستحق بھی ہے اور عصبہ بھی

زوجہ اور دختر کو ان کا حصہ دینے کے بعد چونکہ باپ کے لئے سدس سے زائد مال بچ جاتا ہے اس لئے مخرج نکالنے میں سدس کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ مگر بعض صورتوں میں باپ کے لئے سدس سے بھی کم بچتا ہے اس لئے بہرکیف مخرج نکالنے میں سدس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ پس صورت محررہ میں مخرج آٹھ کی بجائے چوبیس ہوگا۔

(۲۸) ص۱۳۳ س۱۱: مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	دس اخیافی بھائی	چچا
۳	۱۲	۸	۱

= دختر کی وجہ سے اخیافی بھائی محروم رہیں گے۔ لہٰذا تخریج یوں ہوگی: مسئلہ ۸

زوجہ	دختر	۱۰ اخیافی بھائی	چچا
۱	۴	محروم	۳

(۲۹) ص۱۳۳ س۱۲: اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پوتی الخ بیٹا یا بیٹی، پوتا یا پوتی الخ بیٹی کا لفظ چھوٹ گیا ہے

(۳۰) ص۱۳۶ س۲: اگر اولاد نہ ہو تو الخ بشرطیکہ بھائی بہنوں میں سے دو یا زیادہ اور زوجہ و باپ یا زوجہ و باپ بھی نہ ہو۔

(۳۱) ص۱۳۹ س: شوہر نے اگر اپنی زوجہ کے الخ ایسے ہی اگر زوجہ کے مرض الموت سے پہلے طلاق دے دی تو شوہر وارث نہ ہوگا اگرچہ ابھی عدت نہ گزری ہو۔

(۳۲) ص۱۴۰ س۱: اگر مرد کا انتقال ہوا ہے الخ یعنی جب میت کی اولاد نہ ہو اور دو یا زیادہ بھائی بہنیں بھی نہ ہوں۔

(۳۳) صـ۱۴۲ سـ۱: ندجہ باپ دو بیٹیاں چھوڑیں (الی قولہ) باقی باپ کو ملے گا۔ اسی صفحہ پر دو مثالوں میں بھی باپ کے نیچے باقی لکھا ہے = ان صورتوں میں سدس و باقی باپ کو ملے گا چونکہ باپ کے لئے سدس سے زائد بچ رہا ہے۔ اس لئے سدس جداگانہ نہیں لکھا۔ مگر چونکہ بعض صورتوں میں سدس سے کم بچتا ہے اس لئے سدس کی تصریح ضروری ہے۔

(۳۴) صـ۱۴۴ سـ۱۲: اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو الخ اس صورت میں پوتیاں عصبہ نہ ہوں گی۔ لہٰذا پوتیوں کو ان کا حصہ مقررہ دے کر باقی پڑپوتے کو ملے گا۔

(۳۵) صـ۱۴۵ سـ۱: اگر میت کے پوتی موجود ہے تو الخ یعنی جب پوتی کے ساتھ بیٹی بھی موجود ہو۔ ورنہ صرف ایک پوتی سے پڑپوتیاں محروم نہیں ہوتیں۔

(۳۶) صـ۱۵۶ سـ۱۲: دادا کی دادی = اس میں سہو ہوگیا ہے صحیح یوں ہے "پڑدادا کی دادی"

(۳۷) صـ۱۶۵ س: درجہ چہارم۔ دادا کی دادی یعنی سکڑدادی کی ماں = اس میں بھی سہو کاتب معلوم ہوتا ہے۔ صحیح یوں ہے "پڑدادا کی دادی یعنی سکڑدادا کی ماں"

(۳۸) صـ۱۶۷ سـ۱: بیٹی کو نصف اخیافی بھائی بہن کو ثلث الخ بیٹی کی وجہ سے اخیافی بھائی بہن محروم رہیں گے۔

(۳۹) صـ۱۶۷ سـ۵: باقی پوتیاں اور سکڑپوتا الخ سکڑپوتے کی وجہ سے وہ پوتی عصبہ ہوتی ہے جو ذات سہم نہ ہو۔ اس لئے صورت محررہ میں پوتیاں عصبہ نہ ہوں گی بلکہ ثلثان کی مستحق ہیں۔ باقی سکڑپوتے کو ملے گا۔

(۴۰) صـ۱۶۹ سـ۵: دو ثلث پوتیوں کو چھٹا نانی باقی باپ کو = باپ کو چھٹا اور باقی ملے گا۔ یعنی مذکر اولاد کی عدم موجودگی میں اگر کسی حالت میں باپ کے لئے سدس سے کم بچے تب بھی سدس دینا ضروری ہے۔ اور مسئلہ میں عول ہوگا۔

(۴۱) صـ۱۶۹ سـ۶: باقی پڑپوتوں و پوتی کو = اس صورت میں پوتی عصبہ نہیں ہوتی۔ اس لئے پوتی کو نصف اور باقی پڑپوتوں کو ملے گا۔

(۴۲) صـ۱۶۹ سـ۶: اگر میت کی ایک یا زیادہ الخ یعنی جب پوتیاں ذات سہم نہ ہوں تو پڑپوتے سے عصبہ ہو جائیں گی۔ البتہ اگر پوتیاں ذات سہم ہیں تو وہ پڑپوتے سے عصبہ نہیں ہوں گی۔

(۴۳) صـ۱۷۰ سـ۱۱: اگر میت کی پوتیاں بھی ہوں الخ اس صورت میں صرف پڑپوتیاں عصبہ ہوں گی پوتیاں

اپنا حصہ مقررہ لیں گی۔

(۴۴) ص۱۷۹ س۱۲ مسئلہ ۴

پڑپوتا	پوتی	پوتی
۲	۱	۱

اس میں تسامح ہو گیا ہے۔ صحیح تخریج یوں ہے مسئلہ ۳

پوتی	پوتی	پڑپوتا
۱	۱	۱

(۴۵) ص۱۷۹ س۱۷ مسئلہ ۴

پڑپوتا	پوتی	پڑپوتی
۲	۱	۱

اس میں بھی تسامح ہُوا ہے۔ صحیح صورت یوں ہے مسئلہ ۷

پوتی	پڑپوتی	پڑپوتا
۴	۱	۲

(۴۶) ص۱۸۳ س۹ : اگر میت کی بیٹی اور حقیقی بہن الخ اگر بیٹی کے ساتھ علاتی بہن بھی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔

(۴۷) ص۱۸۸ س۱۳ : اگر میت کی بیٹی بھی موجود ہو اور حقیقی بہن بھی الخ اگر بیٹی کے ساتھ علاتی بہن ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ جیسے اوپر کے نمبر میں بھی گذرا۔

(۴۸) ص۱۸۹ س۱۵ : اگر میت کی حقیقی بہن الخ علاتی بہن کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴۹) ص۱۹۱ س۱۳ کا حاشیہ۔ اس وصف میں درجہ سوم والے شریک ہیں = مگر درجہ سوم میں سے بھائی و بہن جب دو یا زیادہ ہوں تو ان کی وجہ سے والدہ کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔

(۵۰) ص۲۰۳ س۱۷ : دادا اور دادی اور نانی کی اولاد = غالباً کاتب سے سہو ہوا ہے۔ پوری عبارت یوں ہونی چاہیئے۔ "دادا اور دادی اور نانا اور نانی کی اولاد نیز دادا کی اولاد میں یہ شرط ہے کہ عصبہ نہ ہو۔"

(۵۱) ص۲۰۶ س۱۴ : اگر کچھ اولاد نواسوں کی ہو الخ یہاں طریق تخریج میں تسامح ہو گیا ہے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اصول میں میت کی طرف سے سب سے پہلے جس جگہ ذکورت و انوثت کا اختلاف ہو وہاں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگی۔ اس تقسیم میں وصف اصول کی اور عدد سب سے آخری فروع کا معتبر ہوگا۔

(۵۲) ص۲۰۸ س۱۵ : پوتی کے پوتا پوتی وغیرہ الخ یہاں تسامح ہوا ہے۔ اصل میں قاعدہ یہ ہے کہ ولد الوارث کی وجہ سے ولد غیر الوارث محروم ہوتا ہے۔ صورت محررہ میں سب وارث ولد غیر الوارث ہیں۔ لہذا میراث میں سب مساوی ہوں گے۔

(۵۳) صفحہ ۱۵۸ س ۹: یہاں بھی اوپر والے نمبر کی طرح تناسخ واقع ہوا ہے۔ تفصیل اوپر گذر چکی۔

(۵۴) صفحہ ۲۱۰ س: مسئلہ ۵

نواسے کا پوتا	نواسے کا پوتا	نواسی کی پوتی	نواسی کا پوتا	نواسی کی پوتی
۱۲	۱۲	۶	۱۰	۵

صحیح تخریج یوں ہے

مسئلہ ۶۰

لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
کا	کا	کا	کی	کی
لڑکا	لڑکا ۳	لڑکا	لڑکی ۱	لڑکی
لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا
لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکا	لڑکی
۱۸	۱۸	۹	۱۰	۵

(۵۵) صفحہ ۲۱۶ س: اگر مرد ہی مرد ہوں تو باہم برابر تقسیم کرلیں الخ یہی مضمون صفحہ ۲۱۷ اور صفحہ ۲۱۹ سطر ۲، ۴، ۱۶، ۱۹ اور صفحہ ۲۲۲ سطر ۲۰ پر بھی ہے = ان پر تقسیم کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تقسیم میں موجودہ اشخاص کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ پچھلے باپ کی جانب کو ثلثان اور ماں کی جانب کو ثلث دے کر جدا جدا طائفہ کر دیا جائے، پھر ہر طائفہ کے اصول میں میت کی طرف سے سب سے پہلے جس جگہ ذکورت و انوثت کا اختلاف ہو وہاں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کی جائے اور اس تقسیم میں وصف اصول کی اور عدد سب سے آخری فروع کا معتبر ہوگا۔ تخریج کی صورت یوں ہوگی۔

(۵۶) صفحہ ۲۲۳ س ۱۰: پڑدادا کی دادی = غالباً کاتب سے سہو ہوا ہے صحیح یوں ہے "پڑدادی کی دادی" کیونکہ پڑدادا کی دادی ذوی الفروض میں سے ہے۔

مسئلہ ۳ / ۱۵ / ۴۵

باپ	ماں
۲	۱

ماں ۱ ← ماں ، باپ ۲

باپ ۲ ← ماں ۴ ، باپ ۸

باپ	باپ	ماں	باپ
۲۰/۳۰	۸	۴	۱/۳
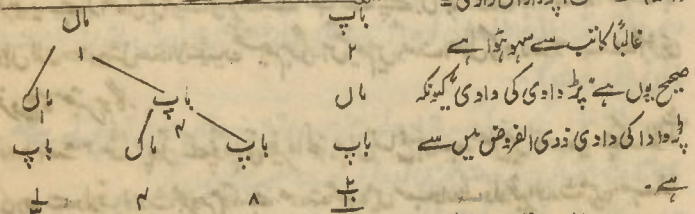
(۵۷) صفحہ ۲۲۱ س ۱۵: علاتی بہن کا بیٹا (الی قولہ) یہ سب مساوی اور برابر ہیں = حقیقی بھائی کی بیٹی

کی موجودگی میں علاتی بہن کا بیٹا بیٹی اور علاتی بھائی کی بیٹی محروم رہتی ہے۔

(۵۷) صـــ۲۲۴ آخری سطر: بھائی کی موجودگی میں بہن کو الخ یہ تشریح اس وقت ہے جبکہ اصول سب علّتی یا سب علی یا سب خیفی ہوں اور وسائط میں ذکورت و انوثت کا اختلاف بھی نہ ہو اگر اصول مختلف ہوں یا وسائط میں ذکورت و انوثت کا اختلاف ہو تو تخریج یوں ہو گی کہ پہلے اصول پر تقسیم کی جائے یعنی عینی علی خیفی بھائی اور بہنوں میں سے ذوی الفروض کو ان کا حصہ مقررہ دے کر باقی عصبات کو دیا جائے اگر عصبہ نہ ہو اور رد کی ضرورت پڑے تو رد کیا جائے۔ تقسیم کرتے وقت وصف اصول کی اور عدد سب سے آخری فروع کا معتبر ہو گا۔ اس کے بعد عینیہ، علیہ، خیفیہ ہر ایک کو جدا جدا طائفہ کر کے خیفیہ کا حصہ ان کے آخری فروع پر برابر تقسیم کر دیا جائے اور عینیہ و علیہ میں میت کی طرف سے سب سے پہلے جس جگہ اصول میں ذکورت و انوثت کا اختلاف ہو وہاں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کی جائے

(۵۹) صـــ۲۲۶ سطر ۱: کل مال کے چھ حصے کر کے الخ جب اصول عینی و خیفی مختلف قسم کے ہوں تو ان پر تقسیم کا طریقہ اوپر کے نمبر میں گذر چکا ہے۔ محررہ مثال میں اگرچہ کتاب کی تخریج کے مطابق اصول کے حصص ثلث و ثلثان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مگر دوسری کئی صورتوں میں بہت فرق پڑے گا مثلاً جبکہ حقیقی بہن کا صرف ایک لڑکا ہو تو کتاب کی تخریج کے مطابق حقیقی بہن اور خیفی بھائی کا حصہ برابر ہو جائے گا۔

(۶۰) صـــ۲۲۷ پر بھی وہی تفصیل ہے جو اوپر کے نمبر میں گذری

(۶۱) صـــ۲۲۵ سطر ۱۵

کل مال ۳۹ روپیہ تقسیم شدہ بر ۱۳ حصہ

بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی	بھانجا	بھانجا	بھانجا	بھانجی	بھانجی
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

ہر بھانجے کو [illegible] اور ہر بھانجی کو [illegible] ملیں گے۔

(۶۲) صـــ۲۲۶ سـ۱۹ کا حاشیہ۔ یعنی بروقت موجود ہونے الخ اس صورت میں حقیقی بہن کو عدد فروع کا لحاظ کرتے ہوئے ثلثان دیا جائے گا۔

(۶۳) صـــ۲۲۸ سـ۱۶ بھانجا بھانجی الخ صحیح عبارت یوں ہے۔ بھانجا بھانجی اور بھتیجا بھتیجی کے پوتا پڑپوتی (جو عصبہ نہ ہوں)

(۶۴) صہ۲۲۹ س۱۶: درجہ چہارم کی پہلی قسم والی فولہ، اس درجہ کے دو نمبر ہیں = پھوپھی بھی اسی قسم میں داخل ہے نیز دو نمبر اس درجہ کی پہلی قسم کے ہیں۔

(۶۵) صہ۲۳۱ س۷: علاتی پھوپھی زندہ ہے اور علاتی چچا = حقیقی چچا ہونا چاہیئے علاتی چچا تو عصبہ ہے

(۶۶) صہ۲۳۱ س۱۴: جب اخیافی چچا محروم نہ ہو الخ یہی مضمون صہ۲۳۱ س ۵ و ۱۹ اور صہ۱۷۵ س ۱۲ و صہ۱۷۷ س ۷ و ۴ و ۳ ۱ میں بھی ہے = چوتھے درجہ کے اخیافی وارثوں پر برابر تقسیم نہیں ہوتی بلکہ للذکر مثل حظ الانثیین ہوگی۔ کذا فی السراجیۃ والشامیۃ وغیرہا

(۶۷) صہ۲۳۲ س ۸: مسئلہ ۳ — صحیح تخریج یوں ہوگی

اخیافی چچا	اخیافی پھوپھی	اخیافی پھوپھی
۱	۱	۱

مسئلہ ۴

اخیافی چچا	اخیافی پھوپھی	اخیافی پھوپھی
۲	۱	۱

(۶۸) صہ۲۳۳ سطر ۱۴: مسئلہ ۲

اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
۱	۱

صحیح یوں ہے — مسئلہ ۳

اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
۲	۱

(۶۹) صہ۲۳۶ سطر ۱۴: مسئلہ ۶

علاتی پھوپھی	علاتی پھوپھی	حقیقی ماموں	علاتی ماموں
۲	۲	۲	محروم

صحیح تخریج یوں ہے — مسئلہ ۳

علاتی پھوپھی	علاتی پھوپھی	حقیقی ماموں	علاتی ماموں
۱	۱	۱	محروم

(۷۰) صہ۲۳۶ سطر ۶: مسئلہ ۹

حقیقی پھوپی	اخیافی پھوپی	اخیافی ماموں	اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
۶	محروم	۱	۱	۱

صحیح طریقہ یہ ہے — مسئلہ ۱۵

حقیقی پھوپی	اخیافی پھوپھی	اخیافی ماموں	اخیافی ماموں	اخیافی خالہ
۱۰	محروم	۲	۲	۱

(۷۱) صہ۲۴۱ سطر ۲: اگر سب وارث حقیقی پھوپی ہی کی اولاد ہوں = غالباً کاتب کی غلطی ہے۔ صحیح عبارت یوں ہے۔ "اگر سب وارث حقیقی خالہ ہی کی اولاد ہوں"

(۷۲) صہ۲۴۱ س ۵: اگر حقیقی ماموں کی اولاد بھی الخ ماموں اور خالہ پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگی تقسیم

ہیں وصف اصول کی اور عدد آخری فروع کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس لئے ماموں کو دو تہائی اور خالہ کو ایک تہائی ملنا یقینی نہیں بلکہ فروع ہیں کثرت وقلت کی وجہ سے ثلث وثلثان ہیں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

(۷۳) صد۲۴۳ س ۱۲: درجہ چہارم کی تیسری قسم بیس وارث الخ: ماں کا حقیقی بچا اور علاتی چچا بھی ذوی الارحام کی اس قسم میں داخل ہے لہٰذا اس قسم میں کل بائیس وارث ہوئے۔

(۷۴) صد۲۴۹ س ۵ بنصف کو ملتا ہے = یعنی جبکہ ایک ہو۔

(۷۵) صد۲۴۹ س ۶: ہمشیرہ کو ملتا ہے (الی قولہ) باپ بھی نہ ہو = اسی طرح دادا بھی نہ ہو۔

(۷۶) صد۲۴۹ س ۷: علاتی ہمشیرہ کو ملتا ہے = یعنی جبکہ ایک ہو اور میت کی حقیقی ہمشیرہ اور حقیقی بھائی واولاد اور باپ دادا نہ ہوں۔

(۷۷) صد۲۵ س ۲: ثلث اخیافی بھائی بہن الخ صد۲۵ س ۴ سدس، اخیافی بھائی الخ صد۲۵ س ۵ سدس، اخیافی بہن الخ = یعنی جبکہ میت کی اولاد اور باپ دادا نہ ہوں۔

(۷۸) صد۲۵ سدس چار وارث پاتے ہیں = ایک بیٹی کی موجودگی میں پوتی اور ایک عینی بہن کی موجودگی میں علاتی بہن بھی سدس پاتی ہیں پس سدس پانے والے ۶ وارث ہیں۔

(۷۹) صد۲۵ س ۱۱: صرف ایک وارث ہو تو الخ صد۲۷ س ۱۰: اگر صرف زوجہ ہو الخ یعنی جبکہ زوج یا زوجہ بیت المال کے مال کے مصرف ہوں ورنہ زوج یا زوجہ کو حصہ دے کر باقی مال بیت المال کے کسی مصرف میں خرچ کیا جائے گا۔ زوجین کے علاوہ دوسرے وارثوں کے لئے یہ شرط نہیں اس لئے اگر ان میں سے ایک ہی وارث ہے تو کل مال اسے ملے گا اگرچہ وہ بیت المال کا مصرف نہ ہو۔

(۸۰) صد۲۷ س ۷: اگر بجائے بیٹوں کے الخ کا اصل عبارت یوں ہے "اگر بجائے بیٹوں اور بیٹیوں کے الخ"

(۲۸۱) صد۲۸ س ۶: مسئلہ ۱۲

دختر	دختر	والدہ	پوتی	پڑپوتا
۴	۴	۲	۱	۲

صحیح تخرجہ یوں ہے

مسئلہ ۱۲ / ۳۶

دختر	دختر	والدہ	پوتی	پڑپوتا
۴/۱۲	۴/۱۲	۱/۶	۲	۴

(۲۸۲) صد۲۸ س ۱۶: مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	اخیافی بہن	حقیقی بہن	نانی
۳	۲	۲	۶	محروم

صحیح یوں ہے مسئلہ ۱۲ عول ۱۳

زوجہ	والدہ	اخیافی بہن	حقیقی بہن	نانی
۳	۲	۲	۶	محروم

(۸۳) صہ ۲۸۱ س ۲ : ہمشیرہ کو باقی ماندہ = اس صورت میں ہمشیرہ ذوی الفروض میں سے ہے اور نصف کی مستحق ہے۔

(۸۴) صہ ۲۸۶ س ۷ : مسئلہ ۱۲

زوجہ	والدہ	باپ	ہمشیرہ	نانی
۳	۳	۶	محروم	محروم

یہ تخریج بھی اگرچہ درست ہے مگر اس میں بلاضرورت مخرج بڑھ جاتا ہے لہذا بہتر طریقہ یہ ہے۔

مسئلہ ۴

زوجہ	والدہ	باپ	ہمشیرہ	نانی
۱	۱	۲	محروم	محروم

(۸۵) صہ ۲۸۷ س ۳ : مسئلہ ۲۴

زوجہ	دختر	اخیافی بہن	اخیافی	اخیافی	اخیافی	چچا
۳	۱۲	۲	۲	۲	۲	۱

اخیافی بہنیں محروم ہیں لہذا تخریج یوں ہوگی مسئلہ ۸

زوجہ	دختر	اخیافی بہنیں	چچا
۱	۴	محروم	۳

(۸۶) صہ ۲۹۲ س ۴ : حمل کو لڑکا سمجھ کر الخ لڑکے اور لڑکی میں سے جس کا حصہ زیادہ ہو وہ امانت رکھیں۔ کیونکہ جب حمل غیر مورث کا ہو تو بعض دفعہ لڑکی کا حصہ لڑکے سے بڑھ جاتا ہے۔

(۸۷) صہ ۲۹۴ س ۱۸ : مسئلہ ۱۸

والدہ	ہمشیرہ	ہمشیرہ تولد شدہ	بھتیجا
۳	۶	۲	م

صحیح تخریج یوں ہے مسئلہ ۶ تصحیح ۱۸

والدہ	ہمشیرہ	(حمل بھائی)	بھتیجا
۳	۵	۱۰	م

(۸۸) صہ ۲۹۹ س ۱۲ : اور دو بیٹا بیٹی الخ = غالباً کاتب کی غلطی ہے۔ صحیح عبارت یوں ہے "اور نانی و بیٹی الخ"

(۸۹) صہ ۲۹۹ س ۱۳ : مسئلہ ۱۲

شوہر مفقود	نانی	بیٹی	والد
۳	۱	۶	۱

غالباً کاتب کی غلطی ہے

صحیح تخریج یوں ہے مسـ ۱۲ عـ ۱۳

شوہر مفقود	نانی	بیٹی	والد
۳	۲	۶	۲

(۹۰) صـ ۳۲۰ سـ ۶ : اس حصہ امانت کو الخ اس صورت میں اٹھارہ سہام کر کے ایک نانی کو تین لڑکی کو اور چودہ باپ کو دیئے جائیں گے صورت مسئلہ یوں ہوگی۔

باعتبار حیات مسـ ۱۲ عـ ۱۳ لـ ۸ ، ۷				باعتبار وفات مسـ ۶ لـ ۸ ، ۷		
شوہر مفقود	جدہ	بنت	اب	جدہ	بنت	اب
۳/۱۸	۲/۱۲	۶/۳۶	۲/۱۲	۱/۱۳	۳/۳۹	۲/۲۶

(۹۱) صـ ۳۲۱ سـ ۷ : زید کا انتقال ہوا = زید نہیں بلکہ عبد الرحیم کا انتقال ہوا

(۹۲) صـ ۳۲۹ سـ ۱۴ : میت دوم کے پورے عدد الخ غالباً کاتب سے سہو ہوا ہے اصل عبارت یوں ہے۔ "میت دوم کے مافی الید کے پورے عدد کو" الخ

(۹۳) صـ ۳۲۹ سـ ۱۵ : مسئلہ کے مافی الید الخ = یہاں بھی غالباً کاتب سے ہی سہو ہوا ہے۔ عبارت یوں ہونی چاہیئے۔ "مسئلہ کے پورے عدد کو الخ"

(۹۴) صـ ۳۳۱ سـ ۱ ، دو ضربیں جس طرح توافق میں الخ یہی مضمون سـ ۱ پر بھی ہے = تداخل میں بہر کیف ایک ہی ضرب کافی ہوتی ہے۔ اگر مسئلہ کا عدد زیادہ ہے تو صرف اوپر ضرب دی جائے گی نیچے نہیں اور اگر مافی الید کا عدد زیادہ ہے تو نیچے ضرب ہوگی اوپر نہیں۔

(۹۵) صـ ۳۳۴ سـ ۲ : تداخل کی صورت میں بھی الخ اس صورت میں توافق بالربع ہوگا۔ کیونکہ ان کا عاد اعظم چار ہے۔ جس پر تقسیم کرنے سے بارہ کا ربع تین اور چار کا ربع ایک نکلتا ہے۔ اس لئے بارہ کا وفق تین اور چار کا وفق ایک ہوا۔

(۹۶) صـ ۳۳۴ سـ ۳ : جس کا جگہ توافق بالثلث ہو الخ = توافق بالثلث میں عاد اعظم تین ہوتا ہے اس پر تقسیم کرنے سے جو وفق نکلے وہ عدد حساب میں کام کرنے والا ہوتا ہے۔

(۹۷) صـ ۳۳۵ سطر ۶ اور ۱۲ میں الخ = ان میں توافق بالسدس ہے۔ عاد اعظم ۶ ہے۔ چھ کا عدد وفق ایک اور بارہ کا دو ہے جو عدد کارآمد ہے۔

(۹۸) صـ ۳۳۵ سطر ۱۴ جب توافق بالنصف ہوتا ہے الخ توافق بالنصف میں عاد اعظم ۲ ہوتا

ہے اور کارآمد عدد وہ ہوتا ہے جو ۲ پر تقسیم کرنے سے وفق نکلے۔

(۹۹) ص ۳۳۷ س ۱۲: دو عددوں میں سے جب ایک کے شروع میں الخ = یہ قاعدہ مطرد نہیں چنانچہ تیرہ اور چھبیس میں تداخل اور بارہ اور پندرہ میں توافق ہے۔

(۱۰۰) ص ۳۴۲ س ۱۳: مجیدن کے ۳ کو الخ = ایک کو ۲ میں ضرب دے کر ۲ لکھیں گے ؛

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

فصل دوم

ذیل میں تخریج مسئلہ کا ایک جدید اور مفید ترین طریقہ لکھا جاتا ہے۔ جو اختر نے خود ایجاد کیا ہے۔ عول رد وغیرہ سب جدید طریق پر کئے گئے ہیں۔ اس میں مہارت ہو جانے کے بعد مناسخہ کے لمبے چوڑے مسائل بہت تھوڑے وقت میں سہولت کے ساتھ نکالے جا سکتے ہیں۔ طریق مروج کی بنسبت بہت سہل اور مختصر ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ میت کے کل مال کو ایک روپیہ کے قائم مقام کر کے اس روپیہ کو وارثین پر ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ پھر میت ثانی کو میت اول سے جتنے آنے یا پائیاں حاصل ہوئیں انہیں میت ثانی کے وارثوں پر حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ اسی طرح میت ثالث رابع وغیرہ میں آخر تک یہی عمل کیا جائے گر پائیوں کی تقسیم میں چونکہ بٹوں کے حساب کی ضرورت ہے۔ لہٰذا بٹوں کے چند ضروری اور آسان طریقے لکھے جاتے ہیں۔

اصطلاح عربی میں خط کے اوپر والی رقم کو کسر اور نیچے والی رقم کو اس کسر کا مخرج کہا جاتا ہے مثلاً دو بٹہ تین ($\frac{2}{3}$) میں دو کسر اور تین اس کا مخرج ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ مقسوم کے تین حصے کر کے ان میں سے دو حصے لے لئے جائیں۔

(۱) جمع: کسور کی جمع کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان کے مخرجوں کو متحد کیا جائے اور اتحاد مخرج کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں مخرجوں کی آپس میں نسبت معلوم کرو۔ اگر تباین ہو تو ایک مخرج کے کل کو دوسرے مخرج کے کل میں ضرب دو اور اگر توافق ہو تو ایک کے وفق کو

دوسرے کے کل میں ضرب دو۔ تداخل ہو تو اکثر کو لے لو۔ تماثل ہو تو دونوں میں سے ایک کو لے لو۔ پھر اس حاصل ضرب یا ماخوذ کی تیسرے مخرج کے ساتھ نسبت دیکھ کر اس کے کل یا وفق میں ضرب دو پھر اس دوسرے حاصل ضرب کی چوتھے مخرج سے نسبت دیکھو۔ اسی طرح عمل کرتے جاؤ حتیٰ کہ سب مخارج ختم ہو جائیں۔ آخری حاصل ضرب کو خط کھینچ کر اس کے نیچے لکھ دو۔ پھر اس آخری حاصل ضرب کو ہر کسر کے اصلی مخرج پر تقسیم کر کے حاصل تقسیم کو ہر کسر میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو خط مذکور کے اوپر لکھتے جاؤ۔ سب کسور کا مخرج متحد ہو جائے گا۔ پھر ان جدید کسور کو جو ہر کسر کی ضرب سے حاصل ہوئیں اور خط کے اوپر لکھی گئیں سب کو جمع کر کے مجموعہ کو مخرج متحد پر تقسیم کر کے صحیح عدد بنالیں اگر بعد تقسیم کچھ بچ جائے تو وہ مخرج کی کسر ہو گی۔ بعدہٗ اگر اس کسر اور مخرج میں تباین ہے تو دونوں برحال اور اگر تداخل یا توافق ہے تو دونوں کی بجائے ان کے وفق رکھ دو۔ اس طریقہ سے عدد چھوٹے ہو جائیں گے تو حساب میں سہولت ہو گی۔

$$\frac{3}{5} + \frac{7}{9} + \frac{5}{6} + \frac{2}{3}$$

$$\frac{54 + 70 + 75 + 60}{90}$$

مخرج متحد ۹۰   حاصل جمع = $2\frac{79}{90}$

(۲) تفریق: اس میں بھی پہلے مذکورہ بالا طریق سے دونوں کسروں کا مخرج متحد کر کے تفریق کرو۔ باقیماندہ کسر اور اس کے مخرج میں اگر تداخل تا توافق ہے تو ان کی بجائے ان کے وفق کو رکھ کر عدد کو چھوٹا کر لو جیسے جمع میں گذرا۔ اگر مفروق کی کسور مفروق منہ سے زیادہ ہیں۔ اور مفروق منہ کے ساتھ عدد صحیح بھی ہے۔ تو صحیح عدد میں سے ایک لے کر اسے مخرج کے ساتھ ضرب دے کر جنس کسور سے کر کے ساتھ والی کسور سے جمع کر کے تفریق کریں۔

$$\frac{3}{4} - \frac{1}{3}$$

$$\frac{9 - 4}{12}$$

حاصل تفریق $\frac{5}{12}$

(۳) کسر کی عدد صحیح کے ساتھ ضرب۔ مخرج کو صحیح عدد پر تقسیم کریں۔ حاصل تقسیم اگر کسر سے کم ہو جائے تو کسر کو اس پر تقسیم کر کے صحیح عدد بنائیں۔ اگر مخرج صحیح عدد پر پورا تقسیم نہ ہو سکے

تو کسر کو صحیح عدد کے ساتھ ضرب دے کر حاصل ضرب کو مخرج پر تقسیم کر کے صحیح عدد بنا لو۔ بعد تقسیم اگر کچھ بچ جائے تو وہ اس مخرج کی کسر ہوگی۔ پھر اس کسر اور مخرج کے عدد کو مذکورہ بالا طریقے سے چھوٹا کر لو۔

$۳ \times \frac{۳}{۴} = \frac{۹}{۴} = ۲\frac{۱}{۴}$ حاصل ضرب

(۴) کسر کی عدد صحیح پر تقسیم: اگر کسر مقسوم علیہ پر پوری تقسیم نہ ہو سکے تو مخرج کو مقسوم علیہ کے ساتھ ضرب دے کر مخرج اور کسر دونوں کو مذکورہ بالا طریقہ سے اقل کر لو۔

$\frac{۴}{۵} \div ۶ = \frac{۴}{۳۰} = \frac{۲}{۱۵}$ حاصل تقسیم

(۵) اگر عدد صحیح مقسوم علیہ مقدار میں مقسوم علیہ سے کم ہے یا مقسوم کو مقسوم علیہ پر تقسیم کرنے سے کچھ باقی بچ جاتا ہے تو کل مقسوم کو یا باقی کو کسر اور مقسوم علیہ کو اس کا مخرج کر دیا جاتا ہے پھر مذکورہ طریق سے کسر اور اس کے مخرج کو اقل کر لیا جاتا ہے۔

$۸ \div ۳ = ۲\frac{۲}{۳}$ $\qquad$ $۶ \div ۸ = \frac{۶}{۸} = \frac{۳}{۴}$

(۶) اگر مذکورہ عدد صحیح مقسوم کے ساتھ کسور بھی ہوں اور عدد صحیح مقسوم علیہ پر تقسیم نہ ہو سکتا ہو یا بعد تقسیم کچھ بچ جاتا ہو تو اس مقسوم عدد صحیح کو مخرج میں ضرب دے کر جنس سے کسور سے کر کے ساتھ والی کسور سے جمع کر کے مقسوم علیہ پر مذکورہ بالا طریقہ سے تقسیم کیا جاتا ہے۔

$۲\frac{۳}{۴} \div ۳ = \frac{۱۱}{۴} \div ۳ = \frac{۱۱}{۱۲}$ حاصل تقسیم

کل ملکیت ۲۴ آنہ — مورث اعلیٰ زید

مسئلہ

زوجہ	زوجہ	ابن	بنت	بنت	بنت
کریمہ	عزیزہ	عبداللہ	ہاجرہ	خدیجہ	عظیمہ
(۱-ن)	(۱-ن)	۷ ۱/۵-۵	۹ ۳/۵-۲	۹ ۳/۵-۲	(۹ ۳/۵-۲)

ثانی عزیزہ مسئلہ ۱-۰

ابن	ابن	بنت	بنت
حمید	ولید	خدیجہ	عظیمہ
۴-۰	۴-۰	۲-۰	(۲-۰)

ثالث عظیمہ مسئلہ ۱۱ ۳/۵-۲

زوج	بنت	اخت عینیہ
احمد	فاطمہ	خدیجہ
۸ ۹/۱۰-۰	۵ ۲/۵-۱	۸ ۹/۱۰-۰

رابع کریمہ مسئلہ ۱-۰

بنت	ابن العم	ابن العم
ہاجرہ	عزیز	سعید
۶-۰	۳-۰	۳-۰

عبداللہ ہاجرہ خدیجہ حمید دلبد احمد فاطمہ ع۔بز رشید

$\frac{1}{5}$-۷ ۰۰-۵ ۰۰-$\frac{3}{5}$-۲-۳ ۰۰-$\frac{1}{2}$-۸-۳-۳ ۰۰-۴ ۰۰-۴ $\frac{9}{10}$ ۸ $\frac{1}{2}$-۵-۱ ۰۰-۲ ۰۰-۰۰-۳ ۰۰-۰۰

عول: اس صورت میں پہلے وارثوں کے سہام بطور کسور یعنی $\frac{1}{2}$ + $\frac{1}{4}$ وغیرہ کی صورت میں لکھ کر انہیں جمع کرو، پھر مجموعہ سہام پر روپیہ کو تقسیم کرکے حاصل تقسیم کو ہر وارث کے سہام میں ضرب دیتے جاؤ یا ہر وارث کے عدد سہام کو روپے تصور کرکے انہیں مجموعہ سہام پر تقسیم کرتے جاؤ۔

مہ ـــــــ کل مال ۱۶ آنہ

زوج	ام	اخت عینیہ	اخت عینیہ
۶—۰	۲—۰	۴—۰	۴—۰

تصحیح الرد: اس کی چار صورتیں ہیں

(۱) من لا یرد مسئلہ میں نہ ہوں اور من یرد جنس واحد ہوں۔ تو روپیہ کو من یرد کے رؤس پر علی السویہ تقسیم کیا جائے

مہ ـــــــ ۱۶ آنہ

بنت	بنت	بنت	بنت
۴—۰	۴—۰	۴—۰	۴—۰

(۲) من لا یرد مسئلہ میں نہ ہوں اور من یرد مختلف جنس کے ہوں تو مثل عول عمل کیا جائے

مہ ـــــــ ۱۶ آنہ

بنت	بنت الابن
۱۲—۰	۴—۰

(۳) من لا یرد بھی مسئلہ میں موجود ہو اور من یرد جنس واحد ہوں تو روپیہ میں سے من لا یرد کو اس کا حصہ مقررہ دے کر باقی آنوں کو من یرد کے رؤس پر برابر تقسیم کیا جائے

مہ ـــــــ ۱۶ آنہ

زوج	بنت	بنت	بنت	بنت
۴—۰	۳—۰	۳—۰	۳—۰	۳—۰

(۴) مسئلہ میں من لا یرد موجود ہو اور من یرد مختلف جنس کے ہوں۔ تو روپیہ سے من لا یرد کو اس کا حصہ مقررہ دے کر باقی آنوں کو من یرد پر عول کی طرح تقسیم کرو یعنی من یرد کے سہام کا مخرج متحد کرکے مجموعہ سہام پر روپیہ کے باقی آنوں

ص ـــــــ ۱۶ آنہ

زوج	بنت	جدہ
۴—۰	۹—۰	۳—۰

کو جو من لا ید کو حصہ دے کر بچے ہیں تقسیم کر کے حاصل تقسیم کو من یرد میں سے ہر ایک کے سہام میں ضرب دیتے جاؤ:

فصل سوم

نسب اربع کا معلوم کرنا اس علم پر موقوف ہے کہ بڑا عدد چھوٹے پر تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا یہ دونوں عدد کسی تیسرے پر تقسیم ہونے ہیں یا نہیں؟ لہٰذا ذیل میں چند ایسے اصول تحریر کیے جاتے ہیں جن سے ہر عدد کے متعلق (خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو) فوراً معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ کس کس عدد پر تقسیم ہو سکتا ہے۔

(۱) جس عدد کے شروع میں جفت ہو یا صفر ہو وہ دو پر یقیناً تقسیم ہو سکے گا۔

(۲) درجات عدد میں سے تین، چھ اور نو کو چھوڑ کر باقی درجات کو جمع کریں۔ اگر یہ مجموعہ تین پر تقسیم ہو جائے تو کل عدد بھی تین پر تقسیم ہو سکے گا اور حاصل جمع کو تین پر تقسیم کرنے سے اگر کچھ بچے تو کل عدد کو تین پر تقسیم کرنے سے بھی اتنا ہی بچے گا۔

(۳) جس عدد کے شروع میں دو صفر ہوں یا پہلے دو درجے چار پر تقسیم ہو سکیں وہ کل عدد ۴ پر تقسیم ہو سکے گا۔ ایسے ہی جس کی ابتدا میں دو صفر ہوں یا پہلے دو درجے پچیس پر تقسیم ہو سکیں وہ کل عدد بھی پچیس پر تقسیم ہوگا۔

(۴) جس عدد کے شروع میں صفر یا پانچ ہو وہ پانچ پر تقسیم ہو جائے گا۔

(۵) جو عدد عدد ین متباینین پر تقسیم ہو سکے وہ دونوں کے حاصل ضرب پر بھی تقسیم ہو سکے گا مثلاً جو عدد دو اور تین پر تقسیم ہو وہ چھ پر بھی تقسیم ہوگا۔ اسی طرح جو تین اور چار دونوں پر تقسیم ہو وہ بارہ پر اور جو تین و پانچ دونوں پر تقسیم ہو وہ پندرہ پر اور جو دو اور نو پر تقسیم ہو وہ اٹھارہ پر تقسیم ہوگا۔ وقس علیٰ ہٰذا۔

(۶) جس عدد کی ابتدا میں تین صفر ہوں یا پہلے تین درجات آٹھ پر تقسیم ہو سکیں۔ تو یہ کل عدد آٹھ پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جس کی ابتدا میں تین صفر ہوں یا پہلے تین عدد ایک سو پچیس پر تقسیم ہو جائیں وہ کل عدد بھی ایک سو پچیس پر تقسیم ہو سکے گا۔

(۷) درجات عدد میں سے نو کے عدد کو چھوڑ کر باقی درجات کا حاصل جمع اگر نو پر تقسیم ہو سکتا ہے

تو یہ کل عدد بھی ضرور نو پر تقسیم ہوگا۔ اور مجموعہ کو نو پر تقسیم کرنے سے اگر کچھ بچے تو اس کل عدد کو نو پر تقسیم کرنے سے بھی وہی بچے گا۔

(۸) اگر کسی عدد کے شروع میں صفر ہو تو دس پر دو صفر ہوں تو سو پر اور تین صفر ہوں تو ہزار پر تقسیم ہو سکے گا وقس علیٰ ہذا

(۹) درجات عدد میں سے فرد درجات یعنی پہلا۔ تیسرا اور پانچواں (اکائی، سیکڑہ، دہ ہزار) وغیرہ کو جمع کریں اور زوج درجات یعنی دوسرا۔ چوتھا اور چھٹا (دہائی۔ ہزار۔ لاکھ) وغیرہ کو جدا جمع کریں۔ اگر دونوں مجموعے برابر ہوں یا دونوں میں اتنا تفاضل ہو کہ وہ گیارہ پر پورا پورا تقسیم ہو سکے۔ تو یہ کل عدد گیارہ پر ضرور تقسیم ہوگا۔

(۱۰) جس عدد کی ابتدا میں چار صفر ہوں یا پہلے چار درجات سولہ پر تقسیم ہو سکیں وہ کل عدد سولہ پر تقسیم ہو سکتا ہے۔

(۱۱) کسی عدد کو تقسیم کرنے کے بعد حاصل تقسیم اگر پہلے مقسوم علیہ پر یا کسی دوسرے عدد پر تقسیم ہو سکے۔ تو ہر دو مقسوم علیہ کا حاصل ضرب پہلے مقسوم کو ضرور تقسیم کردے گا۔

(۱۲) جو عدد کسی بڑے عدد پر تقسیم ہو سکے وہ اس میں متداخلہ اعداد پر ضرور تقسیم ہوگا مثلاً جو چھ پر تقسیم ہوگا۔ وہ چار تین اور دو پر بھی تقسیم ہوگا۔

(۱۳) جو عدد کسی چھوٹے عدد پر تقسیم نہ ہو وہ اس کے اضعاف پر بھی تقسیم نہ ہوگا۔ مثلاً جو ۲ پر تقسیم نہیں ہوتا وہ چار اور چھ پر بھی تقسیم نہ ہوگا۔

(۱۴) جس اقل عدد کی ابتدا میں جفت ہو وہ ایسے اکثر عدد کو تقسیم نہیں کر سکتا جس کے اول میں طاق ہو (۱۵) جس اقل عدد کے شروع میں پانچ ہو اس پر وہ اکثر عدد تقسیم نہ ہو سکے گا جس کے شروع میں پانچ یا صفر نہ ہو (۱۶) جس اقل عدد کے اول میں صفر ہو اس پر ایسا عدد اکثر تقسیم نہ ہوگا جس کے اول میں صفر نہ ہو۔

(۱۷) جب کسی عدد کو ایک عدد سے ضرب اور دوسرے پر تقسیم کرنا منظور ہو تو مضروب فیہ کے وفق سے ضرب اور مقسوم علیہ کے وفق پر تقسیم کرنے سے بھی وہی جواب آئے گا اور اس میں سہولت و اختصار بھی ہے:-

ناشران
محمد سعید اینڈ سنز ۔ تاجران کتب
قرآن محل، مقابل مولوی مسافرخانہ
کراچی
طابع
مطبع سعیدی، قران محل کراچی